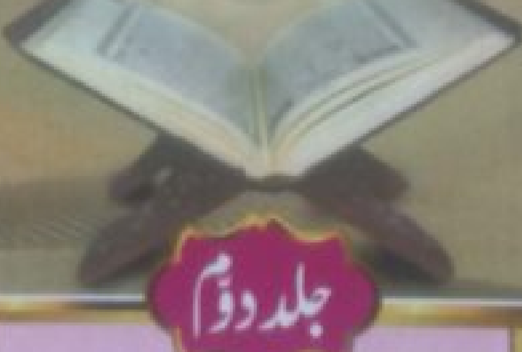
لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

مع

عبر و نصائح



جلد دوم

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظجی بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

ناشر نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

لَقَدۡ كَانَ فِيۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے

خواتین کے واقعات

مع

عبر ونصائح

جلد دوم

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

مدرس: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

نام کتاب :..........................قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (جلد دوم)

مرتب:..................................مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

ناشر: ....نورانی مکاتب(www.nooranimakatib.com)

صفحات:...456

طبعِ اول......................... ....ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ م جنوری ۲۰۱۹ء

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا،محمودنگر،ڈابھیل۔9558174772

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔99133,19190 \ 99048,86188

جامعہ دارالاحسان، بارڈولی،سورت، گجرات

جامعہ دارالاحسان،نواپور،نندوربار،مہاراشٹر

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی کا عجیب واقعہ

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا عجیب واقعہ

حضرت عمران کی بیوی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کا واقعہ

حضرت مریم رضی اللہ عنہا (دوسری قسط)

ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (اصحابِ اخدود کا واقعہ) (پہلی قسط)

ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ (اصحابِ اخدود کا واقعہ) (دوسری قسط)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی
حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کا واقعہ
اور آپ علیہ السلام کا مدین کا سفر

مختصر تعارف

نام: صفورا، یا صفوریا، یا صفورہ۔ (جلالین سورۂ طہٰ)

وطن: مدین۔

والد: مدین کے بڑے بزرگ کی آپ صاحب زادی ہیں۔

بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔

اوصاف: شادی سے پہلے بھی عفیفہ، پاکدامن، حیا شرم والی تھیں، آپ کی چال کی خود باری تعالیٰ نے قرآن میں شہادت دی ہے۔

والد کے بڑھاپے کی وجہ سے گھر میں بکریوں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

ان کی بہن کا نام ''شرقا'' (ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۵۳۰) یا ''لِیّا'' تھا (السیوطی الی ابن المنذر) دوسری روایت میں بڑی بہن کا نام ''صبورا'' تھا، اور چھوٹی بہن کا نام ''عبرا'' تھا۔ (تفسیر مقاتل ابن سلیمان) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نام ''شرفا'' تھا۔ (ابن جریر ۱۸/ ۲۲۲، ابن ابی حاتم ۹/ ۲۹۶۹)

دونوں جڑواں تھیں، صفورا یا صبورا آدھا دن بڑی تھیں۔ (موسوعہ التفسیر الماثور) یعنی جڑواں پیدا ہوئی ہوں گی؛ اس لیے صبح میں ایک کی ولادت اور دوپہر میں دوسری کی ولادت ہوئی ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَمَّا تَوَجَّہَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّھْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ﴿۲۲﴾
وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِہِمُ
امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُکُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوْنَا
شَیْخٌ کَبِیْرٌ﴿۲۳﴾ فَسَقٰی لَہُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ
خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْہُ اِحْدٰىہُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ
لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَہٗ وَقَصَّ عَلَیْہِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫
نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴿۲۵﴾ (القصص)

ترجمہ: اور جب ان (موسیٰ علیہ السلام) نے مدین کی جانب رخ کیا تو (موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں) کہا: امید ہے کہ میرے رب مجھے سیدھے راستے پر لے جاویں گے ﴿۲۲﴾ اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانورروں) کو پانی پلا رہے ہیں اور ان (پانی پلانے

والے لوگوں میں) سے ایک طرف دوعورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے کھڑی تھی ،تو ان (موسیٰ علیہ السلام) نے ان دونوں (عورتوں) سے پوچھا کہ:تمھارا کیا حال ہے؟ان دونوں (عورتوں) نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلاکر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں ﴿۲۳﴾ چنانچہ (یہ سن کر) ان (موسیٰ علیہ السلام) نے ان دونوں (عورتوں) کے (جانور) کو پانی پلا دیا، پھر وہاں سے ہٹ کر وہ (موسیٰ علیہ السلام) ایک سایے کی جگہ میں چلے گئے اور دعا میں کہنے لگے:اے میرے رب!تو میرے لیے جو نعمت بھی اتارے (بھیجے) میں اس کا محتاج ہوں ﴿۲۴﴾ سو تھوڑی دیر کے بعد ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک (لڑکی) شرم وحیا سے چلتی ہوئی (موسیٰ علیہ السلام کے پاس) آئی ،وہ (لڑکی) کہنے لگی: میرے ابا تم کو بلا رہے ہیں؛ تا کہ تم نے جو ہمارے لیے (جانوروں) کو پانی پلایا اس کا انعام دیویں ،سو جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (لڑکی کے ابا) کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے تمام حالات بیان کیے تو اس (لڑکی کے ابا) نے کہا کہ:تم (اب) ڈرو مت ،تم ظالم لوگوں سے بچ کر آئے ہو ﴿۲۵﴾

آپ کے سامنے یہ قرآن کریم کے بیسویں پارے کی آیات تلاوت کی ہے، اس میں ایک ذکر کیا گیا ہے، وہ واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں ،اللہ کرے یہ واقعہ میرے اور آپ کے لیے ہدایت اور خیر کا ذریعہ بنے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لیے ایک سبق

یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، ایک خاص ضرورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو مصر چھوڑ کر جانا پڑا تھا اور اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی، ان کا عجیب قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، جس میں ہماری بہنوں کے لیے بہت بڑی نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے، مصر میں ہی جوانی کے ایام گذرے، فرعون کے محل میں رہتے تھے، فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت محبت رکھتی تھی اور یہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی پاکیزہ محبت تھی، فرعون کی بیوی کو اولاد نہیں تھی؛ اس لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتی تھی، یہ بھی خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے، بہت سے مال دار اولاد کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں اور بہت سے غریب اولاد کو سنبھالنے کے لیے پریشان رہتے ہیں۔

مظلوموں کی مدد کرنی چاہیے

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خاندان بنی اسرائیل کے ایک آدمی کو فرعون کے خاندان کے ایک آدمی کے ساتھ دیکھا کہ وہ دونوں لڑائی کررہے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام اپنے خاندان بنی اسرائیل کے مظلوم آدمی کی مدد کے لیے تشریف لے گئے، فرعون اور فرعونی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاندان بنی اسرائیل کے لوگوں کو نچلی ذات کا سمجھتے تھے، ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتے تھے، فرعونی آدمی اسرائیلی آدمی کو ماررہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی آدمی کی مدد کے لیے فرعونی آدمی کو زور سے ایک تھپڑ مارا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طمانچے سے وہ فرعونی آدمی اسی جگہ مر گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو مارنا اور قتل کرنا نہیں چاہتے تھے؛ لیکن ایک ہی تھپڑ میں اس

آدمی کی موت واقع ہوگئی، جہاں یہ واقعہ ہوا وہاں کوئی اور آدمی نہ تھا؛ اس لیے بات راز میں رہی کہ فرعونی آدمی کا قتل کس نے کیا؟ فرعون کو شکایت بھی پہنچی؛ لیکن اس نے کہہ دیا کہ: قاتل کون ہے اس کے لیے ثبوت پیش کرو، سزا کی بات تب ہوگی۔

دوسرے دن پھر اسی طرح اس کل والے اسرائیلی آدمی کا دوسرے کافر فرعونی آدمی سے جھگڑا ہو رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد کے لیے گئے اور اس اسرائیلی کو بھی دھمکایا کہ: تو روزانہ کسی نہ کسی کے ساتھ لڑتا رہتا ہے تو اس اسرائیلی کی زبان سے ڈر کے مارے راز کی بات نکل گئی (جس کا تفصیلی واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے) اور اس کافر نے بات فرعون تک پہنچادی، فرعون کو معلوم ہوگیا کہ یہ قتل موسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے مدین کی طرف روانگی

فرعون نے اپنی پولیس کو بھیجا کہ جاؤ! موسیٰ کو پکڑ کر لے آؤ اور لا کر ان کو سولی (پھانسی) کی سزا دو، فرعون کے حکم سے پولیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لیے روانہ ہوئی، اس وقت فرعون کے دربار میں فرعون کے خاندان کا ایک آدمی۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دل سے چاہتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا، اس۔ نے دیکھا کہ ان کو پکڑنے کے لیے پولیس جا رہی ہے، ممکن ہے کہ پولیس عام شاہ راہ سے جا رہی ہو، وہ آدمی ڈرتا تھا کہ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کر دیں گے، وہ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا، وہ گلی، کوچوں اور (Shortcut) راستے سے بھاگتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ (القصص)

اے موسیٰ! فرعون کے دربار میں آپ کو قتل کرنے کا پلان بن رہا ہے، تم مصر چھوڑ کر چلے جاؤ، میں آپ کی بھلائی چاہتا ہوں، اگر آپ مصر میں رہو گے تو فرعون آپ کو قتل کروا دے گا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً مصر چھوڑ کر روانہ ہو گئے اور دوسرے ملک میں چلے گئے: فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: سو وہ (موسیٰ علیہ السلام) اس (شہر) سے ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے نکلے، انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے دعا میں کہا: اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں سے بچا لیجیے۔

اس دوسرے ملک کا نام "مدین" ہے، مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر تھا، لگاتار آٹھ دن سفر کرنے سے آدمی وہاں پہنچ سکتا تھا، اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہو گئے، پورا سفر بالکل انجانا تھا، راستہ بھی انجانا اور جان کا بھی خطرہ تھا، سفر بھی اچانک ہوا؛ اس لیے کھانے، پینے کا کوئی سامان بھی نہیں تھا، کوئی راستہ بتانے والا بھی نہیں تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:

عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾ (القصص)

مجھے میرے رب پر یقین ہے کہ وہ مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

دیکھو! اللہ کے نبی کو جب تکلیف آئی تو اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔

فرشتے کا رہبر بننا

میری دینی بہنو! جب نبی تکلیف کے وقت اللہ سے دعا کرے تو ہمیں بھی اللہ

سے دعا کرنا چاہیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا اور اس نے مدین کے راستے کی رہبری کی۔ یہ انسان کو اللہ کی طرف سے دیا ہوا کمال ہے کہ فرشتہ اس کی رہبری کرے۔

سفرِ بامشقت

حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے آٹھ دن چلتے رہے، پورے راستے میں درخت کے پتے چبانے پڑے، جس کی وجہ سے پاخانہ ہرے رنگ کا ہونے لگا، کھانے کا کوئی سامان نہ تھا، نبی کو تکلیف اٹھانی پڑی، اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناخن تک گر گئے اور آٹھ دن لگاتار سفر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے۔

مدین شہر

مدین یہ مصر سے ایک الگ شہر تھا، یہاں فرعون کی حکومت نہیں تھی، بالکل نئی جگہ، انجانا شہر، کہاں جائے؟ کس کے گھر جائے؟ کس سے مدد مانگے؟ کوئی جان پہچان والا نہیں، کوئی رشتے دار نہیں، کوئی تعلق والے نہیں، بس اتنی بات تھی کہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جدِ امجد (Grand father) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔

کہتے ہیں کہ: یہ شہر مدین ''ابنِ ابراہیم'' کے نام سے موسوم ہے؛ کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاندان، یہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاندان ہے؛ لیکن وہ خاندانی رشتہ دار کون ہیں؟ ان کا کیا نام ہے؟ وہ کہاں رہتے ہیں؟ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں جانتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا دو بے سہارا عورتوں کی مدد کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین شہر میں پہنچے، وہاں شہر کے باہر پانی کا ایک کنواں تھا اور ہماری بڑی عمر کی (Old) بہنیں، جو انڈیا میں رہ چکی ہیں، وہ جانتی ہیں کہ ہمارے یہاں پہلے زمانے میں ہر گاؤں میں گاؤں سے باہر پانی کی ایک جگہ ہوتی تھی، جہاں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلاتے تھے، یہ گاؤں کے کنارے پر ایک جگہ ہوتی ہے، جس کو عربی میں فنائے بلد کہتے ہیں۔

اپنے مفاد کے لیے کمزوروں پر ظلم اور حق تلفی

حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کی فنا میں پہنچے، جہاں پر ایک کنواں تھا اور بہت سارے لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ.

ترجمہ: اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو لوگوں کے ایک مجمع کو دیکھا کہ (کنویں سے پانی کھینچ کر اپنے جانورروں) کو پانی پلا رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ شہر میں جانور پالنے والے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے آئے ہیں، پانی پلانے والے سب مرد تھے اور یہ سب پانی پلانے والے بڑے بخیل، کنجوس قسم کے لوگ رہے ہوں گے، ان کی عادت تھی کہ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر فارغ ہو جاتے تھے، اس کے بعد کنویں پر بڑی بھاری چٹان یا بڑا بھاری پتھر رکھ دیتے تھے؛ تا کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص پانی نہ پلا سکے اور یہ پتھر اتنا بڑا ہوتا تھا کہ دس آدمی اس کو نہ اٹھا سکتے تھے۔

ایسے غرض پرست لوگ آج بھی دنیا میں رہتے ہیں، اللہ ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے، بس ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ میں کھاؤں، پیوں، دوسرے بھوکے اور پیاسے رہے۔

خیر! یہ سب جانوروں کے مالک وہاں کنویں پر جمع ہیں اور اپنے جانوروں کو سیراب کر رہے ہیں۔

مدین کے کنویں کے قریب دو باحیا لڑکیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام آٹھ دن کے تھکے ہوئے، درخت کے پتے چبا چبا کر سفر کیا ہے، بھوک بھی لگی ہوئی ہے، بالکل نیا شہر ہے، کنویں پر چرواہوں کی بھیڑ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سب منظر دیکھ رہے ہیں، اچانک ان کی نظر دو لڑکیوں پر پڑی، وہ دونوں بہنیں تھیں جو دور کھڑی ہوئی تھیں، اللہ کا فرمان ہے:

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ. (القصص)

ترجمہ: اور ان (پانی پلانے والے لوگوں میں) سے ایک طرف دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں۔

اللہ اکبر! یہ دونوں لڑکیاں جوان تھیں، ان دونوں کے پاس جانور تھے؛ لیکن یہ دونوں دور کھڑی ہو کر انتظار کر رہی تھیں، اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے ان مردوں کے قریب بھی نہیں آ رہی تھیں۔

انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لیے دنیوی بھلائی کی بھی فکر کرتے ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی ہوگی اور تعجب بھی ہوا ہوگا،

آپ ان دونوں کے پاس گئے۔

ایسی ضرورت کے وقت بھی اللہ کے نیک بندے شرم سے اپنا سر نیچا کر کے پوچھتے ہیں اور بقدرِ ضرورت بات کرتے ہیں، ہمارے دین نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ جب کسی عورت کو کسی تکلیف میں دیکھو تو بات کرنا جائز ہے، ان کو کسی تکلیف میں دیکھے تو ان کی مدد کے لیے حال پوچھ کر حتی الامکان مدد کرنی چاہیے؛ لیکن فتنہ وجود میں نہ آئے اس کا خاص خیال رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ: مَا خَطْبُكُمَا؟

تمھارا کیا حال ہے؟ کیوں تم دونوں دور کھڑی ہو؟ تم پانی نہیں پلاتی ہو؟

معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی جیسے اپنی امت کے لیے دین کی فکر کرتے ہیں، ویسے ہی دنیا کی ضرورت کی بھی فکر کرتے ہیں، امت کے لیے، انسانیت کے لیے دینی خیر خواہی کے ساتھ دنیوی بھلائی کی فکر کرنا بھی نبیوں کی مبارک سنت ہے۔

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں عورتوں سے خود پوچھا کہ: یہاں کوئی اور کنواں ہے؟ اس لیے کہ سامنے والے کنویں پر بھیڑ تھی، تو انھوں نے بتلایا کہ: ایک اور کنواں ہے؛ مگر اس کے منہ پر ایک بہت بھاری پتھر رکھا ہوا ہے جسے اٹھانا آسان نہیں ہے، تب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے اور اس پتھر کو اٹھا کر بکریوں کو پانی پلایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے سہاروں کی مدد فرماتے تھے

خود ہمارے آقا تاجدارِ مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ میں جو عورتیں

بے سہارا ہوتی تھیں، ان کی خدمت کرتے، پانی بھر لاتے اور دوسرا بھی بہت سارا کام کر دیا کرتے تھے۔

ضعیفوں کی خدمت نجات کا ذریعہ ہے

میری دینی بہنو! ایسے غریب اور کمزور اور بے سہاروں کی خدمت کا جذبہ پیدا کرو، چاہے ہم ان کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، ان شاء اللہ! آپ کی یہ خدمت دنیا اور آخرت میں کام آئے گی اور جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گی، دنیا میں راحت کا ذریعہ بنے گی، علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

تمنا دردِ دل کی ہے، تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یعنی اگر تمنا ہے تو غریبوں کی، فقیروں کی، بیماروں کی خدمت کرو، یہ قیمتی گوہر، قیمتی موتی مال داروں اور بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملے گا، اسی طرح یہ بھی ذہن میں رکھو کہ اگر آپ کے گھر میں ضعیف ماں باپ، ساس خسر وغیرہ ہوں تو ان کی خدمت کرو، ان شاء اللہ! آپ کی یہ خدمت دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنے گی۔

خسر کی خدمت کا عجیب واقعہ

میرے ایک بزرگ ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ناظمِ کتب خانہ حضرت مولانا موسیٰ صاحب بھڑکودروی دامت برکاتہم ہیں، ان کی اہلیہ کو ہم لوگ ''خالہ جان'' کہتے ہیں، ان کے گھر کا قصہ ہے، مولانا کے والد کوئی خاص مال دار آدمی نہیں تھے، ان کا

گذران ٹھیک ٹھاک چلتا تھا، کسی موقع پر قرض کی ضرورت پیش آئی تو خود مولانا کی اہلیہ نے کچھ بچت اور مہر وغیرہ کی جمع رقم میں سے قرض دیا اور طویل عرصہ گذرا؛ لیکن وہ خسر قرض کی رقم بہو کو لوٹا نہ سکے۔

جب وہ خسر بیمار ہوئے اور زندگی سے مایوس ہونے لگے تو اپنی بہو کو کہا کہ: بیٹی! جو رقم تو نے مجھے دی تھی، میرے پاس اس رقم کے ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، زندگی کی اب امید بھی نہیں، کمانے کی طاقت بھی نہیں، کیا کروں؟

ان کی بہو نے اپنے خسر کو کہا کہ: اے میرے ابا! میں نے جو پیسے آپ کو قرض دیے تھے، میں اس کو معاف کرتی ہوں؛ یعنی آپ سے واپس نہیں لینا چاہتی ہوں، وہ قرض آپ کے لیے ہدیہ ہے۔

ان کے خسر نے جب یہ سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ایک بہو ہو کر یہ جذبہ رکھتی ہے، وہ مغرب کا وقت تھا، بوڑھے خسر نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے اپنی بہو کے لیے دعا کی، چند دنوں کے بعد مولانا کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا، اللہ نے ان کی دعا کی برکت سے اس بہو کو اتنا نوازا کہ وہ اور ان کے شوہر (مولانا) اور ان کے چار بچے آج دنیوی اعتبار سے بھی بڑے خوش حال ہیں، دین داری بھی اتنی ہے کہ ان کے تمام بچے حافظ، عالم اور قاری بن گئے۔

میری دینی بہنو! کسی کی دعا کب لگ جائے، ہم نہیں کہہ سکتے؛ اس لیے گھر میں بوڑھے ماں باپ، اپنی ساس اور خسر وغیرہ کی خدمت کر لیا کرو، ان کے دل کی دعا ہماری دنیا اور آخرت دونوں بنا دے گی۔

بھیڑ بھاڑ کے موقع پر ان دونوں عورتوں کا پاکیزہ طرزِ عمل

میری دینی بہنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو لے کر ایک جگہ کھڑی تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کرنے پر جواب دیا:

قَالَتَا لَا نَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَ اَبُوۡنَا شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: ان دونوں نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلا کر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں۔

ان دونوں نے جواب دیا جس کا حاصل یہ تھا کہ وہاں کنویں پر مردوں کی بہت بھیڑ ہے، ہم اس میں جانا نہیں چاہتیں، ہم مردوں کے اختلاط سے بچنے کے لیے دور رہتی ہیں، جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے، تب ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں گے۔

اللہ اکبر! ان کا یہ جواب ہمارے واسطے ایک سبق ہے، کیسی نیک اور کیسی پاک سوچ والی یہ لڑکیاں تھیں اور کیسا ان کا پاکیزہ طرزِ عمل تھا!!!

بے پردگی کی نحوست

اس لیے میری دینی بہنو! جہاں مردوں کا مجمع ہو، وہاں سے اپنے آپ کو دور رکھو، بازار وغیرہ جہاں بھی مردوں کا مجمع ہو وہاں مت جاؤ، اگر آپ جاؤ گی تو آپ کے بدن کے ساتھ مرد قصداً اپنا بدن مس (Touch) کریں گے، تم بھی حرام کام اور گناہ میں پڑو گی اور مردوں کو بھی حرام میں مبتلا کرو گی، خاص کر شادی کے موقع پر، کھانے کی

دعوتوں کے موقع پر اور جہاں پر مردوں کا آنا جانا ہوا کرتا ہے، جہاں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ ہوتی ہے، ایسے مجمع سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے، آج گناہ اور برائیاں جنم لے رہی ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا آپس میں اختلاط ہو رہا ہے جس کی وجہ سے حرام کام سامنے آتے ہیں۔

آج کی شادیاں انتخابی میلے

میری بہنو! جن شادیوں میں پردے کا انتظام نہ ہو، ایسی شادیوں میں بھی ہرگز نہ جاؤ، آج کی شادیاں بے پردگی، عریانیت، بدن کی نمائش، حسن کی نمائش کے میلے بن رہی ہیں، مرد اور عورتوں کا بے پردہ آزادانہ میل میلاپ ہوتا ہے، ہنسی مذاق ہوتی ہے؛ بلکہ جوان لڑکے اور لڑکیاں بن ٹھن کر شادیوں میں شریک ہوتی ہیں اور ان کے لیے تو نئے حرام تعلقات کی ابتدا کے مواقع فراہم ہوتے ہیں، شادیاں گویا کہ انتخابی میلے (Selection Function) بنتی جا رہی ہیں، بہت سے والدین اپنی جوان لڑکیوں کو بالقصد سجا کر بھیجتے ہیں کہ کوئی لڑکا اس کو دیکھ لے اور پسند کر لے۔

کالجوں میں ہونے والی خرابیاں

اسی طرح اپنی جوان لڑکیوں کو سمجھا دو، جو اسکولوں میں پڑھتی ہیں کہ جوان لڑکوں کے ساتھ کلاس میں نہ بیٹھیں، نہ ان کے ساتھ کھڑی رہیں، نہ ان سے بات چیت کریں، اسکول، کالج آج تعلیم کے بجائے فحاشی و عریانیت کے مرکز بن رہے ہیں، حرام تعلقات آج اسکول و کالج میں عام ہیں؛ بلکہ جو لڑکا اور لڑکی اس میں ملوث نہ ہو ان کو پرانے خیال کا (Backward) سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرد وعورت کا غیر شرعی اختلاط یہ وہ گناہ ہے جس نے حیا اور شرم کو ختم کر دیا ہے، اسلام کی پاکیزگی اور عفت کی روح کو مٹا دیا ہے اور زمین پر حرام کام اسی کی وجہ سے سامنے آرہے ہیں؛ اس لیے عورتوں کا اس طرح غیر شرعی طریقے سے پرائے مردوں کے پاس جانا، ان سے بات چیت کرنا، ان کے قریب جانا، یہ سب بڑے گناہ میں داخل ہے۔

مدین کی ان دو بہنوں کی مجبوری

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین شہر پہنچے تو دیکھا کہ یہ دونوں لڑکیاں پانی پلانے آئی تھیں؛ لیکن اب اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور آپ کو بھی شاید یہ سوال ذہن میں آیا ہوگا کہ دونوں لڑکیاں یہاں پانی پلانے کیوں آئیں؟ اپنے گھر سے کسی مرد کو بھیج دیتیں، اس کا جواب اس آیت میں ہے:

قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: ان دونوں نے جواب دیا: جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانور پانی پلا کر) واپس نہ لے جاویں ہم (اپنے جانوروں کو اس وقت تک) پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے ابا تو بہت بوڑھے ہیں۔

یعنی ہمارے ابا جان بہت ہی بوڑھے ہیں، کمزور ہیں اور شاید کوئی مرد خادم میسر نہ ہو کہ جو ان کی بکریوں کو پانی پلانے لے جاوے؛ اس لیے مجبوری میں پانی پلانے کے لیے ان کو خود آنا پڑتا ہو، ممکن ہے کہ آمدنی کے لیے بکریوں کو پالا ہو، اس کے دودھ سے گذران ہوتا ہو، ایسے بھی بکریاں پالنا حضراتِ انبیا علیہم السلام کی سنت رہی ہے،

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے بکریاں چرائی ہے۔

ایک مہلک چیز عورتوں کا ملازمت (Job) کرنا

میری دینی بہنو! اس واقعہ سے ہمیں سبق سیکھنے کو ملا کہ بغیر کسی مجبوری کے عورتوں کا دکانوں وغیرہ پر جانا شریعت کی نظر میں مناسب نہیں ہے، قدیم زمانے میں بھی شریف خاندانوں میں یہ بات معیوب سمجھی جاتی تھی کہ عورتیں کمانے کے لیے گھر سے باہر جائیں، خود عورتوں کی طبعی شرافت بھی اس بات کو گوارا نہ کرتی تھی۔

یہاں کا حال مجھے معلوم نہیں ہے، میں نے تو یہاں کا مارکیٹ بھی نہیں دیکھا، باقی انگلینڈ، کینیڈا، افریقہ وغیرہ کا حال یہ ہے کہ عورتیں بھی نوکری اور دکان پر جاتی ہیں اور لالچ تو یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو، مال زیادہ جمع ہو۔

میری دینی بہنو! یاد رکھو، تمھارا دکانوں میں ملازمت کرنا یا دکان چلانا بہت خطرناک ہے، کتنے گاہک ایسے ہیں جو محض عورتوں کی وجہ سے دکان پر آتے ہیں، ویسے بھی تجربہ کرلو! جہاں دکان پر دو کھڑے ہوتے ہیں، ایک مرد اور دوسری عورت تو دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جو عورتیں خریدار بن کر آتی ہیں وہ مرد کے پاس اور جو مرد خریدار بن کر آتے ہیں وہ عورت کے پاس جاتے ہیں اور خرید وفروخت کے دوران بات چیت، ہنسی مذاق وغیرہ کا سلسلہ ہوتا ہے، اس سے بھی حرام تعلقات وجود میں آتے ہیں۔

بلکہ بہت سے دکان دار، آفس والے قصداً جوان لڑکیوں کو کام پر رکھتے ہیں؛ تاکہ خود دکان کے مالکوں کے لیے تسکین کا سامان بنے اور گاہک بھی کھینچ کھینچ کر آئے، میں کہتا ہوں ایسی عورتیں دکان پر سامان نہیں؛ بلکہ اپنی عزت بیچ رہی ہیں، پرائے مرد

گاہک بن کر تم کو دیکھنے کے شوق سے آئیں گے، وہ کوئی چیز خرید نے نہیں؛ بلکہ تمھاری عزت خرید نے آئیں گے، وہ تمھارے پاک صاف چہروں پر ناپاک نگاہیں ڈالنے آئیں گے؛اس لیے تمھارا دکانوں پر بیٹھنا، کاؤنٹر پر رہنا، جہاں پرائے مرد آتے ہوں، شریعت کی نگاہ میں اچھا نہیں ہے۔

مدین کی ان دونوں بہنوں نے یہ بات ہم کو سمجھا دی کہ ہمارے ابا جان بوڑھے ہیں، اس مجبوری کی وجہ سے ہم کو باہر آنا پڑتا ہے، اللہ ہماری بہنوں کو یہ بات سمجھا دے کہ اس طرح گھر سے باہر بلا کسی مجبوری کے جانا فتنوں سے بھرا ہوا ہے؛اس لیے اس سے بچنا ہی چاہیے۔

عورتیں ہوں تو ایسی!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ دونوں مجبور ہیں، پریشان ہیں، کمزور ہیں تو فوری طور پر اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خدمت کا جذبہ پیدا ہوا، آگے بڑھے اور عجیب خدمت انجام دی، شہر کے بکریاں چرانے والے اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے گئے تھے اور اس کنویں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیا تھا کہ دس آدمیوں سے مل کر ہٹانا مشکل ہوتا تھا، وہ چرواہے ایسی گندی سوچ کے تھے، غرض پرست تھے کہ ہمارے سوا کوئی اس کنویں سے پانی نہ لیویں، اس بھاری پتھر کو یہ دونوں بہنیں کیسے ہٹا سکتی تھیں، وہ تو خود بڑا ڈول کھینچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی تھیں، ان دونوں کا حال یہ تھا کہ جب وہ چرواہے پانی پلا کر چلے جاتے تھے، اس کے بعد کنویں کے آس پاس گرا ہوا پانی اپنی بکریوں کو پلا کر چلی جاتی تھیں۔

کتنی باحیا لڑکیاں تھیں کہ وہ ان چرانے والوں کو یہ بھی نہیں کہتی تھیں کہ ہماری بکریوں کو پانی پلا دو، وہ جانتی تھیں کہ اس طرح انجانے مرد کو ہم مدد کے لیے درخواست کریں گے تو وہ بھی گناہ کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ دیکھو! عورتیں ہوں تو ایسی ہوں۔

دل کو ہلا دینے والے دو واقعے

دینی بہنو! میں آپ کو دو قصے سناتا ہوں، اگرچہ ہیں تو ایسے ہی؛ لیکن ضرورت ہے کہ میں آپ کو بتاؤں، کیسے کیسے راستے سے شیطان صفت انسان تم کو پھنسا سکتا ہے، آپ کو امانت داری سے بتلا دیتا ہوں کہ ہمارے بارڈولی شہر میں ایک فیملی دوسرے شہر سے رہنے کے لیے آئی، اس میں ایک نوجوان لڑکی بھی تھی جو پہلے دوسرے شہر کے کالج میں پڑھتی تھی، ہمارے شہر میں انھوں نے ایک مکان کرائے پر لیا، ان کے بازو میں ایک دوسرے مسلمان رہتے تھے، اس نئی فیملی کے لیے ہمارے شہر میں کوئی جان پہچان والا نہ تھا اور ان کی لڑکی کا یہاں کے کالج میں داخلہ کرانا تھا، آخر کار اس پڑوس والے گھر سے ان کا تعلق ہونے لگا اور اس پڑوسی کے گھر کا ایک نوجوان بھی کالج جاتا تھا، ان لوگوں نے ان سے کہا کہ: ہماری لڑکی کا اس کالج میں داخلہ کرانے میں مدد کرو، وہ نوجوان مدد کے لیے تیار ہو گیا۔

بس! اللہ ہمارے آج کے والیوں کو معاف فرمائے، کیسی بے احتیاطی کرتے ہیں؟ کیسے شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ اور اس کو برا بھی نہیں سمجھتے۔

اس نئی فیملی نے اپنی بیٹی کو پڑوس کے نوجوان کے ساتھ کالج میں داخلے کے لیے بھیجنا شروع کر دیا اور داخلے کے وقت الگ الگ پیپرس (کاغذات کی کاروائی)

کے لیے ایک ہفتہ تک دونوں ساتھ میں آتے جاتے رہے،اس دوران میں ان دونوں میں ناجائز تعلق ہوگیا،آخر یہ حرام تعلقات (Love marriage) میں تبدیل ہوگئے۔

اس لیے میری دینی بہنو! بہت بچ کر رہو،کسی پرائے مرد سے مدد مانگنا بھی گناہ اور برائی کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اپنی جوان لڑکی کو کسی پرائے مرد کے ساتھ جانے دینا، اس طرح اس کو آزاد چھوڑ دینا، پرائے کے ساتھ اس کو ملنے دینا، چاہے وہ پڑوس کا آدمی ہو، چاہے اپنا کوئی غیر محرم رشتے دار ہو، بہت بڑا گناہ کا کام ہے اور یہ چیز آگے بڑھ گئی تو پھر ہوسکتا ہے کہ بعد میں آپ کو خون کے آنسو رونا پڑے، اللہ حفاظت فرماویں، آمین۔

دوسرا واقعہ علاج ومعالجہ کی لائن سے فتنہ

دوسرا قصہ یہ ہے کہ ہمارے ایک دینی بھائی ہے،ان کی بیوی پردے میں رہنے والی تھی، وہ بیمار ہوگئی، ہسپتال میں داخل کی گئی،شادی بھی بالکل نئی نئی تھی، اولاد بھی نہیں تھی، وہ دینی بھائی اپنے دینی اور دنیوی ضروری کاموں کے لیے جاتے،اس وقت ان کی والدہ اس مریضہ بیوی کے پاس رہتی تھی، اسی ہسپتال میں ایک مسلم لیڈی ڈاکٹر بھی تھی،اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کا ہسپتال میں آنا جانا تھا،اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کے ساتھ دینی بھائی کی بیوی کی آنکھیں مل گئیں،آخر ایسا ہوا کہ شادی والی زندگی برباد ہوگئی اس طرح کہ ہسپتال سے آنے کے چند دن بعد اس دینی بھائی کی جوان بیوی اس لیڈی ڈاکٹر کے بھائی کے ساتھ بھاگ گئی جس کے نتیجے میں اس کو طلاق دی اور ان کی ازدواجی زندگی برباد ہوگئی۔

شریعتِ مطہرہ کا منشا یہ ہے کہ معالجہ میں بھی احتیاط سے کام لیا جائے،حتی

الامکان مسلمان نیک ڈاکٹر سے معالجہ کروائیں، شریعت کا منشائے مبارک تو یہاں تک ہے کہ کوئی عورت بیمار ہو تو پہلے نیک زنانہ (Lady) ڈاکٹر کو تلاش کیا جائے، اگر نہ ملے تو مجبوری کے درجے میں مرد ڈاکٹر کے پاس جاویں اور وہ بھی اپنے شوہر یا کسی محرم کو ساتھ لے کر جائیں۔

میری دینی بہنو! یہ بہت اہم نکتہ (Weak Points) آپ کو بتاتا ہوں کہ کہاں کہاں سے آج حرام تعلقات ہو رہے ہیں اور کیسے کیسے گناہ وجود میں آ رہے ہیں؛ اس لیے اپنی جوان بہو، بیٹیوں کی خوب نگرانی رکھو، شریعت نے ہم کو بڑے اہم ضابطے اور قانون بتائے ہیں۔

پیغمبرانہ جذبۂ خدمت

بہر حال! حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے، پیغمبر کا فطری جذبۂ خدمت جوش میں آیا کہ تھکے ہوئے، بھوکے اور پیاسے ہیں اس کے باوجود غیرت آئی کہ میری موجودگی میں کمزور عورت ہمدردی سے محروم رہے؛ اس لیے قرآن کہتا ہے: فَسَقٰى لَهُمَا.

آپ نے پتھر ہٹایا اور وہ تو نبی تھے، طاقت والے تھے، دس آدمی نہ ہٹا سکے اتنا بھاری پتھر اکیلے موسیٰ علیہ السلام نے ہٹا دیا اور پانی نکال کر ان کی بکریوں کو پلا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت کا ظہور

کہتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف ایک ڈول پانی نکالا اور اس میں برکت کی دعا کی تو اتنی برکت ہوئی کہ تمام جانوروں کے لیے ایک ہی ڈول کافی ہو گیا، ایسے معجزات ہمارے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوئے ہیں، پانی پلانے کے بعد

دونوں لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں۔

پاک دامنی کا عجیب نمونہ

ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ.

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے، کہتے ہیں کہ: وہ ببول کا درخت تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عجیب اور وہ دونوں لڑکیاں بھی عجیب، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتنی بڑی خدمت کی کہ اتنا بڑا بھاری پتھر ہٹا کر ان کی بکریوں کو پانی پلایا؛ لیکن قربان جائیے ان لڑکیوں کی پاک دامنی پر، قرآنِ مجید کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہ ہنسیں، نہ مسکرائیں، نہ شکریہ کے کلمات کہے، وہ دونوں جانتی تھیں کہ اگر ہم پرائے مرد کے سامنے ہنس کر یا مسکرا کر شکریہ کے کلمات بھی کہہ دیں تو یہ بھی گناہ کا ذریعہ بن جائے گا۔

مزید تعجب کی بات یہ کہ اس پردیسی آدمی کو پوچھا تک نہیں کہ تیرا نام کیا ہے؟ تو کون ہے؟ تیرا موبائل نمبر کیا ہے؟ بس کام ہو گیا، گھر کی طرف چلنے لگیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثالی پاک دامنی

دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیے! مسافر ہیں، آٹھ دن کے بھوکے پیاسے ہیں، شہر میں کوئی جاننے والا نہیں، اتنی بڑی خدمت کے بعد بھی ان لڑکیوں سے کوئی سوال نہیں کیا، یہ بھی نہیں کہ ان دونوں لڑکیوں کو پوچھتے کہ: تمھارا نام کیا ہے؟ تمھارے ابا کا نام کیا ہے؟ تمھارا محلہ اور تمھارا گھر کہاں ہے؟ تم مجھے تمھارا نمبر دو، میں تم

کو اپنا نمبر دوں، نہیں نہیں، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پوچھا، نہ لڑکیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا۔ اللہ اکبر! یہ دونوں لڑکیاں بھی کیسی پاک دامن، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کیسے پاک دامن!!!

خدمت محض اللہ کے لیے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کے جذبات کیسے تھے؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مفت میں خدمت کی اور یہ بھی نہ کہا کہ: میں پردیسی مسافر ہوں، بھوکا ہوں، اپنے گھر سے روٹی لاکر دو اور نہ یہ کہا کہ: تم مجھے اپنے گھر لے چلو۔

ہمارا عمل اخلاص سے بھرا ہوا ہو

میری دینی بہنو! کوئی بھی خدمت کرو، کسی کو صدقہ اور خیرات دو اللہ کے واسطے دو، اس میں کوئی دنیوی غرض نہیں ہونی چاہیے، اللہ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ (الدھر)

ہم اللہ کے لیے کھلاتے ہیں، اللہ کے لیے صدقہ اور زکوۃ دیتے ہیں، اللہ کے لیے خدمت کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں کسی دنیوی بدلے کی امید بھی نہیں رکھتے اور جس کی خدمت کی یا جس کو خیرات دی اس سے کسی قسم کی شکرگزاری کی توقع بھی نہیں رکھتے کہ وہ ہم کو شکریہ کے کلمات کہے۔

سوال اللہ ہی سے ہو

خیر! وہ دونوں لڑکیاں چلی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے نیچے بیٹھ

گئے اور اللہ سے دعا کی: رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ (القصص)

ترجمہ: اے میرے رب! تو میرے لیے جو نعمت بھی بھیجے، میں اس کا محتاج ہوں۔

اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! میں ایک پردیسی مسافر ہوں، نئے شہر میں آیا ہوں، اے اللہ! بھوکا اور پیاسا ہوں، تو میری مدد کے لیے جو بھی اتارے گا، میں اس کا محتاج ہوں، جس طرح بھی تو میری مدد کرے، میں تیری مدد کا محتاج ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے مدد طلب کی، ان دونوں لڑکیوں سے مدد نہیں مانگی، ان دونوں لڑکیوں نے گھر جاتے ہوئے اس دعا کو سن لیا ہوگا اور گھر چلی گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے محتاج ہونے کا ذکر ہے، نئے شہر میں کوئی جان پہچان نہیں اس کا تذکرہ ہے، زندگی کی ضروریات کا تقاضا ہے، پھر بھی معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا کہ اللہ جو دیوے وہ میرے لیے کافی ہے، یہ ہماری شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی محتاجی کے موقع پر بھی ہم اللہ ہی سے سوال کریں۔

ایک اہم تنبیہ

ایک بات اور عرض کردوں، آج کل پتہ نہیں آپ کے یہاں یہ چیز ہوتی ہے یا نہیں، ہمارے یہاں ہوا کرتی ہے؛ اس لیے آپ سے عرض کرتا ہوں، اگرچہ بات اس طرح مجمع میں اور بیان میں کہنا نامناسب معلوم ہوتا ہے؛ لیکن عرض کرنا ضروری بھی ہے، ہوتا یہ ہے کہ جب ہماری کوئی بہن بیمار ہوتی ہے تو اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس اس کی دوسری کنواری بہن جاتی ہے، خاص کر ولادت وغیرہ کے موقع پر اور ظاہری بات ہے وہاں اس کا بہنوئی اور اس کے گھر کے دوسرے مرد بھی ہوتے ہیں، اس طرح

بہنوئی سے ناجائز تعلق پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے اور جس کے نتیجے میں آگے چل کر بہن، بہنوئی کی ازدواجی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بہن کی طلاق ہوگئی اور بہنوئی کی سالی سے شادی ہوگئی۔

بعض مرتبہ بہنوئی کے بھائی وغیرہ سے اس سالی کا ناجائز تعلق ہو جاتا ہے؛ اس لیے اس طرح جوان سالی کا اپنی بہن کی سسرال میں خدمت کے لیے چلے جانا فتنے کا باعث ہے؛ اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے، ہماری شریعت بہت پاکیزہ شریعت ہے۔

سالی بہنوئی کے لیے نامحرم ہے

ایک مسئلہ سن لو! سالی کا بہنوئی کے سامنے آنا، اس سے بغیر پردہ بات کرنا، یہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے، سالی بہنوئی کے لیے محرم نہیں ہے اور آج تو ماحول ایسا ہے کہ سالی بہنوئی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی ہے، ہنسی مذاق کرتی ہے، بہنوئی کے ساتھ تفریح میں جاتی ہے، یوں کہتے ہیں کہ: سالی نائب (Deputy) بیوی کے درجے میں ہوتی ہے، ان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں گناہ وجود میں آتے ہیں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

سالی اور بہنوئی کے ناجائز تعلقات نے گھر اجاڑ دیا

ایک مرتبہ ہمارے مدرسے کے قریب ایک جگہ پر ایک لڑکی اپنی بہن کی خدمت کے لیے گئی، اس دوران اپنے بہنوئی کے ساتھ آنکھیں چار ہوگئیں اور اس کے نتیجے میں بہنوئی سالی کو لے کر فرار ہو گیا اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور سالی

کے ساتھ رہنے لگ گیا، وہ عورت بے چاری بچوں والی تھی اور اسی کی بہن سے شوہر کا ناجائز تعلق ہوا اور اسی کی سگی بہن نے اپنی بہن کے گھر کو برباد کر دیا۔

اس لیے میری دینی بہنو! شریعت کی حد کو سمجھو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ بہنوئی تمھارے لیے محرم نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ہنس ہنس کر بات کرو؛ لہذا ہر موقع اور ہر معاملے پر بہت سنبھلنے کی ضرورت ہے، اللہ ہماری عزت اور ہماری پاک دامنی کی حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں پر دو احسان کیے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں لڑکیوں پر دو طرح احسان فرمائے، ایک تو انتظار کی تکلیف سے ان کو چھٹکارا دلا دیا، دوسرا یہ کہ اپنے مبارک ہاتھوں سے پانی پلا دیا، وہ جب اپنے گھر پہنچیں تو روزانہ کے مقابلے میں وقت سے پہلے جلدی پہنچی تھیں۔

اولاد کی نگرانی

لڑکیوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی دونوں لڑکیوں سے کہا کہ: تم آج وقت سے پہلے جلدی آ گئیں؟ کیا بات ہے؟

اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کے ٹائم ٹیبل پر کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ بیٹا کتنے بجے مدرسے جاتا ہے اور کب پہنچتا ہے؟

کتنے بجے مدرسہ سے نکلا اور کب گھر پہنچا؟

چھٹی کب ہوئی اور یہ کتنے بجے گھر آیا؟

اس کے ٹائم ٹیبل پر نظر رکھنا ہر ماں باپ کی ذمے داری ہے، اگر ان پر ہم نظر

نہیں رکھیں گے تو اسکول اور مدرسے کے علاوہ کا وقت دوسری جگہوں پر جا کر برباد کر دیں گے، لڑکا اپنے دوست (Friend) کے ساتھ اور لڑکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ وقت بیکار کر دے گی اور ہم بخوبی واقف ہیں کہ بیکار وقت گزاری گناہوں کا سبب بنتی ہے اور یہ بھی نگرانی ہونی چاہیے کہ وہ مدرسہ یا اسکول جاتے بھی ہیں یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ گھر سے مدرسہ یا اسکول جانے کے لیے نکلے اور اپنے دوست یا سہیلی کے پاس جا کر بیٹھ گئے ہوں، یا کسی پارک میں، ہوٹل میں، تفریح گاہ میں چلے گئے ہوں، کبھی کبھی مدرسہ اور اسکول میں فون بھی کر لینا چاہیے کہ ہمارا بچہ یا بچی حاضر ہے یا نہیں؟

اسی طرح استاذ صاحب سے اولاد کی تعلیمی کیفیت بھی معلوم کرتے رہنا چاہیے، غرض! اپنی اولاد کے ٹائم ٹیبل پر نظر رکھنا یہ بہت مناسب اور ضروری بات ہے اور خدا کے نیک بندوں کا یہ طریقہ رہا ہے۔

ہماری اولاد کی دوستی کن لوگوں سے ہے اس کی نگرانی رہے

اسی طرح بیٹی یا بیٹا گھر سے باہر کس کے پاس جاتے ہیں؟

کس کی ملاقات کرتے ہیں؟

اس کے دوستوں (Friend circle) میں کون کون ہیں؟

ان کے ساتھ رہ کر کیا کام اور کیا پروگرام ہوتے ہیں؟

اگر اس طرح آپ کی نظر اپنی اولاد پر رہے گی تو ان شاء اللہ! آپ کی اولاد بہت سے گناہوں سے بچ جائے گی، تربیتِ اولاد کے سلسلے میں ہماری ذمے داری کیا ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ ان شاء اللہ! تفصیل سے عرض کروں گا۔

کام پورا ہو جائے تو جلدی گھر واپس آ جانا چاہیے

غرض یہ دونوں لڑکیاں جب گئیں تو والد کے سامنے دونوں نے پوری بات سنا دی کہ ابا جان! وہاں آج ایک پردیسی مسافر تھا، اس نے ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا اور ہم آسانی سے فارغ ہو گئیں۔

اِس میں ہم کو ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر جانا پڑے تو کام ہو جانے کے بعد جلدی گھر واپس آ جانا چاہیے، جیسے ان دونوں لڑکیوں کے جانوروں کو پانی مل گیا تو فوراً گھر چلی گئیں، یہ نہ ہو کہ کام جلدی پورا ہو جائے تو یہاں وہاں بیٹھ کر ہم اپنا وقت برباد کر دیں، ہم کو یہ بات خاص ان دو لڑکیوں کے طرزِ عمل سے سیکھنے کو ملی۔

احسان کرنے والے کو اس کا بدلہ دینا چاہیے

ان کے ابا ’’شیخ مدین‘‘ بہت سارے مفسرین کی رائے کے مطابق پیغمبر خدا حضرت شعیب علیہ السلام تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے جب جلدی واپس گھر لوٹنے کے بارے میں اپنی لڑکیوں سے پورا واقعہ سنا تو فوراً اپنی ایک بیٹی سے کہنے لگے کہ: بیٹی! اس اجنبی مسافر کو گھر بلا کر لاؤ۔

دیکھیے! شیخِ مدین کے قلب میں کیسا حسنِ سلوک کا جذبہ ہے، ایک پردیسی آدمی نے خدمت کی، بکریوں کو پانی پلا دیا، تو ان کو گھر لانا چاہیے؛ تاکہ ان کو انعام دیا جائے، پانی پلانے کی مزدوری دی جائے، جب اس اجنبی نے خدمت کی ہے تو ہم کو اس کی خدمت کا بدلہ دینا چاہیے۔

اِس میں یہ سبق بھی سیکھنے کو ملا کہ جب ہم پر کوئی احسان اور اچھائی کا برتاؤ کرے تو اس کو کچھ انعام، کچھ بدلہ ضرور دینا چاہیے، کوئی ہم کو ہدیہ (Gift) دے، دعوت کرے تو ہم کو بھی اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ دینا چاہیے، یہ اخلاقی بات ہے، قرآن میں بھی ارشاد ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ (الرحمن)

احسان کا بدلہ احسان سے، ہدیہ کا بدلہ ہدیہ سے دینا چاہیے، حدیث میں ہے کہ آپس میں ہدیہ دو، محبت بڑھے گی، یہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بھی سنت رہی ہے۔

ایک لڑکی کو بھیجنے کی وجہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی اس اجنبی مسافر کو بلانے کے لیے چلی۔

اچھا! یہاں یہ سوال نہ کرنا کہ ایک ہی لڑکی کو کیوں بھیجا؟ ہوسکتا ہے کہ گھر میں بکریاں باندھنا اور اس کا دودھ نکالنا اور دوسرے بہت سارے کام کاج رہے ہوں، نیز چوں کہ دن کا وقت تھا اور مدین ایک شہر تھا جس میں لوگوں کی آمد ورفت ہوتی ہے اور دن کے وقت اس زمانے کے پاکیزہ ماحول میں فتنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا؛ اس لیے صرف ایک ہی بیٹی کو بھیجا۔

اس دور میں آج کی طرح شہروں میں علانیہ برائی کرنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوتی تھی، آج تو برسرِ راہ علانیہ برائیاں ہو رہی ہیں، کوئی روکنے والا نہیں؛ بلکہ اس کو برا سمجھتے بھی نہیں۔

چنانچہ ایک بہن بلانے کے لیے آئی، اللہ اکبر! جب یہ بیٹی گھر سے چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی، اس وقت کا منظر سنو۔

اللہ تعالیٰ کو کیسی چال پسند ہے؟

میری دینی بہنو! اس لڑکی کی چال کیسی ہوگی؟ اس کا حال کیا ہوگا؟ اس لڑکی کے چلنے کے انداز کو اللہ نے اتنا پسند فرمایا کہ اس چال کو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، ارشادِ ربانی ہے: ﴿فَجَآءَتۡهُ إِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِيۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ﴾

ترجمہ: سو (تھوڑی دیر کے بعد) ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک شرم وحیا سے چلتی ہوئی (موسیٰ علیہ السلام کے پاس) آئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ایک لڑکی ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تو اس کی چال حیا اور شرم سے بھری ہوئی تھی، اپنی نظروں کو نیچی کر کے شرافت کے ساتھ، اپنے بدن کو چھپا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی۔

معلوم ہوا کہ عورت کی چال ایسی ہونی چاہیے، عورت بے باک رہے یہ ہرگز مناسب نہیں، جو عورت اس انداز سے چلے کہ اس میں اعضا کی نمائش ہو، اعضا کی حرکت ایسی ہو کہ جو مردوں کو نظارے کی دعوت دیوے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

عورت کی سب سے بڑی خوبی حیا ہے

دینی بہنو! حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تھی، اس کا نام ''صفورہ'' تھا، وہ چھوٹی لڑکی تھی، اسی سے بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا اور جس انداز سے وہ چلتی ہوئی آئی، اللہ نے اس کو قرآن میں بیان فرما دیا اور ساتھ ہی حدیث پاک بھی سن لو! اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

الحیاء شعبة من الإیمان. (بخاری ج۱ ص:۶، مسلم ج۱ ص:۴۷)

ترجمہ: حیا اور شرم ایمان کا ایک حصہ ہے۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

اذالم تستحي فاصنع ماشئت. (بخاری ج ۲/ کتاب الادب/ ص: ۹۰۴)

جب حیا و شرم ختم ہو جائے تو پھر تم آزاد ہو جاؤ گے، اپنی مرضی سے جو چاہو گے کرو گے، ایک عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں شرم اور حیا ہو، شرم و حیا اس کا سب سے بڑا کمال ہے۔

میری دینی بہنو! جب تم گھر سے نکلو تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی جو چال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، اس انداز سے نکلو، تمھاری نظریں نیچی ہوں، بدن چھپا ہوا ہو، قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت اس طرح نکلتی ہے کہ اس کی چال سے زیورات کے بجنے کی آواز آتی ہے، ایسی چال کو شریعت میں پسند نہیں کیا گیا، یہ چیز مردوں کو عورتوں کی طرف مائل کرنے کا ایک ذریعہ ہو سکتی ہے؛ بلکہ ممکن ہے کہ زیورات کی آواز مردوں کے لیے کبھی چہرہ دیکھنے سے بھی زیادہ بڑا فتنہ بن جائے، باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ. (النور: ۳۱)

اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انھوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے۔

شادی کے لیے چھوٹی بڑی کرتے رہنا

یہاں ضمناً ایک نکتہ سمجھ لو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی چھوٹی بہن سے ہوئی،

یہ تفسیری روایت ہے اور بڑی لڑکی کا اس وقت تک نکاح ہو گیا ہو ایسا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، معلوم ہوا کہ نیک اور مناسب رشتہ جس بیٹی کے لیے بھی مل جاوے، طے کر کے شادی کروا دینا چاہیے۔

بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ یوں کہتے ہیں: ابھی بڑی کنواری ہے پھر چھوٹی کی کیسے شادی کرائیں؟ ان سب باتوں میں نہیں رہنا چاہیے؛ بلکہ مناسب رشتہ ملنے پر چھوٹی کو مقدم کر کے شادی کروا دیں اور بڑی کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، دعا بھی کریں۔

عورتیں ضرورت کے وقت گھر سے کس طرح نکلیں؟

میری دینی بہنو! جب گھر سے نکلو تو نظریں نیچی رکھ کر چلو، کہیں ایسا نہ ہو کہ پرائے مرد سے نظر مل جائے اور آنکھیں چار ہو جائے اور یہ نظر ہونٹوں پر ہنسی اور مسکراہٹ لا دے اور یہ چیز پھر گناہ کا ذریعہ بن جائے، حدیث میں آتا ہے کہ کوئی عورت اس طرح گھر سے نکلے کہ لوگ اس کا جسم دیکھے تو اس کے بارے میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیه. (مشکوۃ ج:۲/ص:۲۷۰)

اللہ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا جائے اس پر؛ یعنی اس عورت پر بھی لعنت اور ان دیکھنے والے مردوں پر بھی لعنت۔

میری دینی بہنو! کتنی خطرناک وعید حدیث میں ہے، آج بہت ساری ہماری بہنیں گھروں سے باہر نکلتی ہیں، چست (Fitiing) والے اور ناقص کپڑوں میں، جنس اور ٹی شرٹ میں، بال اور چہرہ کھلا رکھ کر، پرفیوم لگا کر، اللہ ہی حفاظت میں رکھے ان

گناہوں اور لعنت کے اسباب سے، آمین۔

میری دینی بہنو! جب اللہ کی لعنت ہوتی ہے تو دنیا اور آخرت برباد ہوجاتی ہے، اللہ کے واسطے اپنی ذات پر رحم کرو اور ایسے کپڑوں میں ایسے انداز سے گھر سے نکلو جو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کا انداز قرآن میں بیان ہوا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، کیسا لباس پہنتی تھیں، عورتوں کے کپڑوں کے متعلق آگے مستقل مضمون ان شاء اللہ! آوے گا، اسی طرح کسی بیان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کرتے کا نقشہ بتاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے کرتے کا دیدار مجھے نصیب فرمایا ہے، سیدھا سادا، ڈھیلا، موٹا کرتا استعمال کرنا ان کی عادتِ شریفہ تھی۔

مجبوری کے وقت پرائے مرد سے بات کرنے کا طریقہ

وہ لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس لڑکی نے آکر پہلا کام یہ کیا کہ اپنی آستینیں اپنے چہرے پر رکھ دی اور منہ چھپا کر آہستہ سے کہا:

﴿قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾

اے پردیسی مسافر! میرے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں، آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا، میرے ابا آپ کو انعام یا اجرت دینا چاہتے ہیں۔

اللہ اللہ! کیسی شرم والی لڑکی تھی، اس کی بات کا انداز دیکھو، کہنے کا انداز بھی حیا

اور شرم والا ہے، کیا کہا؟ میرے ابا بلاتے ہیں، یہ نہیں کہا کہ: میرے ساتھ چلو، میں تم کو دعوت دیتی ہوں، میں تم کو بلاتی ہوں۔

میری دینی بہنو! اس لڑکی سے پرائے مرد کو بلانے کا طریقہ سیکھو، آج یہ جو ماحول ہے کہ جس میں غلاظت پھیل رہی ہے اپنے محرم رشتے دار کو چھوڑ کر عورت پرائے مرد سے بلا واسطہ تعلقات رکھتی ہے، شوہر ایک طرف، باپ اور بھائی ایک طرف اور دوستی بلاواسطہ پرائے مردوں سے، یہ سب گناہوں کے اسباب ہیں، آپ کو اگر کسی ضرورت کے موقع پر پرائے مرد سے کوئی کام ہو تو درمیان میں آپ کے محرم مرد کو سفیر بناؤ، یہ بات بہت ضروری ہے۔

کسی پرائے مرد کو یہ کہنا کہ میں تجھے بلاتی ہوں، یہ فتنے سے خالی نہیں، میں آپ سے ایک بات عرض کردوں کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا عامل سے ملاقات کرنی ہو، وہاں بھی بلا واسطہ بات کرنا فتنہ سے خالی نہیں، اس میں بھی فتنے کے احتمالات ہیں؛ اس لیے اگر کسی عامل کے پاس جانے کی ضرورت پیش آجائے، یا کسی عالم کے پاس کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو اپنے شوہر، بھائی، باپ وغیرہ کو ضرور ساتھ رکھو۔

عامل یا پیر صاحب سے تعلق کا ایک بہترین طریقہ

عامل یا پیر صاحب سے پردے ہی سے بات چیت رکھو، اپنے محرم مرد کو ساتھ میں رکھو، اپنے محرم کو سفیر بناؤ، تعارف کا طریقہ یہ ہے کہ فلاں کی بیوی یا فلاں کی بہن یا فلاں کی بیٹی، خط و کتابت میں بھی یہی طریقہ اپناؤ، بلا واسطہ فون نہ کرو، نیز اس عامل صاحب یا پیر صاحب کی بیوی، بیٹی یا بہن وہاں موجود ہو تو بہتر ہے۔

خوب صورت جوان کا تنہائی میں آنا اور مریم رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل

میری دینی بہنو! قرآن میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں کیا عجیب لفظ ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا جہاں تنہائی میں تھیں اور حضرت جبرئیل امین خوب صورت کامل مرد کی شکل میں آئے، تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا:

قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ (المریم)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا چوں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچان نہ سکیں؛ اس لیے کہا: اے مرد! اگر تو تقوے والا ہے، پرہیز گار ہے، بزرگی والا ہے، تب بھی میں اللہ سے پناہ مانگتی ہوں، تو میرے قریب مت آنا۔

اس آیت سے سبق ملتا ہے کہ سامنے والا چاہے کتنا بڑا تقوے والا ہو، جب کسی مجبوری اور ضرورت کے وقت اس کے پاس جاؤ، تو محرم کے ساتھ جاؤ، شرعی حدود کے لحاظ کے ساتھ جاؤ۔

بے احتیاطی کا ایک واقعہ

میری دینی بہنو! آپ کے فائدہ کے لیے بتلادوں، ایک جگہ ایسا قصہ ہوا کہ ایک بڑے عامل ہے اور وہ عالم بھی ہے، کسی کے گھر تعویذ وغیرہ کے لیے آتے جاتے تھے، وہاں ایک جوان بیٹی کو جنات یا جادو کا اثر تھا، اللہ جانے اس لڑکی کو جنات تھا یا جن کے نام سے کوئی مجنون تھا، اس لڑکی کا علاج شروع ہوا، علاج کے عنوان سے بے تکلفی بڑھنے لگی، والدین اور ذمے دار بھی ایسے مواقع پر بڑی بے احتیاطی برتتے ہیں، اسی بے احتیاطی کے نتیجے میں عامل صاحب اور اس لڑکی کے درمیان محبت ہوگئی، اس

میں آگے بڑھتے ہوئے گناہ تک کی نوبت آئی اور آج نتیجہ یہ ہے کہ اس عامل کی پہلی بیوی اور بچے بھی ہیں اور یہ جوان لڑکی اس کے چکر میں پھنس گئی، آخر کار اس عامل کے ساتھ کا تعلق نکاح میں تبدیل ہوگیا، ایسے معاملات اور چکر دنیا میں ہو رہے ہیں۔

دوسرا دردناک واقعہ

میرے مشفق مولانا محمد صاحب پٹیل مدظلہ العالی (صاحب زادۂ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم) نے بتایا کہ ایک جوان عورت ایک عامل کے ساتھ تعلق میں آگے بڑھ گئی اور پھر عامل صاحب سے حاملہ بھی ہوگئی۔

ایک تیسرا واقعہ

ہمارے یہاں سورت کے پڑوس میں ایک دیہات میں ایک کالج میں پڑھی لکھی لڑکی محلے کی مسجد کے امام صاحب کے پاس عملیات کے لیے آنے جانے لگی، اس میں تعلق آگے بڑھ گیا، پھر امام صاحب اور وہ لڑکی دونوں فرار ہوگئے، طویل عرصے تک فرار رہنے کے بعد پتہ چلا کہ دونوں کہیں دور شہر میں جاکر آباد ہوئے ہیں، شادی کر لی ہے، مولوی صاحب کی پہلی بیوی اور کئی بچے اور بچیاں بھی تھیں، پھر نئی بیوی کے چکر میں پرانی بیوی بچوں کو بھی وہ امام صاحب بھول گئے؛ اس لیے عاملوں کے پاس علاج ومعالجہ میں محرم مرد کو واسطہ بناؤ یہ مناسب ہے۔

عورتوں کے سامنے ظاہری اچھے عنوان سے بھی بعض فتنے

میرے قریبی رشتے داروں میں ایک جوان لڑکی برطانیہ سے آئی تھی، اس کا

علاج تعویذ وغیرہ کسی عامل سے شروع ہوا، عامل تھے تو معمر آدمی، اس لڑکی کے لیے ہمارے رشتے داروں میں سے ہی شادی کے پیغام آنے لگے، اس لڑکی نے نادانی سے دو لڑکوں کے اور ان کی ماں کے نام اس عامل صاحب کو دیے کہ: میرے لیے جو لڑکا شادی کے لیے مناسب ہو استخارہ کر کے بتاؤ۔

عامل صاحب نے استخارہ کر کے بتایا کہ: یہ دونوں لڑکے غیر مناسب ہیں اور تمھاری شادی کے لیے استخارے میں میرے بیٹے کا نام آرہا ہے۔

اس لڑکی کو بہت حیرت ہوئی، اس نے مجھے بتایا، میں نے اس سے کہا کہ: تو نے ہی تو بڑی غلطی کی ہے کہ اس عامل صاحب کو استخارہ کا کام سونپ دیا، خود استخارہ کر۔

خیر! پھر اس کی شادی کسی اور جگہ ہوئی۔

اس لیے دینی بہنو! شادی وغیرہ کے استخارے خود ہی کرو، آپ دیکھیے! فتنے اچھے عنوان سے بھی آسکتے ہیں؛ اس لیے قرآن کا یہ لفظ آپ کے لیے بڑی نصیحت ہے، شیطان کا تو چیلنج ہے کہ بڑے سے بڑا تقوے والا مرد اور عورت اگر تنہائی میں جمع ہو جائے تو میں اس کے تقوے کو پھاڑ کر ختم کر دوں گا اور گناہ میں مبتلا کر دوں گا، ہاں! خدا کے مخلص اور چنے ہوئے بندے ہیں جو اس کے شر سے بچ سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی

واقعہ یہ چل رہا تھا کہ لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا: میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلانے کی خدمت اللہ کے واسطے کی تھی، بدلہ اور مزدوری لینا نہیں چاہتے تھے؛ لیکن مسافر تھے، پریشان تھے؛ اس لیے اس لڑکی کے

ساتھ چلے گئے کہ کوئی پہچان والا رفیق مل جائے گا، بھوکا ہوں، نئی جگہ ہے، کام بن جاوے گا، اس غرض سے چل پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلتے وقت اس لڑکی سے فرمایا کہ: تو میرے پیچھے چل اور میں آگے چلتا ہوں۔

اس لیے کہ لڑکی آگے ہوگی تو اس کے جسم پر نظر پڑے گی، اللہ اکبر! اللہ کے نبی میں کیسی پاک دامنی ہوتی ہے، تیز ہوا چلنے لگے اور اس کی وجہ سے پنڈلی کھل جاوے، اس پر نظر پڑ جاوے؛ اس لیے تو پیچھے چل؛ تا کہ اس طرح کا کوئی احتمال تک نہ رہے اور آج تو ہماری بہنیں ایسے کپڑے پہنتی ہیں کہ بالقصد اس میں پنڈلی کی نمائش ہوتی ہے، الامان والحفیظ!!!

محسن کو خود بلوانا شرافت کی علامت

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے بلانے آنے پر تشریف لے گئے، اس میں ایک نکتہ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ لڑکی کے والد شریف انسان معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے خود بلانے بھیجا؛ اس لیے اجنبی جگہ میں ان سے مفید مشورہ ملنے کی بھی توقع تھی، نیز دعوت کو رد کرنا بھی مناسب نہیں تھا؛ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات

غرض! حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی پیچھے چلتی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے آگے آگے چل کر اس کے گھر پہنچتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لڑکی کے ابا سے ملاقات کی، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کس

غرض سے آنا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۵

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی پوری بات بیان کی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے تسلّی دی اور فرمایا کہ: اے موسیٰ! مت گھبراؤ، یہ ہمارا مدین شہر مصر سے الگ ہے، یہ فرعون کی حکومت سے دور ہے، یہاں ظالم فرعون اور اس کی قوم کی حکومت نہیں ہے، اللہ نے تم کو سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچا دیا، یہاں تم کو کوئی پکڑ نہیں سکتا ہے۔

اللہ سے موسیٰ علیہ السلام کا جو سوال تھا کیسے پورا ہوا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین پہنچ کر باری تعالیٰ سے خیر کا سوال کیا تھا، باری تعالیٰ نے کیسے دعا قبول فرمائی کہ خیر سامنے سے تلاش کرتی ہوئی آرہی ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا فائدہ، اس خدا سے مانگو جو ہر چیز پر قادر ہے، دوسروں سے سوال کی ذلت سے بچ جاؤ گے اور وہ خدا عزت سے نوازے گا۔

موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام دونوں کا کمالِ اخلاص

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں پہنچے تو شعیب علیہ السلام نے کھانا پیش کیا، بھوک ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اولاً کھانا تناول نہیں فرمایا؛ کیوں کہ آپ کو اندیشہ تھا اس پانی پلانے کا یہ معاوضہ نہ ہوجاوے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صراحتاً ارشاد فرمایا کہ:

ہم ایسے لوگ ہیں کہ جو کام آخرت کے خاطر کرتے ہیں اس کے معاوضے

میں کوئی پوری زمین سونے سے بھر کر دیوے تو بھی اس کو قبول نہیں کرتے۔

تب حضرت شعیب علیہ السلام نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ایسا نہیں؛ بلکہ ہمارے خاندان میں بڑوں سے یہ عادت چلی آئی ہے کہ ہم مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا، پھر حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین اس بات چیت کے بعد کھانا پینا ہوا ہوگا۔

ابتدائی گفتگو اور کھانے کے بعد مسئلہ قیام کا مستقل حل

چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر خدمت اور کام کے لیے مرد کی ضرورت تھی اور ان کی لڑکیاں اب جوان ہوگئی تھیں؛ اس لیے مناسب نہیں تھا کہ بکریاں چرانے گھر سے باہر جائے، لہذا حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی نے اپنے والدِ محترم سے عرض کیا:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

ابا! ہمارے گھر میں کام کی ضرورت ہوتی رہتی ہے، آپ اس آدمی کو اپنے گھر کام کے لیے رکھ لو؛ کیوں کہ ایک نوکر میں جو خوبیاں ہونی چاہیے وہ اس میں موجود ہیں۔

نوکر کے اندر کونسی خوبیاں ہونی چاہیے؟

نوکر کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ طاقت والا ہو یعنی جو کام سونپا جاوے اس کو کرنے کے لیے ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی قوت ہو۔

اس لڑکی نے کہا: میں نے اور میری بہن دونوں نے اس کی طاقت کو دیکھا ہے کہ دس آدمی نہ اٹھا سکے اتنا بھاری پتھر اس اکیلے نے اٹھا لیا تھا اور پانی کی ڈول بھی

برابر کھینچ رہے تھے، ساتھ ہی کنویں سے مجمع بھی ہٹایا۔

نوکر کی دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ امانت دار ہو، پاک دامن بھی ہو، یہ نوجوان امانت دار اور پاک دامن بھی ہے۔

لڑکی نے کہا: میں نے اس کی دیانت داری دیکھی ہے کہ جب میں اس کو بلانے گئی تھی، اس وقت نیچی نظر سے مجھ سے بات کی اور چلتے وقت مجھے پیچھے کر دیا اور وہ آگے چلتے تھے، گویا دونوں صفتیں کامل طور پر اس میں موجود ہیں۔

نوکر سے پردہ ضروری ہے

میری دینی بہنو! شریعت کی نظر میں مناسب یہ ہے کہ جس گھر میں عورت ہی ہو، وہاں کام کرنے والی، خدمت کرنے والی بھی عورت ہی ہو اور باہر کے دوسرے کاموں کے لیے مرد کام کرنے والا ہو اور کام کرنے والا مرد گھر کی عورتوں کے پاس نہ آوے، اسی طرح کام کرنے والی عورت گھر کے مردوں کے پاس نہ آئے۔

بہت سی مرتبہ ان کام کرنے والے مردوں سے ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وہ گھر کی عورتوں سے حرام کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، سیٹھ کی لڑکی یا بیوی سے جوان ملازم کے ناجائز تعلقات اور فرار ہونا سننے میں آتا رہتا ہے۔

بعض جگہوں پر سننے میں آیا ہے کہ گھر کے مرد؛ کام کرنے والی خادمہ کے ساتھ حرام کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بعض لوگ تو خادمہ کو باندی کے درجے میں سمجھتے ہیں یہ سب غلط ہے؛ اس لیے شریعت کی اس حد (Border) کو آپ دھیان میں رکھیں کہ جس طرح اجنبی سے پردہ ضروری ہے، اسی طرح کام کرنے والوں سے بھی

پردہ ضروری ہے اور گھر کے مرد خادمہ سے اجنبیہ کی طرح دور رہیں۔

تین آدمی انسان کو صحیح پہچاننے والے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ: دنیا میں تین آدمی بڑے عقلمند اور دوسرے انسان کو صحیح پہچاننے والے ثابت ہوئے:

① عزیزِ مصر جس نے کم عمر خریدے ہوئے غلام یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے کمالات کو اپنے قیافہ سے معلوم کر کے بیوی کو یہ ہدایت دی:

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا. (یوسف:۲۱)

ترجمہ: اور مصر کے جس آدمی نے حضرت یوسف کو خریدا، اس نے بیوی سے کہا کہ: ''اس کو عزت سے رکھنا، مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا، یا پھر ہم اس کو بیٹا بنالیں گے''۔

② حضرت شعیب علیہ السلام کی وہ صاحب زادی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے والد سے کہا:

یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ۝۲۶ (القصص)

یعنی ابا جان! ان کو ملازم رکھ لیجیے؛ اس لیے کہ بہترین ملازم وہ شخص ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔

③ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنھوں نے اپنے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔ (ابن کثیر)

حضرت شعیب علیہ السلام کی عجیب فراست

الغرض! حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی معمولی آدمی نہیں ہے؛ بلکہ وہ اللہ کے ولی ہیں؛ اس لیے اس بیٹی نے اپنے گھر میں ان کو خدمت کے واسطے رکھنے کی درخواست کی، جب بیٹی کی یہ درخواست حضرت شعیب علیہ السلام نے سنی تو انھوں نے بھی بڑی فراست کا ثبوت دیا کہ خدمت کے لیے رکھنے کے بجائے خاندان کا ایک فرد بنالیا جائے اور کہا:

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ (القصص)

اس (لڑکی کے ابا) نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میری ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا تمھارے ساتھ نکاح کرادوں، نکاح کی شرط یہ رہے گی کہ تم میرے یہاں آٹھ سال اجرت پر کام کرو، سو اگر تم دس سال پورے کرو تو یہ تمھاری مرضی کی بات ہوگی، میں تمھارے اوپر تکلیف نہیں ڈالنا چاہتا، ان شاء اللہ! تم مجھے اچھا معاملہ کرنے والوں (بھلے لوگوں) میں سے پاؤ گے۔

دین داری دیکھ کر شادی کرنی چاہیے

اس نوجوان کو حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ: اے مسافر! میں تیرے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کروانا چاہتا ہوں؛ حالاں کہ حضرت شعیب علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کے پاس ہمارے شہر میں گھر نہیں ہے، آمدنی (Income) نہیں ہے، نہ ملازمت ہے،

نہ دکان ہے، نہ بینک میں جمع روپیے ہیں، نہ پیسے ہیں، نہ کار ہے، نہ کاروبار، اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو پردیسی مسافر ہے؛ لیکن حضرت شعیب علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ یہ مسافر نیک ہے، اللہ والا اور متقی ہے، دین دار ہے، میری بیٹی کے لیے نیک شوہر سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اگر چہ وہ غریب ہے؛ لیکن دین داری تو ہے؛ اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے سیدھی شادی کی درخواست کر دی۔

جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ بیوی کے حقوق ادا کرے گا

میں اپنی کنواری بہنوں کو خاص بات بتلاتا ہوں کہ شوہر کا انتخاب کرتے وقت پہلی چیز لڑکے میں دین داری دیکھ لینا چاہیے کہ وہ نیک اور نمازی اور اللہ والا ہے یا نہیں، اگر وہ نیک ہے تو ان شاء اللہ! تمھاری زندگی چین وسکون سے گذرے گی، جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہ کبھی آپ کو پریشان نہیں کرے گا، باقی مال ودولت سب کچھ ہے؛ لیکن دین داری نہیں ہے تو یاد رکھو کہ وہ آپ کو کب تک راحت اور چین وسکون دے اور کب دوسری راہ پر چلا جاوے اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے اور کب کسی اور کے چکر میں پھنس جائے، اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔

اس لیے میری دینی بہنو! جب بھی آپ اپنی بیٹی کے لیے شوہر تلاش کرو تو پہلے اس میں دین داری دیکھو، حضرت موسیٰ علیہ السلام دین دار تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی دی داری دیکھ کر سامنے سے شادی کی پیش کش کی۔

شادی کا پیغام کون دیوے؟

قرآن کے ایک لفظ پر غور کرو: اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَكَ.

اے موسیٰ! میں اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔

اس میں دو مسئلے سمجھنے کے ہیں: ایک یہ کہ لڑکی کا باپ خود شادی کا پیغام دے سکتا ہے، آپ کے گھر میں اگر کوئی جوان لڑکی ہے اور آپ نے کوئی دین دار لڑکا دیکھ لیا ہے تو آپ اپنے شوہر سے کہو کہ فلاں لڑکا نیک ہے، ہماری لڑکی کے لیے پیغام دو کہ ہم آپ کے لڑکے سے ہماری لڑکی کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود چل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ کے ساتھ آپ شادی کرلو۔

انھوں نے چند روز بعد معذرت کر دی۔

پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ: میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلو۔

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، ان کو پتہ چل گیا تھا کہ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، پھر واقعتاً حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

میری دینی بہنو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے سے پیش کش (Offer) کی، یہ طرزِ عمل سبق ہے؛ اس لیے اگر کوئی نیک اور دین دار لڑکا ہے تو پھر اس انتظار میں نہ رہو کہ وہ آکر ہم سے کہے؛ بلکہ ہم خود بھی پیغام بھیج سکتے ہیں اور یہ بات کوئی خلافِ شریعت نہیں ہے۔

رشتہ طے کرنے میں مشفق والدین کو ہی آگے رکھو

دوسرا بہت اہم نکتہ (Point) جو میں اپنی جوان بہنوں کو سمجھانا چاہتا ہوں، قرآن کے اس لفظ پر غور کرو: اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ.

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔

اس سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملا کہ لڑکیاں خود چل کر رشتہ طے کرنے کا کام نہ کریں؛ بلکہ یہ کام ان کے ماں باپ کریں گے، یہ قرآن کریم کے اندازِ بیان سے ہم کو سیکھنے ملا، نیز شریعت کا مزاج اور اس کی چاہت بھی یہی ہے، لڑکے اور لڑکیاں خود پسند نہ کریں۔

آپ برا نہ مانیں، مجھے کھل کر کہنے دیں کہ آج ہماری بہنوں میں یہ عادت پڑ رہی ہے کہ وہ خود اپنا رفیق تلاش کرتی ہیں، پھر وہ اپنے ماں باپ کو مجبور کرتی ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہی شادی کروں گی، ورنہ یہ کروں گی وہ کروں گی۔

میری دینی بہنو! یہ عادت بہت ہی خطرناک اور شریعت کے مزاج کے بالکل خلاف ہے، اس میں کتنے گناہ ہوتے ہیں، ایک لڑکی کسی دوسرے لڑکے کو شہوت سے دیکھتی ہے، تو آنکھ کے گناہ میں مبتلا ہوئی، پھر وہ لڑکی اس لڑکے کے ربط میں رہے گی، فون، میسیج یا انٹرنیٹ پر چیٹینگ (Chating) کے ذریعہ سے تعلقات بڑھیں گے، محبت نامے (Love Letter) کا سلسلہ شروع ہوگا وہ ایک مستقل گناہ، تو یہ ہاتھ اور کان کا گناہ ہوا، پھر آپ کی راتیں اور دن اس کے پیچھے قربان ہوں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جوان بہنوں کی اس سے حفاظت فرماوے۔

خود انتخاب کرنا مستقبل میں بڑے نقصان کا ذریعہ بن سکتا ہے

معاشقے والی شادی میں خیر و برکت نہیں

میری دینی بہنو! اس طرح انتخاب کا کام آپ خود کسی لڑکے کے ساتھ کرو، یہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، اس طرح ناجائز طریقہ اختیار کر کے جو شادی ہو گی تو اس شادی میں کوئی خیر و برکت نہ ہو گی، جیسے کہ کوئی عمارت بنائے اور اس کی بنیاد کچی ہو، پھر اوپر عمارت چاہے کیسی ہی پختہ تعمیر کر دیوے تو وہ بلڈنگ گر جاتی ہے، اسی طرح اگر تمھاری شادی والی زندگی کا آغاز حرام تعلق اور حرام محبت سے ہوا ہے تو اس شادی میں کبھی خیر و برکت نہیں آسکتی۔

جو لڑکا اپنے ماں باپ کو ناراض کر کے آج تم کو اپنا دل دے سکتا ہے، وہ کل تم کو ناراض کر کے کسی اور کو بھی تو دل دے سکتا ہے!

جس ماں نے نو مہینے پیٹ میں اٹھایا، جس ماں نے دو سال اپنی چھاتی سے دودھ پلایا، جس ماں نے تم کو بچپن میں بڑی محبت سے پالا، آج جب کہ تو جوان ہو گئی، اپنی ماں کو ناراض کر رہی ہے، یاد رکھو، میری دینی بہنو! اگر اپنی ماں کا دل دکھا کر آپ شادی کرو گی تو اس میں کوئی خیر و برکت نہیں ہو گی۔

یہی حال ہے اس لڑکے کا بھی کہ جو لڑکا اپنی ماں کو بھول جائے، ماں کو ناراض کر کے غلط تعلق کر کے تم سے شادی کر دیوے، وہ لڑکا تم کو بھی بھول سکتا ہے؛ چوں کہ عام طور پر ایسے رشتوں میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے والدین ناراض ہوتے ہیں، ایسے بہت سارے قصے ہمارے پاس موجود ہیں، اس قسم کی ازدواجی زندگیاں آج تلخیوں کا

شکار ہیں؛اس لیے ایسی غلطی کبھی مت کرنا، یہ ایک سیدھا راستہ ہے کہ اپنے ماں باپ سے انتخاب کرا کر پھر شادی کرو، یا جائز طریقہ سے کسی لڑکے کے متعلق آپ کو معلومات ہوئی ہے کہ یہ لڑکا مناسب ہے تو ماں باپ سے عرض کردو: فلاں لڑکا ٹھیک معلوم ہوتا ہے،اس سے رشتہ کی بات آگے بڑھاؤ، پھر ماں باپ پیغام دیوے، رشتہ طے کرے، اسی میں خیر وبرکت ہے۔

اگر کسی بہن کی عشق والی شادی(Love Marriage) یا کسی لڑکے سے ناجائز تعلق ہوگیا تو ایسی بہنوں سے میری درخواست ہے کہ رو رو کر اللہ سے توبہ کریں، بار بار صلوۃ التوبہ پڑھیں، رو رو کر آنسو بہا بہا کر اللہ سے اپنے پچھلے گناہ معاف کرائیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له (ابن ماجہ/باب ذکر التوبہ، ص:۳۱۳)

کوئی آدمی توبہ کرے تو گویا اس کے تمام گناہ مٹ گئے۔

نیز آپ کا تجربہ بھی کم ہے،آپ صرف اچھی آواز، حسین ادائیں دیکھ کر انتخاب کروں گی، والدین ان جذباتی اور عارضی چیزوں سے آگے کی چیزیں دیکھ کر انتخاب کریں گے؛اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان کے تجربے سے آپ فائدہ اٹھائیں۔

انٹرنیٹ اور موبائل کی نحوست

میری دینی بہنو! پچھلے دنوں ہمارے دار الافتاء میں انٹرنیٹ کے ذریعہ ناجائز تعلقات کا ایک قصہ آیا تھا، میرے استاذِ محترم حضرت مفتی عباس صاحب بسم اللہ دامت برکاتہم نے ہم کو یہ قصہ سنایا تھا کہ:

ایک لڑکی نے انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی لڑکے کو اپنا دوست (Boy friend) بنالیا، کہاں کا لڑکا، کہاں کی لڑکی، یہ انٹرنیٹ اور موبائل کا وبال، ان دونوں کے تعلقات آگے بڑھ گئے اور شادی ہوگئی، جس وقت وہ لڑکی شادی کر کے اس لڑکے کے گھر خوشیوں، ارمانوں اور شبِ زفاف کے میٹھے خوابوں کے ساتھ گئی تو پتہ چلا کہ وہ لڑکا تو پہلے سے شادی شدہ ہے اور اس کے بچے بھی ہیں، اس لڑکی کو اس کے شادی شدہ ہونے کا علم بھی نہیں تھا اور اس لڑکی کو تو اس نے سیکنڈ (دوسرے) نمبر پر رکھا تھا، اس بات کے سنتے ہی وہ بہن اداس اور غم زدہ رہنے لگی، اس کی خوشیاں ساری اڑ گئیں۔ (اگرچہ شرعی طریقے سے دوسری بیوی کرنا گناہ نہیں ہے)۔

میری دینی بہنو! ایسے حالات سامنے آرہے ہیں؛ اس لیے شریعت نے جو طریقہ بتایا ہے کہ ماں باپ کو بیچ میں رکھ کر کام کرو، اس میں بہت خیر و برکت اور سلامتی ہے۔

تین کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے

ماں باپ کو بھی شریعت نے یہ نصیحت کر دی کہ جب تمھاری بیٹی کے لیے نیک صالح لڑکا ملے، فوراً اپنی بیٹی کی شادی کرادو، اس میں تاخیر مت کرو، لڑکی کو ایسے ہی بٹھا کر رکھو گے تو یہ بھی فتنے کا ذریعہ ہے، تین کاموں میں دیر مت کرنا:

① اذان ہوجائے تو نماز جلدی پڑھو۔

② کسی کی وفات ہوجائے تو غسل، کفن، دفن میں جلدی کرو۔

③ جب بیٹا، بیٹی جوان ہوجائے تو شادی کرانے میں ہرگز تاخیر مت کرو؛ ورنہ خطرناک فتنوں کا ڈر ہے، یہ باتیں حدیث شریف کی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی

حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کی بات چل رہی تھی، حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا، یہ اجنبی جس کو ہم اپنی بیٹی کے لیے شادی کا پیغام دے رہے ہیں، وہ تو پردیسی آدمی ہے، جیب میں پیسے نہیں، کھانے پینے کی تکلیف ہے، وہ کیا مہر دے گا، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس لڑکی کے ابا نے مہر یہ رکھی:

عَلٰۤی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ.

اے موسیٰ! ہمارے گھر رہو اور ہماری بکریاں چراؤ، گھر کا کام کاج کرو، اور ان کاموں کا جو معاوضہ ہوگا ہم آپ کو دیں گے۔ خلاصہ یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے گفتگو کے درمیان دو باتیں سامنے آئیں:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرائیں اور اس کی اجرت طے ہو جائے۔

② دو میں سے ایک بیٹی متعین کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے شادی کرلیں اور اس کی مہر بھی متعین ہو جاوے۔

اللہ اکبر! اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیسی غربت کہ شادی کے لیے مہر کی رقم بھی نہیں، مہر میں بکریاں چراؤ، گھریلو خدمت کرو اور یہ ایک دو سال نہیں پورے آٹھ سال تک اور حضرت شعیب علیہ السلام نے کہہ دیا کہ: اگر دس برس خدمت کروگے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال تک خدمت کی اور اس طرح خدمت کر کے مہر ادا کیا، جس لڑکی سے نکاح ہوا اس کا نام ''صفورہ'' تھا۔

انبیا علیہم السلام حق داروں کو زیادہ دیتے ہیں

آٹھ اور دس سال دو مدتوں کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا یہ حسنِ برتاؤ ہوتا ہے اور یہاں اس کا ظہور ہوا؛ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکثر مدت یعنی دس سال والی مدت قبول فرما کر اتنی طویل خدمت کی، اللہ کے نبیوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو حق سے زیادہ دیتے ہیں، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ مبارک طریقہ تھا حق داروں کو زیادہ دیتے تھے۔

معاملات کے موقع پر اللہ کو یاد رکھو

اس موقع پر جب یہ ملازمت کا معاملہ طے ہو رہا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو وکیل بنایا اور یہ بھی بڑی بات ہے، معاہدات اور معاملات میں اللہ کو وکیل رکھو ان شاء اللہ! اس میں کامیابی ہوگی، ورنہ کتنے معاہدات کس طرح فسخ ہو جاتے ہیں وہ ایک عجیب داستان ہے۔

نوکروں کے حقوق

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾

یعنی میں بُری طبیعت کا آدمی نہیں ہوں؛ بلکہ خدا کے فضل سے نیک طبیعت ہوں، میرے ساتھ رہ کر انس حاصل کرو گے، اچھا برتاؤ دیکھو گے۔

معلوم ہوا کہ نوکری کرنے والے مزدوروں اور خدمت کرنے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے، ان کو کپڑے، کھانا اچھا دینا چاہیے، ان پر زیادتی نہ کریں،

ان سے طاقت سے زیادہ یا طے شدہ معاہدے سے آگے مزید کام نہ لیویں، نہ زیادہ ذمے داریاں ان پر ڈالیں، یہ بھی اسلام کی تعلیم ہے۔

سسرال میں داماد کا قیام

خیر! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہوگئی اور سسرال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قیام فرمالیا، حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہر گئے۔

داماد کے لیے اس طرح کے حالات ہوں تو وہ سسرال میں قیام کرسکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، اس کو ہمارے یہاں ''گھر داماد'' کہتے ہیں، آپ کے ان ملکوں میں تو اکثر داماد ہندوستان وغیرہ سے ''گھر داماد'' بن کر ہی آتے ہیں۔

خسر کی طرف سے داماد کو کچھ دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے خسرِ محترم نے عصا ہدیہ کے طور پر دیا تھا، کہتے ہیں کہ: وہ عصا جنّتی تھا، اِس سے ہمارے مشفق بزرگ حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ نے استدلال کیا ہے کہ نکاح کے موقع پر یا بعد میں خسر اپنے داماد کو اپنی خوشی سے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے؛ بلکہ دینا چاہیے؛ لیکن داماد خود مطالبے پیش نہ کریں، نہ زبردستی مانگیں، بعض مرتبہ خسر سے اپنے مطالبات پورے کروانے کے لیے بیوی پر ظلم تک کیا جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک!!!

حلال طریقہ سے ضروریات کی تکمیل میں پیغمبروں کا طریقہ

کیا عجیب اللہ تعالیٰ کے نبی کا جذبہ ہے، حلال طریقے سے اپنی شرم گاہ اور

پیٹ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنے آپ کو ایک لمبے عرصے یعنی دس سال تک ملازمت پر دے دیا، یہ ایک سبق کا مقام ہے، آج ان دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے حرام طریقے اور ظلم وزیادتیاں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر کی طرف روانگی

دس سال جب پورے ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا: اب مجھے مصر یاد آرہا ہے، اب میں اپنے وطن مصر میں اپنی ماں اور بہن وغیرہ سے ملنا چاہتا ہوں، میری بیوی کو لے کر جارہا ہوں، یہ کہہ کر آپ اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے، مصر جاتے وقت راستے میں بیوی کو ولادت کا وقت آ گیا اور اللہ نے اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور پیغمبری عطا فرمائی۔

یہ سارا واقعہ اس نیت سے سنایا کہ اس واقعے میں حیا، عبرت اور نصیحت کی باتیں ہیں، اللہ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور زمانے کے فتنوں سے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین

میرے والدِ مرحوم کے محبوب ترین اشعار

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را	ہر زماں از غیب جان دیگر است

زندگی کے آخری ایام میں مرحوم بہ کثرت یہ اشعار پڑھتے رہتے تھے

ربنا یا ربنا! تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں	طفیلِ ذاتِ خود مجھے یہ مدعیٰ دے

مرحوم سخت بارش میں ایک روز عشا کی نماز کے لیے مسجد پہنچے، مسجد میں امام صاحب مولانا یوسف اسلام پوری اور مؤذن صاحب کے سوا اور کوئی نہیں تھا، دروازہ پر پہنچ کر امام صاحب کو یہ اشعار سنائے، مرحوم کو با جماعت نماز کا ہمیشہ بڑا اہتمام رہا۔

سجدوں کے عوض جنت ملے، مولیٰ یہ مجھے منظور نہیں
بے لوث عبادت کرتا ہوں بندہ ہوں تر امزدور نہیں

استنبول کے مشہور کتب خانہ سلیمانیہ سے یہ اشعار بندہ نے نقل کیے ہیں

الجوهر فی الناس لافی الحجر
والنورفی القلب لافی البصر
والغناء فی القناعة لافی المال
والفخرفی الادب لافی النسب

❁❁❁

فرعون کی بیوی
حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا
ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

مختصر تعارف

نام ونسب: آسیہ بنت مزاحم بن عبید بن الریان بن الولید۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سیدہ آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبیلے میں سے بنی اسرائیلی خاتون تھیں۔

بعض حضرات نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔

علامہ آلوسیؒ کا کہنا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے نہیں؛ بلکہ مصری عمالیق سے تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ: محترم سیدہ آسیہؓ فرعون کے چچا کی بیٹی تھیں۔

سب سے پہلے یہی عورت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھیں۔

ان کے خاوند فرعون کا نام ''الولید بن مصعب'' یا ''ظلمی'' تھا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ایمان کے خاطر ایسا شوہر چھوڑا جو دنیا کا بڑا بادشاہ سمجھا جاتا تھا، باری تعالیٰ کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ طرزِ عمل اتنا پسند آیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے دونوں جہانوں کے سردار سے جنت میں نکاح کروائیں گے۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جب اس عورت نے دعا کی:اے میرے رب! میرے لیے جنت میں آپ اپنے قریب ایک گھر بنا دیجیے اور مجھے فرعون اور اس کے (برے) کام سے نجات دیجیے اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرمائیے۔(التحریم)

فرعون کے کارنامے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت

میں نے یہ جو آیت پڑھی ہے وہ سورۂ تحریم کی آیت ہے،جس میں اللہ نے ایک بہت بڑے ظالم فرعون کی بیوی کا پاکیزہ قصہ بیان فرمایا ہے۔

فرعون لقب کے بادشاہ الگ الگ زمانے میں ہوا کرتے تھے، یہ مصر کے

بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا، یہاں جس فرعون کا ذکر ہے، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون ہے، اس فرعون نے اللہ کی نعمتوں کی بہت ناشکری کی تھی، اس کو اللہ نے مصر کا بادشاہ بنایا تھا اور اللہ نے سونا، چاندی، زیورات اور مال و دولت اور دوسری بہت ساری نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، تندرستی بھی ملی تھی، ایک طویل زمانے تک اس کو دردِ سر تک نہیں ہوا تھا؛ لیکن اس ظالم نے اللہ کی نعمتوں کے ملنے پر اللہ کی ناشکری کی اور لوگوں سے یوں کہا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى. (النازعات: ۲۴)

ترجمہ: میں تمھارا بڑا خدا ہوں۔

اس نے لوگوں میں چھوٹی چھوٹی مورتیاں تقسیم کر رکھی تھی جس کی گھروں میں عبادت کی جاتی تھی اور کہا تھا کہ: یہ تمھارے چھوٹے خدا ہیں اور میں تمھارا بڑا خدا ہوں، اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایمان کی دعوت لے کر اس کے پاس بھیجا کہ: اے موسیٰ! تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو ایک اللہ کی عبادت کے لیے سمجھاؤ کہ وہ اپنے آپ کو خدا نہ کہے، خدائی کا دعویٰ چھوڑ دے اور ایک اللہ کی عبادت کرنے والا بن جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ

میری دینی بہنو! عجیب بات یہ ہے کہ اس ظالم فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن گذرا تھا، اُس کا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ پیچھے گذر چکا۔

جب موسیٰ علیہ السلام کا صندوق فرعون کی بیوی آسیہ کے پاس پہنچا اور اس نے اس صندوق کو کھولا تو ایک معصوم نورانی شکل والا بچہ اس میں سویا ہوا تھا، فرعون کی بیوی حیرت میں پڑ گئی کہ اس میں اتنا خوب صورت بچہ نکلا!!!

چہرے پر نیکی یا گناہ کے اثرات

چھوٹے بچے سے لوگ بہت پیار کرتے ہیں؛اس لیے کہ بچے کا چہرہ معصوم ہوتا ہے،اس کے چہرے پر گناہ کی گندگی نہیں ہوتی؛اس لیے ہر آدمی بچوں سے پیار کرتا ہے اور ہمارے چہروں پر، ہمارے دل ودماغ پر گناہوں کی گندگی لگی رہتی ہے؛ اس لیے لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں، ہم سے دور دور بھاگتے ہیں۔

لیکن بعض اللہ کی بندیاں اور بندے۔اولیا،علما،صلحا،متقی۔ایسے ہوتے ہیں کہ وہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر گناہ ہوجاوے تو رو رو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، نتیجتاً لوگ ان سے محبت کرتے ہیں، ان سے ملاقات کرتے ہیں، ان سے ملنا پسند کرتے ہیں۔

اسی طرح جو لوگ حج اور عمرہ کر کے مکہ، مدینہ جا کر آتے ہیں تو لوگ ان کو بہت شوق سے ملنے جاتے ہیں؛ کیوں کہ مبارک جگہ پر جا کر ان لوگوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، معافی مانگی، جس کی وجہ سے ان کے چہرے سے گناہ کا کالا پن ختم ہو گیا اور ان کے چہروں پر نور آ گیا۔

ہم بھی اس رمضان کے مبارک مہینے میں سحری اور افطاری کے وقت، رات کو تہجد میں بیدار ہو کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں گے، آنسو بہائیں گے تو انشاء اللہ! ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور ہمارے چہروں اور دلوں سے گناہوں کے اثرات ختم ہو جاویں گے اور ان شاء اللہ! ہم سے بھی لوگ محبت کرنے لگیں گے اور ہم اللہ کے یہاں بھی محبوب بن جاویں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کی نورانیت

سب سے بڑی بات یہ کہ وہ بچہ کل اللہ کا نبی اور رسول بننے والا تھا؛ اس لیے ''نبوت'' کا نور اس کے چہرے پر چمک رہا تھا، جس کی وجہ سے چہرہ جگمگا رہا تھا اور خود اللہ نے اس معصوم بچے کے چہرے پر محبت ڈال دی تھی، جو بھی اس کو دیکھتا اس سے پیار اور محبت کرتا، اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي .(طٰہ)

اے موسیٰ! ہم نے آپ کے چہرے پر بچپن میں ایسی کشش اور جاذبیت اور محبوبیت رکھ دی کہ جو تم کو دیکھتا محبت کرتا، پیار کرتا۔

گویا کہ تین طرح کی خوبیاں آپ کے اندر جمع ہو گئیں:

① بچپن کی معصومیت۔ ② نبوت کا نور۔

③ آپ کے چہرے پر اللہ نے محبوبیت رکھ دی تھی۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنالیا

بہرحال! فرعون کی بیوی نے اس معصوم بچے کو دیکھا تو اس کو فوراً اپنی گود میں اٹھالیا، فرعون اگرچہ بادشاہ تھا؛ لیکن اولاد سے محروم تھا؛ اس لیے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس بچے کو اپنی گود میں اٹھالیا، فرعون کی پولیس کو پتہ چلا کہ آسیہ کے پاس کوئی بچہ آیا ہے تو فرعون کے حکم کے مطابق اس بچے کو قتل کرنے کے لیے پولیس والے آ گئے۔

جب پولیس فرعون کی بیوی کے پاس پہنچی تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کہا کہ: ٹھہر جاؤ، قتل میں جلدی نہ کرو، میں اپنے شوہر فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس سے درخواست کرتی ہوں، اگر وہ اس بچے کی جان معاف کردے تو ٹھیک ہے، ورنہ میں

تمھارے کام میں رکاوٹ نہ بنوں گی۔

عورتوں کی ضد میں عجیب طاقت

فرعون کی بیوی نے جا کر اس بچے کو فرعون کی گود میں رکھ دیا اور کہا کہ:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا. (القصص:۹)

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی (فرعون سے) کہنے لگی: (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو تم قتل مت کرو، شاید کہ (یہ بچہ) ہم کو کام آئے گا یا اس کو ہم (اپنا) بیٹا بنالیں گے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے کتنی پیاری بات نکلی!!!

جب یہ بات حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہی تو فرعون نے اپنی بیوی کی اس ضد اور اصرار کو مان لیا اور اس بچے کو قتل کرنے سے معافی دے دی؛ گویا بیوی کی ضد کی وجہ سے فرعون نرم پڑ گیا اور مجبور ہو کر بچے کو معاف کر دیا۔

عورتیں اپنی ضد کو دینی امور میں استعمال کریں

اس جگہ میں اپنی دینی بہنوں سے ایک بات کہا کرتا ہوں کہ اللہ نے تمھاری زبان اور ضد میں وہ طاقت رکھی ہے کہ فرعون جیسے ظالم لوگ بھی مجبور ہو جاتے ہیں، تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان اور ضد کو دینی کاموں میں استعمال کرو، آپ کا شوہر بے نمازی ہے اس کو ضد اور اصرار کر کے، سمجھا کر نمازی بناؤ، اگر داڑھی نہیں رکھتا ہے تو سمجھا کر اس کو شریعت کے مطابق داڑھی کے لیے تیار کرو، اگر شوہر

اسلامی لباس نہیں پہنتا ہے، مسنون وضع قطع نہیں اپناتا، تو اسلامی کپڑے پہننے کی دعوت دو، غرض یہ کہ آپ اپنی زبان کے ذریعے سے اپنے شوہر اور اپنی اولاد کی دینی زندگی بنا سکتی ہو، اللہ نے آپ کی زبان میں یہ طاقت دی ہے۔

انسان کی زبان سے نکلنے والا ایک جملہ جس پر ایمانی نوازش یا ایمان سے محرومی کا فیصلہ ہوتا ہے

بہر حال! فرعون نے اس بچے کی جان کو معاف کر دیا اور کہہ دیا کہ: میں اس بچے کو قتل نہیں کروں گا؛ لیکن عجیب بات میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں کہ پہلی بات جو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے کہی تھی: قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّيۡ وَلَكَ.

اے فرعون! یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

فرعون نے اس پر یہ کہا کہ: اے آسیہ! تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے، فرعون کا یہی جملہ اللہ کو بہت ناپسند ہوا۔

نسائی شریف میں ایک حدیث ہے، آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرعون اُس وقت حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ یہ کہہ دیتا کہ: ہاں! تیری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک تو اللہ فرعون کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیتا۔

میری دینی بہنو! اللہ کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بول اتنا پسند آیا کہ اللہ نے ان کو ایمان کی دولت سے نواز دیا اور فرعون کو ایمان کی دولت سے محروم کر دیا۔

جو کچھ بولو سوچ کر بولو

اِس جگہ رک کر میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں، اپنی زبان سے جب بھی کچھ بولو تو بہت سوچ کر بولا کرو؛ اس لیے کہ کبھی اپنی زبان سے کوئی بات ایسی نکل جاتی ہے جس کی وجہ سے اللہ ناراض ہوجاتا ہے اور ہماری بہنیں جب غصے میں ہوتی ہیں تو اپنے بچوں کے لیے بددعا اور لعنت کر بیٹھتی ہیں اور کبھی کبھی غصے میں آ کر اپنے شوہر کو بھی لعنت کرتی ہیں۔

میری دینی بہنو! اللہ کے یہاں دعا کی قبولیت کا وقت کونسا ہوتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے ، ہم کو معلوم نہیں کون سی گھڑی قبولیتِ دعا کی ہے، اب اگر ہم نے اپنی اولاد اور اپنے شوہر پر بددعا اور لعنت شروع کردی اور یہی وقت دعا کے قبول ہونے کا ہو، تو یہ بددعا اور لعنت اپنی اولاد اور اپنے شوہر پر لگ جاتی ہے؛ اس لیے جب ہماری اولاد ہماری نافرمانی کریں، کہنا نہ مانیں تب بھی اولاد کو بددعا کے الفاظ نہ کہو، ورنہ اگر یہی وقت قبولیت کا ہوا تو پھر بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایک عورت کی بددعا کا واقعہ

ہمارے یہاں راندیر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد رضا صاحب اجمیریؒ -شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری مدظلہ العالی کے والدِ مرحوم- بہت بڑے اللہ کے ولی تھے، زندہ دل تھے، حضرت کسی عورت کی بددعا کا ایک واقعہ کا سنایا کرتے تھے، وہ واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔

حضرت شیخ مولانا احمد رضا اجمیریؒ کا اصل وطن سرحدی علاقہ ہے، اس علاقے

کے پٹھان لوگوں میں آج بھی یہ بات بہت مشہور ہے کہ بدن سے آواز کے ساتھ ہوا خارج کریں تو ان کے یہاں بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے قاری یعقوب مملا صاحب -امام وخطیب مسجد غریر، دوبئ- فرماتے ہیں کہ: ان پٹھانوں کے یہاں آواز کے ساتھ ریح خارج کرنا شرک جتنا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

ان پٹھانوں کے یہاں آج بھی خاندانی نظام ہے کہ ایک ہی گھر میں سارے لوگ کئی کئی بھائی بہو وغیرہ پوری فیملی مل کر رہتی ہے، تو کسی گھرانے میں چار، پانچ بہو تھیں اور ہر ایک کا ایک چھوٹا بچہ تھا، کسی کا بچہ تو کسی کی بچی تھی اور سب بچے ایک ہی جگہ بستر پر سو رہے تھے اور سب بہو اپنے اپنے کام میں مشغول تھیں، اتنے میں ایک بچے کو آواز کے ساتھ زور سے ہوا نکل آئی، وہاں کے عرف میں سب کے لیے یہ معیوب چیز تھی، وہ چھوٹے سے بچے سے صادر ہوئی تھی؛ لیکن تعیین کے ساتھ یہ پتہ نہیں چلا کہ کس بچے کو ہوا خارج ہوئی، سب کو یہ ناگوار گزرا تو ایک بہو نے کام کرتے کرتے ناگواری کے عالم میں زبان سے بددعا کے الفاظ بول دیے کہ:

اگر میرے بچے سے یہ ہوا خارج ہوئی ہے تو وہ مر جائے۔

میری دینی بہنو! یہی وقت اللہ کے یہاں دعا کی قبولیت کا رہا ہوگا اور حقیقت یہ ہوئی کہ جس بچے سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہوئی تھی وہ اس بددعا دینے والی بہو کا بچہ تھا، پھر جب جا کر ان بچوں کو دیکھا تو اس بددعا دینے والی بہو کا بچہ مر چکا تھا۔

یہ ہے ماں کی بددعا کا اثر؛ اس لیے میری دینی بہنو! آپ جب غصے میں ہوں یا عام حالات میں تو ہرگز اپنے بچوں کو بددعا مت دو۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایک اچھا جملہ اللہ تعالیٰ کو پسند آیا

بہر حال! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبان سے اس صندوق سے نکلنے والے بچے کے لیے ایک اچھا جملہ بول دیا کہ: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، حدیث میں آتا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ اللہ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ نے ان کو ایمان کی دولت سے نواز دیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے، شادی بھی ہوگئی اور نبوت بھی مل گئی اور فرعون کے دربار میں ایمان کی دعوت لے کر آئے، اس دور میں فرعون نے آپ کی اس دعوت کو قبول نہیں کیا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ایمان قبول کرلیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھتا تھا اور اس کے درباریوں نے بھی معجزات کو جادو سے تعبیر کیا تھا؛ اس لیے فرعون نے جادوگروں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرایا، اس موقع پر مصر کے ہزاروں جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اسی زمانے میں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی ایمان لائی تھی؛ اس لیے کہ جب جادوگروں سے مقابلہ کرایا تھا تو مصر کی پوری قوم کو بھی مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع کیا تھا: وَاَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۵۹ (طٰہٰ)

ترجمہ: اور یہ کہ چاشت (دن چڑھنے) کے وقت لوگ جمع کر لیے جائیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: وَّقِيۡلَ لِلنَّاسِ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّجۡتَمِعُوۡنَ ۳۹ (الشعراء)

ترجمہ: اور لوگوں کو (اعلان کر کے) کہہ دیا گیا کہ: کیا تم بھی جمع ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ نے ان جادوگروں کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی عطا فرمائی اور سب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرعون کا ظلم

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی دور میں ایمان لے آئی، فرعون کی بیوی کا ایمان لانا جب فرعون کو معلوم ہو گیا تو اس کو بہت غصہ آیا کہ میری بیوی بھی میرے دشمن ''موسیٰ'' پر ایمان لے آئی؟

اس سے پہلے فرعون اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا، رہائش کے لیے ایک سونے کا محل بنایا تھا اور وہ بھی دریا کے کنارے ایک اونچے پہاڑ پر، نیچے سے پانی بہتا تھا، اسی طرح اپنی بیوی کے بہترین کپڑے تیار کرواتا تھا؛ لیکن بیوی کے ایمان لانے کی وجہ سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مان لینے کی وجہ سے اس کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی ہو گئی، اب فرعون حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے بہت نفرت کرنے لگا اور حد یہ ہو گئی کہ فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر بہت ظلم شروع کر دیا۔

اللہ ہم سب کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسا ایمان نصیب فرمائے

میری دینی بہنو! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کیسی ایمان والی عورت تھی، اللہ ایسا ایمان آج کی ہماری بہنوں اور ہم سب کو نصیب فرمائے کہ شوہر کا ظلم برداشت کرتی ہے؛ لیکن ایمان نہیں چھوڑتی ہے، اللہ کو اس عورت کی قربانی اتنی پسند آئی کہ اللہ نے اس کا قصہ قرآن میں بیان کر دیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ. (التحریم: ۱۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔

یعنی ایمان والوں کے واسطے فرعون کی بیوی کا قصہ ایک نصیحت ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی ایمان

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ایک بڑی مثال ہے، اس میں بڑا سبق ہے، بڑی عبرت کی چیز ہے کہ عورت ذات ہو کر، کمزور ہونے کے باوجود اس ظالم کا ظلم برداشت کرتی ہے؛ لیکن ایمان اور اللہ کی عبادت نہیں چھوڑتی ہے۔

میری دینی بہنو! آج ہم کو تو کوئی تکلیف نہیں ہے پھر بھی ہم اللہ کی فرماں برداری کو معمولی معمولی باتوں میں چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی آگے کی حالت سنو! ایک دن فرعون اس ضد پر آ گیا کہ آج میں فیصلہ کروں گا کہ یا تو آسیہ ایمان کو چھوڑ دے اور مجھے خدا تسلیم کرے، یا میں اس کو قتل کر دوں، اب اس نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو محل سے باہر نکالا، سخت گرمی کے دن تھے اور محل سے نکال کر گرم گرم ریت پر لٹا دیا۔

وہ عورت جس پر دنیا میں ملائکہ سایہ کرتے تھے

اللہ کی عجیب مدد! جب گرم زمین پر ڈال کر ان کو ستایا جاتا اور فرعونی ظالم ہٹ جاتے تو اللہ تعالیٰ کے ملائکہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر سایہ کرتے تھے۔

فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے دونوں ہاتھ لمبے کروائے اور زمین پر پھیلائے اور دونوں ہتھیلی کے بالکل بیچ میں لوہے کی کیلیں زور زور سے مار کر زمین میں

گاڑدیں، اسی طرح دونوں پیر میں بھی کیلیں گاڑدیں، ایذائیں دی جاتی تھیں، اسی تکلیف کے عالم میں اللہ کی جانب سے ان کو جنت کا محل دکھایا جاتا جس کی وجہ سے سب سختیاں اور تکلیفیں آسان ہوجاتیں، گویا آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیوی تکالیف کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔

وہ عورت جس نے دنیا میں جنت کے محل کا مشاہدہ کیا

ایک عجیب بات کتابوں میں لکھی ہے کہ جب دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں میخیں گاڑدی گئیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو جنت والا مکان دکھلایا، جس کی وجہ سے وہ ہنسنے لگیں، اس پر کم بخت فرعون کہنے لگا: یہ کیسی پاگل عورت ہے، میں اس کو تکلیف دے رہا ہوں اور یہ ہنس رہی ہے؟

ہاں! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی یہ ہنسی جو ظاہراً دنیوی تکلیف کے بیچ میں تھی وہ آخرت کی نعمتوں کے مشاہدہ پر تھی۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا حسنِ خاتمہ

میری دینی بہنو! کیا گذری ہوگی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر؟ کیا حال ہوا ہوگا ان کا؟ دونوں ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں لگی ہوئی ہیں، دونوں جگہوں سے خون نکل رہا ہے، زمین بھی گرم ہے اور وہ کمزور عورت تڑپ رہی ہے، بے چین ہے، پریشان ہے؛ لیکن کہتی ہے: میں ایک اللہ کو مانتی ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتی ہوں۔

اللہ اکبر! کیسی ایمان والی عورت تھی؛ اسی لیے اللہ نے ان کا واقعہ قرآن میں ہمارے لیے سبق کے طور پر بیان فرمادیا، اتنی تکلیف ہونے کے باوجود وہ عورت اللہ پر

ایمان میں مضبوط رہی، کہہ دیا کہ: میں اللہ کی فرماں برداری، اللہ کی اطاعت، اللہ کی عبادت نہیں چھوڑوں گی، ایمان کو اپنے ہاتھوں سے نہیں جانے دوں گی۔

اس کے بعد فرعون نے ایک بہت بڑا پتھر منگوایا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو چت لٹا کر سینے پر رکھ دیا، اس کے بعد پھر حکم دیا کہ: ایک اور پتھر لاؤ جو بڑے سے بڑا ہو اور اس کو کہو کہ: اپنا ایمان چھوڑ دے، اگر وہ مان جاوے تو عزت کے ساتھ واپس لاؤ؛ ورنہ تو بھاری پتھر گرا کر قیمہ قیمہ کر ڈالو۔

یہ آخری مہلت دی گئی کہ آسیہ! اب اس پتھر کو تیرے منہ پر مارا جاوے گا اور تیرے سینے اور سر کو چُورا چورا کر دیا جاوے گا، تجھے ختم کر دیا جاوے گا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا کہ میرا شوہر مجھے مارنے کے لیے تیار ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی تین زبردست دعائیں

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر زمین پر پڑے پڑے بے چینی کی حالت میں اللہ سے دعا کی، دعا کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قیامت تک کے لیے قرآن میں بیان فرما دیا۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے رکھیں؛ لیکن نعوذ باللہ! کبھی کسی کو ایسی مظلومیت پیش آجاوے تو ایسی مظلومیت کے عالم میں اگر ہم اللہ سے مانگیں گے اللہ ہماری ضرورتوں کو پورا فرمائے گا، اللہ ہماری نصرت اور مدد کرے گا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا، شوہر ہی ظلم کر رہا تھا، ایسی حالت میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا کی اور اس دعا کو اللہ نے قبول کر لیا، دعا یہ تھی:

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ (التحریم)

اے میرے پروردگار! تو میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک محل تعمیر فرما اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے نجات دے ظالم قوم سے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے تین بڑی اہم دعائیں مانگیں:

① رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک محل تعمیر فرما۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا عشقِ الٰہی میں مقام

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: آخری حال میں اس عورت کی دعا میں جو عجیب سوال ہے اس پر غور کرو! پہلے خدا کا پڑوس مانگا: اے اللہ! جنت میں اپنے قریب "عِنْدَكَ" گھر عطا فرما۔ کیسی اللہ کے عشق میں زندگی گزارنے والی عورت ہے کہ ایسی اضطرابی حالت میں بھی عشقِ الٰہی کا غلبہ ہے کہ جنت کے مکان سے پہلے اللہ کا جوار مانگ رہی ہے!!!

② اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے ایمان کے واسطے فرعون کا محل چھوڑا ہے، سونے سے بنایا ہوا محل میں نے ایمان ہی کے خاطر چھوڑا ہے، اے اللہ! تجھے راضی کرنے کے لیے چھوڑا ہے تو اس کے بدلے میں مجھے جنت میں گھر عطا فرما دے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: ظالم فرعون حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے چہرے پر پتھر نہ مار سکا اور اللہ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی روح کو قبض کر لیا اور سیدھا

جنت کے عالی شان محل میں پہنچا دیا۔حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی تیسری دعا یہ تھی:

③وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ⑪

اے اللہ! فرعون سے اور فرعون کے کفر وشرک والے کاموں سے مجھے نجات عطا فرما اور فرعون کی مشرک قوم سے مجھے چھٹکارا دے دے.

چنانچہ فرعون اور فرعونی اعمال سے نجات مل گئی اور جنت میں اہلِ جنت کی معیت نصیب ہوگئی۔

آپ ﷺ کا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ نے وہ نعمت عطا فرمائی کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فرعون جیسے ظالم شوہر کو جب چھوڑا اور چھوڑا بھی تو محض اللہ کے واسطے تو کل قیامت کے دن جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور اللہ ہم سب کو جنت میں داخلہ عطا فرمادے گا، پھر جنت میں جانے کے بعد ایک پروگرام ہوگا جس میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ ہمارے حضور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کروائیں گے، کتنی بڑی دولت اللہ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دی!

یہ سب ایمان کی بنا پر فرعون کے ظلم کو برداشت کرنے کا صلہ ہے۔

میری دینی بہنو! ایک عورت ذات ہو، ایمان والی ہو وہ اللہ کی فرماں برداری والی ہو جائے اللہ اس کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازتے ہیں کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ایمان پر جمی رہی اور اللہ کی فرماں برداری پر جمی رہی تو اللہ تعالیٰ کو ان کی قربانی اتنی پسند آئی کہ تمام ایمان والوں کے لیے ان کے واقعے کو ایک سبق اور مثال بنا دیا۔

ایک لطیفہ

میرے مرشدِ اول فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ بہت خوش مزاج تھے، بہت سے اہم اہم مسائل لطیفے کے انداز میں حل فرمایا کرتے تھے، حضرت کے لطائف مستقل کتابی شکل میں طبع بھی ہوئے ہیں، ایک مرتبہ ایک صاحب نے سوال کیا حضرت! سنا ہے کہ جنت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوگا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: دیکھو! یہ جنت میں چھوارے کھانے کی فکر کر رہے ہیں، گویا لطیفے کے انداز میں جواب دے دیا کہ: یہ بات صحیح ہے، ساتھ ہی نکاح کے موقع پر چھوارے تقسیم کرنا مسنون عمل ہے اس کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا ہم سب کے لیے سبق ہے

میری دینی بہنو! حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی مبارک دعا جو میں نے آپ کے سامنے نقل کی یہ پیاری دعا ہے، میں آپ کو کہتا ہوں کہ: یہ دعا ہم کو سبق دیتی ہے کہ انسان اللہ ہی سے مانگے، اللہ اس کی ضروریات کو پورا فرماتے ہیں۔

یہ رمضان کا مبارک مہینہ اور مبارک راتیں چل رہی ہیں، یہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہمارے لیے بہت بڑی نصیحت ہے، ایک عورت ذات نے ظلم کو برداشت کیا اور ایمان پر مضبوطی کے ساتھ جمی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نواز دیا۔

اللہ ہمیں بھی ایسا کامل ایمان عطا فرمائیں اور اللہ اپنے فضل سے ہم سب کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور ہم سب کو اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

ایک مشاہدہ

رمضان میں ایک روز آپ کے قریب والے شہر ''لمبی'' (LIMBY) جانا ہوا، حضرت مولانا احمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ دینی اور دسترخوانی دونوں اعتبار سے شان دار میزبانی کرتے ہیں، ان کے مکان میں آگے والے کمرے میں ایک بڑے تختے پر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی اس دعا کا ایک حصہ لکھا ہوا دیکھا، وہ بہت پسند آیا، اس دعا کے حصے کو آپ اپنی دعاؤں میں شامل کرلو۔

اپنے ایمانی اعمال کی فکر کرو

بیان کے اختتام پر ایک اہم بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ایمان لے آئی اور جنتی ہوگئی، فرعون ان کا شوہر تھا ایمان نہیں لایا جہنمی ہوا، اس سے عبرت حاصل کرو، ہمارا ایمان ہی ہم کو فائدہ دے گا، ہم کو اپنی اپنی قبر میں سونا ہے؛ اس لیے اپنا ایمان مضبوط کرنے کی فکر کرو اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرو۔

ہم گناہوں سے بچیں اور اللہ کو راضی کریں

میری دینی بہنو! آج بے حیائی کا ماحول ہے، فیشن کا ماحول ہے، بے پردگی کا ماحول ہے، گناہوں اور گانے اور میوزک (Music) کا ماحول ہے، ایسے ماحول میں سنتِ رسول اور اللہ کے احکام پر جم جاؤ، اللہ کی مرضی پر جم جاؤ، اللہ دنیا اور آخرت میں ہم سب کو عزت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے، اللہ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمادیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کے لیے

ایک پیغام

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پہ سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

نوٹ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری قبر کو تم سجدہ گاہ مت بنانا، اس مفہوم کو اشعار میں پیش کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کی مظلوم عورتوں کا واقعہ

درسِ عبرت

ہمیشہ ظالم آدمی کمزور لوگوں پر ہی مسلط ہوا کرتا ہے، خاص طور پر عورتوں اور بچوں اور غریب لوگوں پر جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کی کمزور عورتوں اور بچوں پر ظلم کیا۔

بنی اسرائیل جیسے اپنے زمانے کے مبارک اور عزت والے خاندان کی عورتوں پر بہت بڑا ظلم ہوا جو نہایت ہی خطرناک تھا، کرسی پرست لوگ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے بے گناہ عورتوں اور معصوم بچوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھا سکتے ہیں اس کی درد بھری داستان اس واقعہ میں ہے اور اس کا منظر آج کے دور کے ظالموں اور فرعونوں کی طرف سے بھی دنیا دیکھ رہی ہے، حق تعالیٰ ان ظالموں کو توبہ نصیب فرماوے اور بے گناہ بے قصور انسانوں کی عورتوں کی بچوں کی حفاظت فرماوے، آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:اور (اے بنی اسرائیل! ذرا وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تھا، پھر (سمندر سے پار کر کے) ہم نے تم سب کو بچالیا اور ہم نے فرعونی لوگوں کو (سمندر میں) ڈبو دیا تھا اور تم (ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے ﴿۵۰﴾

فائدہ: آیت میں لفظ ''بلاء'' آیا ہے، اس کے چند معنی آتے ہیں:

① اگر ''ذلکم'' کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی ''مصیبت'' کے ہوں گے۔ ② اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو معنی ''نعمت'' کے ہوں گے۔

③ اور مجموعہ کی طرف ہو تو معنی ''امتحان'' کے لیے جائیں گے۔

گویا لڑکیوں کا قتل کیا جانا اور دوسری تکلیف پہنچنا ایک طرف مصیبت تھا تو ساتھ ہی اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا اور مصیبت پر صبر کرنے سے ثواب اور ترقی ملتی ہے اس لیے نعمت بھی تھا۔ (از تیسیر القرآن)

وقال تعالیٰ: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ

نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: اور فرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے: (اے فرعون!) کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو (یوں ہی کھلا) چھوڑ رہا ہے کہ وہ ملک میں فساد پھیلاتے رہیں اور وہ تجھ کو اور تیرے معبودوں کو نظر انداز کرتے رہیں؟

فرعون نے کہا: (ایسے ہی تھوڑے چھوڑیں گے) عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ (باقی) رہنے دیں گے اور بلا شبہ ہم کو ان پر پورا قابو حاصل ہے ﴿۱۲۷﴾

ان آیات میں اور اس کے علاوہ بہت ساری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی عورتوں پر کیے گئے ظلم کو بیان فرمایا ہے۔

ایمان اور حالات

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی مانگنی چاہیے؛ لیکن ایمان کے ساتھ حالات لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ

ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ﴿۲۱۴﴾ (البقرۃ)

(اے مسلمانو!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم (ایسے ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالاں کہ ابھی تک تو تمھارے اوپر تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں جیسے حالات بھی نہیں آئے، ان (پہلے لوگوں) کو (دین کی خاطر) بڑی سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ لوگ ہلا دیے گئے، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے کہ: ''اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی'' سن لو! اللہ کی مدد تو قریب (میں آنے) ہی (والی) ہے۔

مؤمن کے لیے بھلائی اور برائی دونوں نعمت

اللہ تعالیٰ قوموں کو اور لوگوں کو کبھی بھلائی سے ساتھ آزماتے ہیں اور کبھی برائی کے ساتھ، جیسا کہ اس نے بنی اسرائیل کو فرعون کے شر کے ذریعے آزمایا کہ وہ ان کو بہت زیادہ سخت سزا دیا کرتا تھا اور پھر ان کو خیر کے ساتھ آزمایا کہ انھیں اس عذاب نجات عطا فرما دی، اور یہ دونوں ایک مؤمن کے لیے نعمت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عجباً لأمر المؤمن، إنّ أمره كله خير، وليس ذلك لأحد إلا للمؤمن، إن

أصابته سراء شکر فکان خیر الہ، وإن إن أصابته ضراء صبر فکان خیر الہ۔ (المسلم)

ترجمہ: مؤمن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کے ہر کام میں خیر ہی خیر ہے، یہ بات مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اس کو خوشی حاصل ہو اور وہ شکر کرے تو اس میں بھی اس کے لیے اجر ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ صبر کرے تو بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔

خیر! تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بھی آزمایا، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حکومت کا نشہ

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو جو حکومت عطا فرمائی تھی اس کی کی وجہ سے وہ غرور اور تکبر میں آ گیا تھا، اللہ تعالیٰ اس بات کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ۝۵۴ (الزخرف)

ترجمہ: اس طرح اس فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا (یا ہلکا، بے وزن) کر دیا) اور انھوں نے اس (فرعون) کا کہنا مان لیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ سب گنہگار لوگ تھے ﴿۵۴﴾

پھر وہ فرعون اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت اور سرکشی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ اس ظالم نے اپنے آپ کے لیے سب سے بڑا رب ہونے کا دعویٰ کر لیا:

فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى ۝۲۴

ترجمہ: پھر (لوگوں کو) جمع کیا اور اونچی آواز لگائی ﴿۲۳﴾ اور (یوں) کہا

کہ: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔

اور ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے اپنے علاوہ کے معبود ہونے کا انکار کر دیا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص:۳۸)

ترجمہ: اور فرعون کہنے لگا: اے درباریو! مجھ کو تو میرے سوا تمھارا کوئی معبود معلوم نہیں ہے۔

بچوں کے قتل کی پہلی وجہ

فرعون بچوں کو کیوں قتل کرتا تھا اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں سورۂ طٰہٰ میں ایک لفظ آیا ہے ’’وفتناک فتونا‘‘، اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ واقعہ منقول ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک دن فرعون اور اس کے درباریوں کے درمیان اس بات کا ذکر آیا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی اولاد میں انبیا اور بادشاہ پیدا فرمائیں گے۔

مجلس میں موجود لوگوں میں سے بعض نے کہا: بنی اسرائیل تو اس کا انتظار کر رہے ہیں، جس میں ان کو ذرا شک نہیں، اور پہلے ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، جب ان کی وفات ہوگئی تو کہنے لگے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کے مصداق نہیں ہے، بلکہ کوئی اور نبی اور رسول پیدا ہوں گے جو اس وعدہ کو پورا کریں گے۔

فرعون نے جب یہ سنا تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ بنی اسرائیل میں جن کو اس نے

غلام بنا رکھا تھا کوئی نبی پیدا ہو گیا تو وہ ان بنی اسرائیل کو مجھ سے آزاد کرا دے گا؛ اس لیے اس نے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: اس مصیبت سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟

آپس کے مشورے سے انھوں نے یہ طے کیا کہ: بنی اسرائیل میں جو بچہ پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے، اس کے لیے ایسے سپاہی مقرر کر دیے گئے جن کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جا کر دیکھتے تھے، اور بچہ نظر آتا تو اس کو قتل کر دیتے تھے۔

غرض اس طرح کی بات کی وجہ سے بچوں کو قتل کرنے کا ظلم شروع ہوا۔

بچوں کے قتل کی دوسری وجہ

بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ: فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ: بیت المقدس سے ایک آگ نکل کر مصر آئی، اور قبطی لوگوں کے جتنے مکانات ہیں اس میں یہ آگ لگی اور بنو اسرائیل کے گھروں کو کچھ نہیں ہوا۔

فرعون خواب دیکھ کر بہت حیران ہوا، صبح دربار میں اس نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ: مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔

اس کو یہ تعبیر بتائی گئی کہ: بنی اسرائیل میں سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو فرعون کی حکومت کو ختم کر دے گا۔

جب اس نے یہ تعبیر سنی تو اس کو بڑی فکر ہوئی، اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

درباریوں نے یہ مشورہ دیا کہ: بنی اسرائیل کے خاندان میں جب کبھی کوئی بچہ

پیدا ہوتو فوراً اس کو قتل کر دیا جائے۔

غرض دونوں میں سے جو وجہ بھی ہو اولاد؛ خاص کر لڑکوں کا قتل ہونا یہ بھی ماؤں پر ایک بہت بڑا ظلم تھا، کونسی ماں اپنی نظروں کے سامنے بچوں کا قتل برداشت کر سکتی ہے؟ اور لڑکیوں کو محض اس وجہ سے زندہ رکھنا کہ ان سے گھریلو کام لیے جاویں یہ بھی ظلم تھا۔

نوٹ: لفظِ فرعون کی تحقیق اور اس کے خواب کے متعلق تفصیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قصے میں مذکور ہے۔

اپنی کرسی بچانے کے لیے معصوم بچوں کا قتل

اب یہ جتنے کرسی والے ہوتے ہیں ان کو سب سے زیادہ اپنی کرسی کی فکر رہتی ہے، تو فرعون کو بھی فکر ہوئی کہ کہیں میری حکومت ختم نہ ہو جائے؛ اس لیے اس نے اور اس کے درباریوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کے خاندان میں جو لڑکا بھی پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے؛ تاکہ وہ بچہ زندہ نہ رہے جو اس کی حکومت کو ختم کر دے، چنانچہ ایک ایک دن میں ستر ہزار معصوم بچوں کو فرعون نے قتل کروایا۔

بنی اسرائیل کی عورتوں کو زندہ رکھنے کی وجہ

لیکن لڑکیوں کو قتل نہیں کرواتا تھا؛ تاکہ وہ بڑی ہو کر ان کے گھروں میں کام کریں، اس زمانے میں بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کے یہاں کام کرتی تھیں۔

اسی طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ فرعون کا یہ سلوک ان کو ذلیل کرنے کے لیے اور ان کو معمولی جاننے کی وجہ سے کیا جاتا تھا؛ حالاں کہ اس دور میں بنی اسرائیل سب لوگوں سے بہتر لوگ تھے۔

عورتوں سے مراد؟

اِن آیات میں جن عورتوں کا ذکر کیا ہے وہ بنی اسرائیل کی عام عورتیں تھیں؛ یعنی وہ بنی اسرائیل کی خاص عورتیں نہیں تھیں جنھیں فرعون اپنی خدمت کے لیے زندہ رکھتا تھا؛ بلکہ اس زمانے کی بنی اسرائیل کی سب عورتیں مراد تھیں۔

اسی طرح یہاں ''نساء'' یعنی عورتوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے:

① اس سے چھوٹی اور نوجوان لڑکیاں اور بچیاں مراد ہیں۔

② عورتوں سے مراد: بڑی عورتیں، بیٹیاں اور بچیاں سب ہی ہیں۔

عورتوں کو زندہ رکھنے میں آزمائش کا مطلب

صرف عورتوں کو زندہ رکھنے میں تو کوئی سزا اور تکلیف نہیں تھی؛ بلکہ سزا اور تکلیف یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو فرعونی لوگ الگ الگ تکلیف دیتے تھے:

① ان کو باندیاں اور کام کرنے والی بنا کر رکھا جاتا تھا۔

② ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کر کے ان عورتوں کو دکھ دیا جاتا تھا۔

③ بغیر مردوں کے صرف عورتیں ہی رہیں تو کس قدر دکھ بھری زندگی ہوتی ہے۔

بچوں کو قتل کرنے کا ظلم دو مرتبہ ہوا

قرآن کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کے واقعات دو مرتبہ پیش آئے، اور دونوں مرتبہ قتل کا سبب الگ الگ تھا:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے زمانہ میں، اور اس کی وجہ وہ خواب تھا

جس کا ذکر پیچھے ہوا۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کے مقابلے میں جیت گئے اور جادوگر ایمان لے آئے، فرعونی ہار گئے، اس وقت بھی فرعون نے بچوں کا قتلِ عام کیا تھا؛ تاکہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی پیروی کرنے سے روک سکے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ (المؤمن)

ترجمہ: سوجب وہ (موسیٰ) ان کے پاس ہماری طرف سے (آئی ہوئی) سچی بات لے کر آئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ: جولوگ ان (موسیٰ) کے ساتھ ایمان لائے ان کے بیٹوں کو تم مار ڈالو اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی تدبیر تو ناکام ہی رہی۔

فائدہ: اولاد کے قتل کا انسان کو زیادہ غم ہوتا ہے، اولاد کے قتل سے نسل نہیں پھیلتی، انسان کمزور ہو جاتا ہے اور یہ جتایا گیا کہ اولاد کا قتل ایمان کے سبب سے ہے؛ تاکہ لوگ ایمان سے دور رہے۔۔ (از تیسیر القرآن)

اولاد کو قتل کرنے کی ایک شکل

امام مجاہدؒ کی روایت سے بیان کیا جاتا ہے کہ: فرعون بانس حاضر کرنے کا حکم دیتا، بانس کو درمیان سے پھاڑ دیا جاتا، یہاں تک کہ دونوں حصے چھری کی طرح تیز دھار والے ہو جاتے، پھر ان تیز دھار والے بانس کے ٹکڑوں کو ساتھ ساتھ ملا کر زمین پر

رکھ دیا جاتا اور بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کو بلوا کر ان ٹکڑوں پر کھڑا کر دیا جاتا جس سے ان کے پاؤں زخمی ہوجاتے ،اس تکلیف سے وہ عورتیں اپنے حمل گرادیتیں جوان کے دونوں قدموں کے درمیان گرجاتے ، پھر وہ بہت کوشش کرتیں کہ ان بچوں کو پیروں کے نیچے روندنے سے بچالیں ؛مگر نہ بچا سکتیں اوراپنے ہی پیروں سے روند ڈالتی تھیں۔

اس واقعے سے سیکھنے کی باتیں اور نصیحتیں

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''یسومونکم سوء العذاب'' سے معلوم ہوا کہ اولاد اور گھر والوں پر سختیاں اور مصیبتیں گویا اپنی ذات ہی پر سختیاں اور مصیبتیں ہیں۔

ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ہمیشہ ظالم آدمی کمزور لوگوں پر ہی مسلط ہوا کرتا ہے،خاص طور پر عورتوں اور بچوں اور غریب لوگوں پر جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل کی کمزور عورتوں اور بچوں پر ظلم کیا۔

خیر!بنی اسرائیل جیسے اپنے زمانے کے مبارک اور عزت والے خاندان کی عورتوں پر بہت بڑا ظلم ہوا جو نہایت ہی خطرناک تھا،کرسی پرست لوگ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے بے گناہ عورتوں اور معصوم بچوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھا سکتے ہیں اس کی دردبھری داستان اس واقعہ میں ہےاوراس کا منظر آج کے دور کے ظالموں اورفرعونوں کی طرف سے بھی دنیا دیکھ رہی ہے،حق تعالیٰ ان ظالموں کوتوبہ نصیب فرماوےاور بے گناہ وبے قصور انسانوں کی عورتوں اور بچوں کی حفاظت فرماوے،آمین۔

سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ

مختصر تعارف

نام: تفسیر کی روایتوں میں اس بچے کی ماں کا نام ''رحماء'' آیا ہے۔
بعض روایتوں میں: ''صحواء'' آیا ہے۔

اقتباس

اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی، اس لڑکی کا ایک نبی سے نکاح ہوا، اس نکاح کی برکت سے تقریباً ستر (۷۰) نبی ان کے گھر میں پیدا ہوئے، اور ان کے ذریعے پوری امت کو ہدایت ملی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ کہ جن کے ستر (۷۰) نواسے اللہ کے نبی ہوئے، اللہ اکبر! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچہ لیا، ایمان بچایا اور ایسی بڑی نعمت سے ان کو نوازا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ: پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ جب دونوں ایک لڑکے سے ملے تو اس خضر (علیہ السلام) نے اس (لڑکے) کو قتل کر ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ: ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ (یعنی بے قصور) جان کو مار ڈالا؟ جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی، پکی بات ہے کہ تم نے بڑا بُرا کام کیا ﴿۷۴﴾

وقال تعالیٰ: وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں ایمان والے تھے، سو ہم کو اس بات کا ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں (یعنی ماں باپ) کو (زبردستی کر کر کے) سرکشی اور کفر

میں پھنسا دے گا ﴿۸۰﴾ ہم کو یہ منظور ہوا کہ ان (ماں باپ) کے رب ان کو (ایسی اولاد) دیویں جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس (مقتول لڑکے) سے بہتر ہو اور (ماں باپ سے) شفقت کرنے میں بڑھ کر ہو ﴿۸۱﴾

میں نے سورۂ کہف سے آیت نمبر ۷۴ اور ۸۱/۸۰ آپ کے سامنے میں نے تلاوت کی، ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچے کا عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے، اس میں بڑی سمجھنے کی اور عبرت ونصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے، آپ کے لیے اور امت کے تمام مسلمانوں کے لیے دنیا آخرت میں ہدایت، برکت اور خیر کا ذریعہ بنا وے، آمین۔

اس بچے کی ماں کا نام

جس بچے کا یہ قصہ ہے اس کی ماں کا نام تفسیر کی روایتوں میں ''رحماء'' آیا ہے اور بعض تفسیر کی روایتوں میں اس بچے کی ماں کا نام ''صحواء'' آیا ہے۔ یہ لڑکا بہت خوب صورت تھا، اس کی آواز بھی بہت اچھی تھی، اور وہ ابھی نابالغ تھا۔

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے

دینی بہنو! حدیثِ پاک سے پتہ چلتا ہے کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ اسلام اور ایمان پر پیدا ہوتا ہے؛ چاہے کافر کے گھر میں پیدا ہو، یہودی اور نصرانی کے گھر میں پیدا ہو، ہر بچے کو اللہ تعالیٰ ایمان اور اسلام پر پیدا فرماتے ہیں، ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ.

ہر بچہ ایمان، اسلام، توحید کی فطرت کو لے کر پیدا کیا جاتا ہے؛ لیکن بعد میں اس کے ماں باپ اگر کافر ہیں تو بچے کو کافر بنا دیتے ہیں، ماں باپ یہودی ہیں تو بچے کو یہودی بنا دیتے ہیں، ماں باپ عیسائی ہیں تو بچے کو عیسائی بنا دیتے ہیں، ماں باپ مجوسی ہیں تو بچے کو بھی آگ کی پوجا کرنے والا بنا دیتے ہیں۔

کافروں کی خوش نصیب اولاد: اہلِ جنّت کے خادم

اسی وجہ سے بہت سے علما کی رائے یہ ہے کہ جو لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے سے پہلے مر جاوے؛ چاہے وہ کافر کا بچہ ہو یا یہودی کا بچہ ہو، عیسائی کا بچہ ہو وہ ان شاء اللہ! جنت میں جائے گا، کافروں کے بچے جو بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں وہ جنت میں خوب صورت لڑکوں کی شکل میں جنتیوں کی خدمت کرنے کے لیے دوڑتے ہوں گے، نہایت خوب صورت چاند جیسے چہرے ان چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہوں گے، ایسا لگے گا کہ ہیرے موتی ہیں جو پوری جنت میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کو بڑھاپا نہیں آوے گا ہمیشہ جوان بچے ہی رہیں گے جیسے سیپی کے موتی ہوتے ہیں ایسے صاف ستھرے ہوں گے۔

اس لیے کافروں کے یہاں جو بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں وہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو جنت میں رکھیں گے۔

واقعہ کا پس منظر

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا ایک واقعہ ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام دونوں سفر پر نکلے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر انھوں نے دریا کو پار کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام کا اس لڑکے کو قتل کر دینا

دریا پار کر کے جب وہ ایک جگہ پہنچے تو وہاں گاؤں کے قریب بہت سارے لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں ایک لڑکا سب سے زیادہ خوب صورت، حسین اور سیانا تھا، حضرت خضر علیہ السلام آگے بڑھے اور اس لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ عجیب بات کہ ایک نابالغ اور بے قصور لڑکے کو اللہ کے نبی حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر قتل کر ڈالا، یہ لڑکا ابھی تو نابالغ تھا جس نے آج تک کوئی گناہ کا کام نہیں کیا تھا۔

اس لڑکے کو کیسے قتل کیا؟ مفسرین کے اقوال

بعض تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ: حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو زمین پر پچھاڑ کر چھری سے قتل کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ: اس کے سر اور بدن کو پکڑا اور دونوں کو کھینچ کے الگ کر دیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ: اس کے سر پر پتھر مارا، اواس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس کے سر کو پکڑ کر دیوار کے ساتھ زور سے دے مارا جس کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا اور اسی وقت اس کا انتقال ہو گیا۔

قرآن میں ہے: ﴿حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ﴾

اِس میں لفظ ''فاء'' بتلاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر فوراً قتل کر ڈالا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جب اس بچے کو قتل کر ڈالا تو اس بچے نے شور بھی نہیں مچایا اور کسی نے اس قتل کو دیکھا بھی نہیں اور کوئی حضرت خضر علیہ السلام کا پیچھا کرنے پکڑنے دوڑا بھی نہیں، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا اور ان ہی کو دکھانا بھی تھا شاید ظاہر میں ایسا لگا

کہ کوئی حادثہ ہوا اور اس بچے کا سر الگ ہو گیا، یہ حضرت خضر علیہ السلام کا ایک کرشمہ تھا، معلوم ہوا خضر علیہ السلام کوئی غیبی کرشمہ والے رجال الغیب قسم کے لوگوں میں سے تھے۔

کیا معصوم بچے کو قتل کرنا جائز ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معصوم بچے کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی نے سوال بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ: حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے نابالغ بچے کو کیسے قتل کر ڈالا؟ اس مقتول بچے کا نام ''حبور'' یا ''شمعون'' تھا جب کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو قتل کرنے سے منع کیا ہے؟ کیا اس زمانے میں بچوں کو قتل کرنا جائز تھا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب لکھا کہ: اگر تم کو لڑکوں کے مستقبل کی حالت کا علم ہو جاوے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی حضرت خضر علیہ السلام کو ہو گئی تھی۔ تو تمھارے لیے بھی بچے کو قتل کرنا جائز ہو جائے۔

قتل کی حکمت

دینی بہنو! دراصل بات یہ تھی کہ اس بچے کے ماں باپ ماشاء اللہ! مسلمان اور دین دار تھے، اور وہ اس بچے سے بہت محبت کرتے تھے؛ لیکن اس بچے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہاں تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ بڑا ہو کر گمراہ ہونے والا ہے، کافر بننے والا ہے،

اور جب ماں باپ کافر بچے کے ساتھ مل کر ایک ساتھ مکان میں رہیں گے اور چوں کہ ماں باپ کے دل میں بچے کی بہت محبت ہے جس کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ ماں باپ بھی کہیں کافر نہ ہو جاویں اور ایمان نہ چھوڑ دیویں اور بچے کی محبت میں ماں باپ کا مذہب بدل جاوے؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بچپن میں قتل کروا دیا اور ماں باپ کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔

بچوں کی محبت میں خلافِ شرع کام نہیں کرنا چاہیے

دینی بہنو! بچوں کے ساتھ محبت کرنا، پیار کرنا بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ بچوں کی محبت میں کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کریں، کوئی گناہ اور حرام کام نہ کریں، مثلاً بچے نے کہا: امّی! میوزک گانا چالو کرو، تو بچوں کے کہنے کی وجہ سے ہمیں میوزک نہیں بجانا چاہیے، بچے کہے کہ: ٹیلی ویژن چالو کر کے فلم دکھاؤ، تو ہمیں دکھانا نہیں چاہیے۔

بہت سی مرتبہ بچوں کی محبت میں جو کھلونے (Toees) لاتے ہیں اس ٹوئز (Toees) میں جانور، پرندے کی تصویریں ہوتی ہے، یا جانور پرندوں کے مجسمے ہوتے ہیں وہ سب خرید کر لاتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

اس بچے کی بعض بری عادتیں:

بڑا شرارتی اور لوگوں کا مال لوٹ لیتا تھا

وہ بچہ کیسا تھا؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ: وہ بڑا طوفانی اور بدمعاش بچہ تھا، لوگوں کا

مال لوٹ لیتا تھا، پھر بھاگ کر اپنے ماں باپ کے پاس چلا جاتا تھا، جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ: محلے میں مستی کرتے ہیں، کسی کا نقصان کرتے ہیں، اور جب کوئی پکڑنے آتا ہے تو بھاگ کر گھر میں ماں باپ کے پاس چھپ جاتے ہیں، یہ بچہ بھی ایسا ہی تھا، اس کے ایسے غلط کاموں کی وجہ سے اس کی ماں بہت پریشان رہتی تھی۔

جب بچپن کا یہ حال تھا کہ ماں باپ کو ستاتا ہے اور پریشان کرتا ہے تو بڑا ہو کر ماں باپ کے پاس کفر بھی کروائے گا اور ماں باپ کو بھی کافر بنائے گا یہ خطرہ تھا۔

حدیث میں آتا ہے کہ: یہ بچہ بڑا اشرارتی، طوفانی اور سرکش تھا اگر زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو بھی اللہ کا نافرمان بنا دیتا۔

لوگ اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے بددعا کرتے تھے

وہ بچہ بڑا ظالم تھا، راستے میں گزرنے والوں کے ساتھ لڑائی کرتا، بعض مرتبہ راستے میں گزرنے والے کو مار ڈالتا، اب جن کو وہ مارتا، قتل کرتا، پریشان کرتا تو وہ لوگ اس کے لیے بددعا کرتے؛ اس لیے کہ عام طور پر جب آدمی ظلم کا بدلہ نہیں لے سکتا تو آخر وہ بددعا کرتا ہے، وہ لوگ بچے کے ساتھ ساتھ اس کے ماں باپ کے لیے بھی بددعا کرتے تھے، جیسے کہ آج کل بھی ہوتا ہے کہ کوئی طوفانی بچہ ہو تو اس کے لیے بھی بددعا کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کے لیے بھی بددعا کرتے ہیں: تیرا ناس ہو اور تیرے ماں باپ کا بھی ناس ہو، بچے پر دھیان نہیں دیتے، اس کی برابر تربیت نہیں کرتے، بچے کو سنبھالتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ماں باپ کو لوگوں کی بددعا سے بچانے کے لیے اپنے نبی حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے اس بچے کو قتل کروا دیا۔

اس کے والدین کی غلط طرف داری

بعض روایتوں میں عجیب بات آئی ہے کہ: یہ بچہ جب طوفان، مستی یا کسی کو پریشان کر کے گھر آتا اور اس کے ماں باپ کے پاس کوئی فریاد کرنے آتا تو اس کے ماں باپ لڑکے کی محبت میں یوں کہتے کہ: نہیں نہیں! ہمارا بچہ ایسا نہیں کر سکتا، تم جھوٹ کہتے ہو، ہمارا بچہ تو بہت شریف اور نیک ہے، اور ماں باپ بچے کی محبت میں قسم بھی کھا لیتے تھے۔

بچے کی غلط طرف داری نہیں کرنی چاہیے

دینی بہنو! بچے کی فریاد اور شکایت آوے تو فوراً اس کو دھیان سے سنو، اور اس کو اہم سمجھ کر فوراً اپنے بچے کو سمجھاؤ، اس کو ڈانٹو، ضرورت پڑے تو اس کی کچھ مار پٹائی بھی کر لو، اور جو تمھارے بچے کی فریاد کرنے آوے وہ تمھارا محسن ہے، بچے کی محبت میں فریاد کرنے والے کو جھوٹا مت کہو؛ بلکہ فوراً اپنے بچے کی اصلاح کی کوشش کرو۔

انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو؛ چاہے کوئی بھی ہو

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ:اے ایمان والو!تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے بنو،اللہ تعالیٰ کے خاطر (سچی) گواہی دینے والے(رہو)اگرچہ(اس صحیح گواہی میں) تمھارا یا(تمھارے)والدین کا اور رشتے داروں کا نقصان ہوتا ہو،اگر وہ(جس کے خلاف گواہی دینی ہے)مال دار ہو یا فقیر ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی (تم سے) زیادہ بھلائی چاہنے والے ہیں،لہذا تم (ایسی) نفسانی خواہشات کے پیچھے مت چلو کہ تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم زبان کو دباؤ گے یا تم (شہادت دینے سے) خود کو بچاؤ گے تو یاد رکھنا تم جو کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان کی پوری طرح خبر رکھتے ہیں ﴿۱۳۵﴾

اِس آیت میں ہمیں صاف سکھا دیا کہ چاہے انصاف کرنے کی وجہ سے خود کا نقصان ہو، اپنے ماں باپ، اپنی اولاد،اور اپنے رشتے داروں کا نقصان ہو؛ لیکن انصاف انصاف ہے۔

اگر بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو!!!

ایک بات یاد رکھو! اگر آج تم نے اپنے بچے کے غلط رویے کی طرف داری کی تو ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ بچہ تم پر ظلم کرنے والا اور تم کو ستانے والا بنے گا؛ اس لیے بچپن سے ہی اپنے بچے پر خاص دھیان رکھنا چاہیے۔

غلط طرف داری کا نتیجہ: ایک واقعہ

ایک لڑکے کے متعلق میں واقف ہوں کہ جب وہ بیس سال سے کم عمر کا تھا تو جماعت والے اس کے گھر جاتے کہ اس کو جماعت میں بھیجو تو اس کے ابا کہتے کہ:تم جماعت والے عجیب لوگ ہو، یہ لڑکا پورا سال اسکول جاتا ہے،اب چھٹیوں میں اس کو

کھیلنے دو، تفریح کرنے دو اور اس کو جماعت میں نہ بھیجتے، مدرسے میں بھی نہ بھیجتے، کوئی اس کی شکایت کرے تو وہ بھی نہ سنتے، مال دار آدمی کا لڑکا تھا، کوئی جلدی ہمت بھی نہ کرتا۔ پھر بعد میں ایسا ہوا کہ وہ لڑکا بڑا ہوا اور اللہ کا نافرمان، ماں باپ کا نافرمان بنا، پیسے اڑانے لگا اور ایسے ایسے غلط کاموں میں پڑا کہ پھر اس کے وہی ماں باپ جماعت والوں کو ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ: بچے کو جماعت میں لے جاؤ، اس کو سمجھاؤ۔

حالاں کہ اب وہ بڑا بن گیا، بات مانتا نہیں، نافرمانی کرتا ہے، تب کہہ رہے ہیں کہ اس کو جماعت میں لے جاؤ۔

بہر حال! یہ لڑکا بھی غلط راستے پر تھا، اور خطرہ تھا کہ جب یہ بڑا ہو گا تو کافر بن جائے گا اور اپنے ماں باپ کو بھی کافر بنا دے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت خضر علیہ السلام کو وحی کے ذریعے سے بتلا دیا کہ: اس لڑکے کے ماں باپ بہت نیک ہیں؛ لیکن یہ لڑکا بڑا بدمعاش ہے، اسے قتل کر ڈالو؛ تاکہ اس کے ماں باپ کا ایمان بچ جاوے۔

اس بچے کے قتل کی وجہ سے والدین غمگین

مفسرین لکھتے ہیں کہ: جب حضرت خضر علیہ السلام نے اس بچے کو مار ڈالا تو اس کے ماں باپ بہت غمگین ہوئے، اور ہونا بھی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے بہتر فیصلہ فرماتے ہیں

لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ہر ایک کو راضی اور خوش رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا

وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو، اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ جانتے نہیں ہو ﴿۲۱۶﴾

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کے لیے جو فیصلہ بھی کرتے ہیں وہ فیصلہ بہتر ہوتا ہے، امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

بچپن میں انتقال والدین کو جنّت میں لے جانے کا ذریعہ ہے

بہت سی مرتبہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کے گھر پر بچپن میں بچے کا انتقال ہو جاتا ہے اور ماں باپ کو غم ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے؛ لیکن دینی بہنو! اس میں بڑی خیر ہوتی ہے، بڑی بھلائی ہوتی ہے، وہ بچہ ماں باپ کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے؛ اسی لیے جب بچے کے جنازے کی نماز ہم پڑھتے ہیں تو اس موقع پر ہم کو یہ دعا سکھلائی گئی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهُ لَنَا أَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْهُ شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً.

اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے (آخرت میں) آگے جا کر تیاری کرنے والا بنا دیجیے، اس بچے کو ہمارے لیے ثواب کا ذریعہ بنا دیجیے اور ہمارے لیے ذخیرہ یعنی جنت میں لے جانے کا ذخیرہ بنا دیجیے۔

اسی طرح مسائل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: اگر کسی عورت کو نو(۹) مہینے یا چھ (۶) مہینے سے پہلے کسی تکلیف کی وجہ سے خود بخود اسقاطِ حمل یعنی بچہ گر جاوے تو وہ بچہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت، نجات اور سفارش کا ذریعہ بنے گا۔

بزرگوں کا حال

ہمارے بہت سارے بزرگانِ دین کے بچے بچپن میں انتقال کر گئے، وہ کہتے ہیں کہ: ہم کو اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہیں کہ وہ ہم کو جنت میں لے جاوے؛ لیکن ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے جو بچپن میں انتقال کر گئے ان کے بارے میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ! وہ بچے ہم کو جنت میں لے جائیں گے۔

بہرحال! ایک مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ہمیشہ راضی اور خوش رہنا چاہیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض

حضرت خضر علیہ السلام نے جب اس بچے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو سفر میں ساتھ تھے، کہنے لگے: ﴿أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾

ترجمہ: ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ (یعنی بے قصور) جان کو مار ڈالا؟ جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی۔

بچے کو تو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں

یعنی تم نے ایک بے قصور بچے کو قتل کر ڈالا؛ حالاں کہ اگر بچہ کسی انسان کو قتل کر دے تو بھی بدلے میں (قصاص میں) بچے کو قتل نہیں کیا جاتا، یہ ہماری شریعت کا قانون

ہے، کوئی بڑا اور بالغ آدمی کسی انسان کو مار ڈالے تو اسلامی حکومت میں اس قتل کرنے والے کو بھی قتل کر دیا جاتا ہے، اس کو قصاص کہتے ہیں؛ لیکن اگر کوئی نابالغ بچہ کسی بڑے آدمی کو مار ڈالے تو اس بچے کو معاف کر دیں گے، اس کے پاس قصاص نہیں لیں گے، اور یہ بچہ تو اتنا بے قصور تھا کہ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا، کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کی وجہ سے اس بچے کو قتل کیا جا سکے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً سوال کیا اور سوال کر کے کہا:

﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا﴾

ترجمہ: پکی بات ہے کہ تم نے بڑا بُرا کام کیا۔

''نُكْرًا، اِمْرًا'' ان دونوں میں زیادہ سخت لفظ کونسا؟ مفسرین کے اقوال

یہاں آیت میں لفظ ''نکراً'' استعمال ہوا ہے، اس سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا﴾ یہ تو تم نے انوکھا (خوفناک) کام کیا۔

اس میں ''اِمْرًا'' کا لفظ استعمال ہوا۔

اب ان (نُكْرًا، اِمْرًا) دونوں میں سخت لفظ کونسا ہے؟

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ: ''نُكْرًا'' کے مقابلے میں ''اِمْرًا'' کا لفظ زیادہ سخت ہے، وہاں کشتی ٹوٹ جاتی تو تمام لوگ ڈوب کر مر جاتے اس لیے وہاں ''اِمْرًا'' کا بھاری لفظ استعمال فرمایا اور یہاں تو ایک ہی بچے کو قتل کیا تھا اس لیے ''نُكْرًا'' کا ہلکا لفظ استعمال فرمایا۔

جب کہ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ: ''اِمْرًا'' کے مقابلے میں ''نُکْرًا'' کا لفظ زیادہ سخت ہے؛اس پر ''نکراً'' کا لفظ استعمال ہوا، معلوم ہوا یہ لفظ زیادہ سخت ہے؛ اس لیے کہ وہاں کشتی ڈوبی نہیں؛ بلکہ امکان تھا کہ کشتی ڈوب جاوے۔

اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام کی ناراضگی بڑھ گئی اور ''لک'' کو زیادہ کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ تاکید کے ساتھ فرمایا؛اے موسیٰ میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔

اس بچے کو قتل کرنے کا راز

پھر خود حضرت خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کرنے کا راز بتلایا:

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ دونوں ایمان والے تھے،سو ہم کو اس بات کا ڈر ہوا کہ وہ ان دونوں (یعنی ماں باپ) کو (زبردستی کر کر کے) سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا ﴿۸۰﴾

اس میں حضرت خضر علیہ السلام نے جمع کے صیغے کے ساتھ حقیقت کا اظہار فرمایا کہ اس میں اپنے ارادے کی قوت کو ظاہر فرمایا، یا یہ ارادہ اور خشیت کو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی طرف اور اللہ کی طرف، دونوں کی طرف منسوب کیا، اور یہاں یقیناً حضرت خضر علیہ السلام ہی نے اس بچے کو قتل کر ڈالا۔

اس بچے کے والدین پر اللہ تعالیٰ کا انعام

چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو بہت نوازنے والے ہیں، بہت دینے والے ہیں، ان

کا چھوٹا معصوم بچہ اللہ نے خضر علیہ السلام کے ذریعے قتل کروادیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں بہترین بدلہ دیا، آگے آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: ہم کو یہ منظور ہوا کہ ان (ماں باپ) کے رب ان کو (ایسی اولاد) دیویں جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس (مقتول لڑکے) سے بہتر ہو اور (ماں باپ سے) شفقت کرنے میں بڑھ کر ہو ﴿۸۱﴾

تقریباً ستر (۷۰) پیدا ہوئے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے میں ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی، جس وقت اس بچے کو قتل کیا گیا اس وقت اس کی ماں کے پیٹ میں حمل تھا، جس سے لڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی کا ایک نبی سے نکاح ہوا، اس نکاح کی برکت سے ایک یا دو یا ستر (۷۰) یا (۱۲) نبی ان کے گھر میں پیدا ہوئے، اور ان کے ذریعے پوری امت کو ہدایت ملی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ کہ جن کے ستر (۷۰) نواسے اللہ کے نبی ہوئے، اللہ اکبر! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بچہ لیا، ایمان بچایا اور ایسی بڑی نعمت سے ان کو نوازا۔

بعض روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس مقتول بچے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے دوسرا نیک بیٹا عطا فرمایا۔

بعض مفسرین نے یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا

کی اور دعا کی برکت سے اس مقتول بچے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے بہتر اولاد عطا فرمائی، چوں کہ اولاد دینا خالص اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

کافروں کے ساتھ رہنے کے سلسلے میں شریعت کی پاکیزہ تعلیمات

اس موقع پر ایک خاص بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ: ایک گھر میں مسلمان کا کافر کے ساتھ رہنا موت کے وقت ایمان پر اثر انداز ہوسکتا ہے؛ اسی لیے حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ. (ابوداؤد عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ)

یعنی جو آدمی کافر کے ساتھ زیادہ ملنا جلنا رکھے، اس کے ساتھ رہے تو وہ بھی اس کے جیسا ہوجاتا ہے۔

اس لیے کاروبار میں ضرورت پڑے اور ان کے ساتھ ملنا جلنا ہو، اسی طرح ان کے ساتھ ایک ملک اور ایک شہر میں رہنے کی صورت میں ان کے ساتھ ملنا جلنا ہو تو اخلاق سے پیش آویں، حسنِ سلوک کرے؛ لیکن دین کے معاملے میں، ان کافروں کے طریقوں کو نہیں اپنانا چاہیے؛ اس لیے کہ ان کے طریقوں پر چلنے سے، ان کے ساتھ گہری (حد سے زیادہ) دل سے محبت کرنے سے، اور ان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ میل جول کرنے کی وجہ سے ایک مسلمان میں کافروں جیسے اخلاق اور عقیدے آجانے کا خطرہ ہے اور یہ چیز ایمان کے برباد کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

آج کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا حال

آج کل ایسا ہو رہا ہے، ہماری بہت سی مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتی ہیں، جس کے نتیجے میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ اس مسلمان لڑکی کے دل سے ایمان کی قیمت کم ہوجاتی ہے، کفر کی نفرت ختم ہوجاتی ہے اور اس کے دل میں کافروں جیسے عقیدے اور اعمال آنے شروع ہوجاتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ لڑکی ایمان سے نکل کر نعوذ باللہ! کافر بنتی اور کافر لڑکے سے نکاح کر لیتی ہے۔

اسی طرح بعض مسلمان مرد غیر مسلم لڑکیوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کے دل سے بھی ایمان کی قدر کم ہوسکتی ہے اور کفر کی نفرت کم ہوجانے کا ڈر ہے اور یہ آہستہ آہستہ ایمان ختم ہوکر کفر کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سارے فتنے اور فساد وجود میں آتے ہیں، اور ''لو میرج'' () ہوجاتا ہے، یہ سب چیزیں صحیح نہیں ہیں۔(اللہ حفاظت میں رکھے، آمین)

دین و مذہب کے معاملے میں غیر مسلموں سے احتیاط

آج کل دنیا میں بہت سی جگہوں پر ایسا ہو رہا ہے؛ اس لیے یہ بات بہت اہم ہے جو اس قصے میں ہم کو سکھائی ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ ایک ملک اور ایک شہر میں رہنے کی وجہ سے اخلاق سے پیش آنا چاہیے، ان کے ساتھ اچھے معاملات کرنے چاہیے؛ لیکن دین اور مذہب کے معاملے میں بڑا احتیاط رکھنا چاہیے، اور ان غیر مسلموں کے کلچر کو بالکل اپنانا نہیں چاہیے، اس سے اپنے آپ کو بہت دور رکھنے کی

ضرورت ہے، یہ چیز ایمان کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے، آمین۔

والدین کا نیک ہونا اولاد کے نیک ہونے کا ذریعہ

دوسری بات یہ کہ: بہت سی مرتبہ والدین کی اصلاح اولاد کی اصلاح کا ذریعہ بن جاتی ہے، والدین درست ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اولاد کو بھی درست اور نیک بنائیں گے، اور والدین کے اندر بگاڑ آئے گا تو اولاد کے اندر بھی بگاڑ آتا ہے، اس کو بھی ہمیشہ دھیان میں رکھنا چاہیے۔

ایمان والوں کے چھ (۶) اوصاف

اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾

ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں، اچھی بات سکھلاتے ہیں اور وہ بری بات سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم کریں گے، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ہیں، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۷۱﴾

ایمان والے مرد اور عورتوں کو کیا کرنا چاہیے اس آیت میں ارشاد فرمایا:

① آپس میں ایک دوسرے کے دوست رہیں، ایمان والی بہنیں ایمان والی بہنوں کی دوست، ایمان والے بھائی ایمان والے بھائیوں کے دوست۔

② ایک ایمان والی بہن دوسری ایمان والی بہن کو اچھی اچھی باتیں سکھلاویں، دین کی باتیں سکھاویں، اچھے کام سکھلاویں۔

③ ایک ایمان والی بہن دوسری ایمان والی بہن کو بری باتوں سے روکیں۔

④ نماز قائم کرے، آپس میں ایک دوسرے کو نماز کے بارے میں سمجھاویں۔

⑤ زکوۃ پابندی سے ادا کریں، ایک دوسرے کو زکوۃ کے بارے میں کہیں۔

⑥ اللہ اور اس کے رسول کی بات مان کر زندگی گزاریں۔

ان چھ اوصاف پر اللہ تعالیٰ کا عظیم وعدہ

جو ایمان والی بہن اور جو ایمان والے بھائی یہ سات کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے وعدہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں سے اور ایمان والی عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے کہ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور سدا بہار باغوں میں پاکیزہ مکانات کا (جو ان کے لیے ہیں) اور اللہ تعالیٰ

کی طرف سے رضامندی (ان) سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

ہر چیز کی حکمت نبیوں کو معلوم ہو جائے ضروری نہیں

یہاں دل میں یہ سوال نہ لانا کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو جانتے تھے پھر پیدا کیوں کیا؟ کہ بعد میں اس کو قتل کروانے کا واقعہ ہوا، حقیقت یہ ہے کہ اس بچے کو پیدا کرنے کی کیا حکمت ہے ہم نہیں جانتے، حضرت خضر علیہ السلام نے بھی اس کی حکمت ظاہر نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں کی حکمت بندے جانتے نہیں، اور دنیا میں جان بھی نہیں سکتے، جیسے بغل، ناف کے بال صاف کرنے کا حکم ہے تو کوئی یہ سوال نہ کرے کہ یہ بال اگائے ہی کیوں؟ ہم بندے ہیں، بندے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر کام کی حکمت کے پیچھے نہ پڑے، بندہ عاجز ہے، علم اور سمجھ بندے کی قاصر ہے۔

خلاصۂ کلام

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں یہ واقعہ بیان فرمایا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو بڑی نصیحت کردی کہ دیکھو! اولاد کی محبت میں اندھے ہوکر شریعت کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کرنا، آج ماں باپ اولاد کی محبت میں اندھے ہوکر شریعت کے خلاف کام کرتے ہیں، پھر جب اولاد بگڑ جاتی ہے تو ماں باپ بے چارے پوری زندگی پریشان رہتے ہیں؛ اس لیے نیت کر کے اٹھو کہ اولاد سے محبت میں کوئی گناہ اور شریعت کے خلاف کام نہیں کریں گے۔

دوسری چیز کوئی ہماری اولاد کی شکایت کرے تو اس پر فوراً دھیان دو، بچپن میں

اپنی اولاد کی اصلاح کرلو، بڑے ہو کر یہ اولاد تمھاری وفادار، تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے سکون کا ذریعہ بنے گی اور اگر بچپن میں بچوں کی محبت میں ان کے غلط طریقوں کی طرف داری کی تو۔ اللہ حفاظت میں رکھے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ بچے ایسے بگڑ جاویں کہ آگے چل کر اپنے ماں باپ کے نافرمان بن جاویں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک جگہ ایک بڑے عالم تھے، بڑے اللہ والے بزرگ تھے، ایک مرتبہ کوئی مسئلہ ہو گیا، ایک جوان لڑکا اس بزرگ عالمِ دین کے سامنے غصے میں آکر کچھ غلط سلط بولنے لگا۔ دوسرے لوگوں نے اس کو سمجھایا اور کہا کہ: بیٹا! تیری عمر کم ہے، سامنے بزرگ عالمِ دین ہیں، تو کیا بولتا ہے؟

تو اس کے ابا جان نے دوسرے لوگوں کو روکا کہ! میرا بیٹا جو بولتا ہے وہ صحیح بولتا ہے، تم اس کو بولنے دو، وہ مولانا صاحب غلط کہہ رہے ہیں، باپ نے اپنے بیٹے کی غلط طرف داری کی، اور اس عالم کے سامنے غلط بات بولنے دی۔ صحیح بات سناتا ہوں پھر ایک دن وہ آیا کہ وہ لڑکا اپنے سگے باپ کا نافرمان بن گیا اور اس کے باپ کو زندگی کے آخری دنوں میں پیسے بھی نہیں دیتا تھا، سارا کاروبار اس نے چھین لیا، باپ بڑھاپے کی حالت میں پریشان لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ: میرے بیٹے کو کوئی سمجھاؤ، میرے بیٹے کے لیے دعا کرو۔

میری دینی بہنو! یہ ایک عالمِ دین کے مقابلے میں اپنے بیٹے کی غلط طرف داری کا نتیجہ تھا، یہ ایک الگ بات تھی کہ وہ باپ نیک تھا، بزرگوں کی قدر کرنے والا تھا؛

اس لیے ان کو جمعہ کے دن موت نصیب ہوئی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں وہ بیٹے کی وجہ سے بہت پریشان رہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، اور اس واقعے میں آئی ہوئی نصیحتوں پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

سبا کی رانی: بلقیس کا
عجیب واقعہ
(حصہ: اول)

مختصر تعارف

نام: بلقیس بنت شرحبیل بن مالک بن الریان۔

اس کا باپ پورے یمن کا مالک تھا جو کہ اپنی ۴۰ پیڑھی سے بادشاہ چلا آ رہا تھا۔

اس کے باپ کے سوا اس کے دادکی کوئی اولاد نہ تھیں۔

اس کے باپ کا نکاح ایک جنیہ عورت سے ہوا تھا جس کا نام ''قارعہ'' تھا۔

بعض کے نزدیک اس کا نام ''ریحانہ بنت السکن'' تھا۔

ایک روایت میں بلقیس کی والدہ کا نام ''فازمہ بنت صخر'' تھا۔

اس کی والدہ کا نام ''لیلی'' بھی بتلایا جاتا ہے۔

بلقیس ان تمام چیزوں کی مالک تھیں، جن کی ضرورت بادشاہوں کو پڑا کرتی ہے۔

اس کا تخت لمبائی میں اسّی (۸۰) ہاتھ اور چوڑائی میں چالیس (۴۰) ہاتھ بڑا تھا، اس کی اونچائی تیس (۳۰) ہاتھ تھی، جو سونے چاندی اور قیمتی پتھروں اور موتیوں سے بنایا گیا تھا، اس تخت پر سات کمرے تھے اور ساتوں پر ایک بندھ دروازہ تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَاكُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا الله وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا أَتَمَّ عَلَيْنَانِعَمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِيْنَ۝۲۰ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۝۲۱ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ۝۲۲ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ۝۲۳ (النمل)

آیات کا ترجمہ مع فوائد

اور اس (سلیمان) نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی، سو وہ (سلیمان علیہ السلام) کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہد ہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ ﴿۲۰﴾

فوائد: ① ہد ہد چھوٹا اور کمزور پرندہ ہے، معلوم ہوا چھوٹوں اور کمزوروں پر بھی

نظر رہنی چاہیے۔

② پرندوں کی طبیعت ایک جگہ رہتی نہیں، وہ اڑتے پھرتے ہیں، معلوم ہوا ماتحتوں میں جن کا مزاج ہی گھومنے پھرنے کا ہو ان کی حاضری کی خصوصی فکر رکھیں۔

③ اچانک حاضری لینے کا ثبوت بھی نکلتا ہے۔

ترجمہ: میں اس کو (غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا، یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا میرے پاس کوئی ایسی وجہ بتلاوے جو (غیر حاضری کی) حقیقت کو ظاہر کرنے والی ہو (یعنی غیر حاضری کا صحیح عذر مجھے بتاوے) ﴿۲۱﴾

فائدہ: معلوم ہوا عذر بھی سننا چاہیے، صرف تانا شاہی نہ چلاوے کہ بغیر اجازت سے گیا ہی کیوں؟ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر معقول عذر کی سے یا بلا عذر غیر حاضری کرے تو تادیبی کارروائی (سزا) بھی کی جاسکتی ہے۔

ترجمہ: سو وہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہو گیا، اور وہ (ہدہد سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے۔

فوائد: ① ہدہد کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سمجھ ملی ہے کہ حضراتِ انبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے۔ غور کرو جس نبی کے متعلق آیت ۱۵ر میں خود باری تعالیٰ کا علم عطا فرمانا بیان کرے، ان کو ہدہد نے ایک بات کی اطلاع دی۔

② بڑے سے بڑے انسان کا علم محیط نہیں ہوسکتا، کوئی اپنے علم کی وسعت پر نازاں نہ ہو۔

③ نیز اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بڑوں کو ہر چیز معلوم ہو یہ ضروری

نہیں، چھوٹوں کی معلومات سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔

ترجمہ: اور میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بڑوں کی خدمت میں یقینی و تحقیقی باتیں عرض کرنی چاہیے۔

ترجمہ: میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جوان پر حکومت کر رہی ہے اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے ﴿۲۳﴾

(از تیسیر القرآن)

آج کی اس مجلس سے قرآن میں آیا ہوا ایک عورت کا واقعہ شروع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس میں آئے ہوئے اسباق اور نصیحت کی باتوں پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

کُل چوبیس آیتوں میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے

اس عورت کا نام ''بلقیس'' بتلایا جاتا ہے، یہ ایک ایسی عورت ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو دنیا میں بڑی حکومت عطا فرمائی تھی، وہ ایک ملک کی رانی (Queen) تھی، اس کا عجیب و غریب قصہ ان آیات میں آیا ہے، یہ قرآنِ مجید کے انیسویں پارے کی ''سورۃ النمل'' ہے، اس کی آیت نمبر بیس (۲۰) سے آیت نمبر چوالیس (۴۴) تک اس عورت کا قصہ ذکر کیا گیا ہے، ان شاء اللہ! یہ کل چوبیس (۲۴) آیتوں کی تفسیر اس واقعے کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم شامل حال فرمائے۔

واقعہ شروع کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں

پہلے دو تین ضروری چیزیں سمجھ لیں: ایک تو یہ کہ یہ بلقیس کون تھی؟

دوسرا یہ کہ یہ عورت کہاں کی تھی؟

تیسرا یہ کہ اس عورت کا خاندان کون سا تھا؟

یہ کچھ اہم سوالات ہیں، وہ پہلے آپ اچھی طرح سمجھ لیں؛ تاکہ قصہ اچھی طرح آپ کی سمجھ میں آجاوے۔

''سَبا'' کا تعارف

یمن ایک ملک کا نام ہے، جو مدینۂ منورہ اور مکہ مکرمہ کے قریب میں واقع ہے، اس کی راجدھانی کا نام ''صنعاء'' ہے، جس کو انگریزی میں sana کہتے ہیں، پرانے زمانے میں صنعاء کے قریب ''سبا'' نام کا ایک شہر تھا، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے بڑا عجیب اور بڑا خوب صورت بنایا تھا، وہاں کا ڈیم مشہور تھا، وہاں قدرتی طور پر مکھی، مچھر، زہریلے سانپ، کوئی گندی چیز نہیں ہوا کرتی تھی، بہت ہی عمدہ شہر تھا۔

بلکہ دوسری جگہ سے آنے والے مسافر کے کپڑے یا بدن میں جوئیں ہوتیں تو وہ بھی وہاں آکر مرجاتی تھیں، کوئی زہریلا جانور بھی نہ تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چار یا پانچ سال پہلے میں نے آپ کی مسجد میں ظہر کے بعد اس کا پورا قصہ بیان کیا تھا، آپ پرانی سی ڈی (c.d) میں اس کو سن سکتے ہیں۔

آج کل لوگ بیوقوفی کر کے لڑکیوں کے نام بھی ''سبا'' رکھتے ہیں؛ حالاں کہ سبا ایک شہر کا نام تھا، اگر ''سین'' کے بجائے ''صاد'' کے ساتھ ''صبا'' پڑھیں تو ''ہوا'' کا نام

ہو جاتا ہے۔

سبا کون تھا؟

حدیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پوچھا گیا: یہ سبا کون تھا؟

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جواب دیا کہ: یہ ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے تھے، اس کے چھ (۶) بیٹے داہنی طرف (right side) چلے گئے، اور انھوں نے پورا شہر آباد کر دیا، یہی ''یمن'' کہلاتا ہے۔

اور چار (۴) بیٹے بائیں طرف (Left side) چلے گئے، انھوں نے ''شام'' آباد کیا جس کو ہم ''سیریا'' کہتے ہیں۔

بلقیس کے خاندان کا تعارف

اسی ''سبا'' کی رانی کا نام ''بلقیس'' ہے، اس کے ابا کا نام ''شراحیل'' تھا، یہ ''یعرب بن قحطان'' کی نسل اور اولاد میں سے تھی، بلقیس کا باپ بھی بہت بڑا بادشاہ تھا، کہتے ہیں کہ: اس کے دادا، پر دادا، اوپر تک انتالیس (۳۹) بادشاہ اس کے خاندان میں ہو چکے تھے اور یہ ''شراحیل'' چالیسویں (۴۰) نمبر پر تھا، یہ شراحیل اپنے آپ کو بہت بڑا بادشاہ سمجھتا تھا، وہ تکبر میں لوگوں سے یوں کہتا تھا کہ: میرے ساتھ شادی کے لیے انسانوں میں کوئی خاندان نہیں ہو سکتا، میرا انسانوں میں کوئی ''کفو'' اور برابر کا ہے ہی نہیں۔

اس لیے کہ لوگ شادی کرنے کے لیے علم، عقل، ہوشیاری اور مال داری میں اپنے برابر کی فیملی ڈھونڈتے ہیں۔

وہ کہتا تھا کہ: میں اتنا بڑا بادشاہ ہوں اور اتنا مال دار ہوں کہ انسانوں کی کوئی فیملی نکاح کرنے کے لیے میرے برابر نہیں ہے؛ اس لیے میری شادی جناتوں کی فیملی میں ہونی چاہیے۔

بلقیس کے باپ کا نکاح ایک جنّی عورت سے

لوگ کہنے لگے کہ: بہت اچھا! انسانوں میں تیرے برابر کی کوئی فیملی نہیں ملتی تو کسی جنات کی لڑکی سے ہم تیری شادی کروا دیتے ہیں؛ چنانچہ ایک جنات کی فیملی میں اس کی شادی ہوئی اور جنات کی جس لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوئی۔

اس جنی عورت کا نام؟

اس کا نام بعض تفسیری روایتوں میں ''ریحانہ بنت سکن'' آیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ: بلقعہ یا بلعمہ بنت شیصان نام کی ایک جنات کی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کرائی گئی۔

''جنّ'' سے شادی کرنے کا مسئلہ

آپ کے دماغ میں یہ مسئلہ آسکتا ہے کہ کیا کوئی انسان مرد جنات کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا انسانوں میں سے کوئی عورت جنات کے مرد سے شادی کرسکتی ہے؟

فتاویٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: بعض مفتیانِ کرام اس شادی اور نکاح کو جائز کہتے ہیں، ایک کتاب کا نام ''آکام المرجان فی احکام الجان'' ہے، حضرت علامہ عبدالحی لکھنویؒ ہمارے ایک بہت بڑے مفتی گذرے ہیں، انھوں نے اس میں اس طرح کے مسائل بھی

لکھے ہیں اور ایسے قصے بھی لکھے ہیں۔

میں نے یہاں آپ کو شریعت کا مسئلہ بتایا؛ لیکن بلقیس کے باپ نے جنات کی لڑکی سے شادی کی، یہ ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ تو کافر تھا، غیر مسلم تھا اور یہ واقعہ پچھلی امتوں کا ہے۔

ایک بہت ہی اہم بات

یہاں ایک اہم بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ہمارے جوڑے بنائے ہیں، یہ انسانوں کے لیے انسان میں اور جناتوں کے لیے جنات میں، جانوروں کے لیے جانور میں، پرندوں کے لیے پرندوں میں، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام (System) ہے، اس نظام کو توڑنا نہیں چاہیے اور اس کو بدلنا نہیں چاہیے، اسی میں خیر اور برکت ہے۔

آج کا بگڑا معاشرہ جو جانوروں سے جنسی تعلقات رکھتا ہے

آج دنیا میں ایسی بگڑی ہوئی عورتیں ہیں جو جانوروں کے ساتھ میاں بیوی والے تعلق رکھتی ہیں اور ایسے مرد بھی ہیں جو جانوروں کے ساتھ میاں بیوی والے تعلق رکھتی ہیں، ایسی گندگی اور ایسا بگاڑ آج کے انسانوں میں ہے، یہ حرام ہے، شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بگاڑ سے ابھی بھی اور مستقبل میں بھی ہماری سوسائٹی اور ہمارے سماج کی حفاظت فرماوے، آمین۔

قرآن کا فرمان

قرآن کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کو وہی (اللہ تعالیٰ) پیدا کرنے والے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) نے تمھارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے (اور) وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو اس میں بڑھاتے ہیں، کوئی چیز اس کے جیسی نہیں ہے اور وہی ہر بات سنتے ہیں (اور) سب کچھ دیکھتے ہیں ﴿۱۱﴾

یعنی انسانوں کے لیے انسان میں سے جوڑے بنائے اور جانوروں میں جانوروں کے جوڑے بنائے۔

انسان کی جنسی ضرورت انسان ہی سے پورا ہونا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے

اس آیت میں غور کرو ''مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً'' فرمایا؛ حالاں کہ جماع کرنا اور نکاح کرنا ایک ضرورت ہے، وہ اپنے ہی اندر سے پوری کرنا ہے، اسی طرح انسان کے ساتھ بہت ساری دوسری ضروریات لگی ہوئی ہیں وہ تمام ضروریات اپنے ہم جنس سے پوری نہیں کرتا، مثلاً کھانا ایک ضرورت ہے؛ لیکن وہ انسان اپنے ہم جنس دوسرے انسان سے پورا نہیں کرتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کھاوے، انسان کا گوشت حرام ہے اور یہ حرام ہونا انسانی شرافت وکرامت کی وجہ سے ہے۔

لیکن آج کچھ انسان جو دوسرے جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ انسان کا گوشت

کھاتے ہیں، انسانیت میں کتنی گراوٹ آ گئی ہے۔

خیر! تو کھانے جیسی ضرورت ایک انسان دوسرے انسان سے پوری نہیں کرتا؛ بلکہ دوسرے حلال جانوروں سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

لیکن جماع جیسی جنسی ضرورت انسان اپنی ہی ہم جنس انسانی نوع میں بیوی سے، باندی سے پوری کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے؛ ورنہ تصور کرو! اگر انسان کو کسی اور جانور سے یہ ضرورت پوری کرنی ہوتی تو کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا؟

جماع کا لطف اور مزہ ہی کیا ہوتا؟ اولاد کتنی مشکل ہوتی؟

اس لیے انسان جنسی ضرورت اپنی ہی نوع سے پوری کرے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

''کُفُو'' کا مسئلہ اور اہمیت

اِسی آیت کے تناظر (Refrence) میں ایک دوسری بڑی اہم بات سمجھو! کہ ہمارے دین میں ''کُفُو'' بہت اہم چیز ہے، کفو کا مطلب ہوتا ہے ''برابری''؛ یعنی جب نکاح کرے تو جوڑا برابر برابر ہے کہ نہیں وہ دیکھنا چاہیے، خاص کر کے دین داری میں برابری دیکھنا چاہیے۔

اگر دین داری میں برابری، بزنس اور کاروبار میں برابری، عقل اور ہوشیاری میں برابری، علم اور ایجیوکیشن میں برابری دیکھ کر شادی کریں گے تو دونوں اچھے میچ (Match) ہو جائیں گے، ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے اور سمجھ کر اچھی طرح سکون والی زندگی گزار سکیں گے۔

انٹرنیٹ پر جوڑے کا انتخاب ایک نقصان دینے والا عمل

اگر برابری نہیں ہے جیسے کہ آج کل ایک بیماری چل رہی ہے، ایک غلط رواج بن رہا ہے انٹرنیٹ کے ذریعے پسند (Choice) کرنے کا، اور فانی چیزوں کو دیکھ کر پسند کرنے کا، تو اس میں تھوڑے دن تو اچھا لگتا ہے؛ لیکن بعد میں نقصان ہوتا ہے، دونوں کی فیملی جیسی جمنی چاہیے ایسی جمتی نہیں ہے اور اس کے بڑے نقصانات ہوا کرتے ہیں؛ اسی لیے ہمارے دین میں کفو؛ یعنی برابری کو ایک اچھا درجہ بتایا گیا۔

ماں کے جنّی ہونے کا اثر بلقیس میں

بہر حال! بلقیس کے باپ شراحیل نے ایک جنّی عورت کے ساتھ شادی کی، ان دونوں کے نکاح کے بعد اللہ نے جو لڑکی عطا فرمائی اسی لڑکی کا نام بلقیس ہے؛ گویا کہ یہ بلقیس عجیب وغریب لڑکی تھی کہ باپ انسان میں سے اور ماں جنات میں سے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں عجیب وغریب بات لکھی ہوئی ہے کہ قدرتی طور پر بلقیس کے پاؤں کی ایڑی جانوروں جیسی تھی، ظاہر بات ہے کہ دو الگ الگ (یعنی انسان اور جنات) سے یہ لڑکی پیدا ہوئی تو ایسا ممکن (Possible) ہے۔

بعض جانوروں کے پیر میں کھُر بھی ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا، گدھا، خچر، اونٹ، ان کے پیروں میں کھُر ہوتا ہے، بلقیس کے پیر بھی کھُر کی طرح تھے۔

نیز بلقیس کو اللہ تعالیٰ نے لمبے لمبے گھنے بال عطا فرمائے تھے، یہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے جس کو امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے۔

ماحول کا اثر انسان کو ایمان سے بھی محروم کردیتا ہے

وہ ایمان والی نہیں تھی؛ لیکن زندگی کے آخری دنوں میں ۔الحمد للّٰہ ۔ وہ ایمان لے آئی، اس کے ایمان کا قصہ ان شاء اللہ! ہم آگے سنیں گے، شروع میں اس کو ماحول اچھا نہیں ملا، مشرکہ عورت تھی، سورج کی پوجا کرتی تھی، کافروں کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے اسے کفر سیکھنے کو ملا، یہ سب کچھ غلط ماحول کا اثر تھا۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ جب غلط ماحول ملتا ہے تو انسان ایمان تک سے محروم ہوکر کے کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان کہ ہم کو ماں باپ بھی ایمان والے ملے، ماحول بھی ایمان والا ملا، انسان کو کفر اور شرک کا ماحول ملتا ہے تو ۔نعوذ باللہ ۔کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم کو ایمان کے ساتھ باقی رکھے، آمین۔

ملکہ بلقیس اور اس کی پارلمینٹ

اس کے باپ کے مرنے کے بعد پورے سبا علاقے کی حکومت اِس بلقیس کے ہاتھ میں آگئی اور وہ رانی بن گئی، اس کی ایک پارلمینٹ تھی، اس پارلمینٹ میں تین سو بارہ (312) بڑے بڑے اس کے رکن (ممبر) تھے، اور ہر ایک کی ماتحتی میں دس ہزار لوگ ہوا کرتے تھے۔

ملکہ بلقیس کا لشکر

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس کے بڑے بڑے لشکر کے بارہ ہزار کمانڈر (Comander) تھے اور ہر کمانڈر کی ماتحتی میں ایک لاکھ سپاہیوں کی آرمی اور فوج

ہوا کرتی تھی۔

عالی شان محل اور تخت

اس کا ایک بہت بڑا عالی شان اور عجیب وغریب محل تھا، وہ اس محل کے تمام دروازوں کو تالا لگاتی تھی اور رات کو چابی اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سویا کرتی تھی۔

اس کا ایک عظیم اور بڑا تخت بھی تھا، پرانے زمانے میں بادشاہ لوگ اپنی حکومت چلانے کے لیے شاندار تخت پر بیٹھتے تھے،قرآن میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ۔اور بلقیس کا تخت بہت بڑا تھا۔

تخت کی مقدار

تفسیر کی ایک روایت میں ہے کہ اس کا تخت اسّی (۸۰) ہاتھ لمبا۔یعنی تقریباً ایک سو بیس فٹ۔اور چالیس ہاتھ چوڑا، اور تیس (۳۰) ہاتھ اونچا تھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے بقول لمبائی اور چوڑائی تیس تیس (۳۰) ہاتھ اور اونچائی اسی (۸۰) ہاتھ تھی۔

یہ تخت سونے (Gold) کا بنا ہوا تھا، لال رنگ کے یاقوت کے پتھر، ہرے ہرے (green) رنگ کے زبرجد کے پتھر اور موتی اس کے تخت پر لگے ہوئے تھے۔

نیز اس کے تخت پر سات روم بھی تھے اور ہر روم کا الگ الگ دروازہ تھا، اتنا عالی شان اس کا تخت تھا۔

یہ بلقیس خود بھی شرک وکفر کرتی تھی اور اس کی عوام بھی شرک وکفر کرتی تھی، یہ میں نے آپ کو بلقیس کی تھوڑی سی پہچان کرائی، آگے جیسے جیسے قصہ آئے گا اس کا تعارف

خود سمجھ میں آتا جائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

اب ہم اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام ۔جن کو (عیسائی) لوگ سولومون (solomon) کہتے ہیں۔ کی قبر بیت المقدّس (Palestine) میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب ہے، الحمدللہ! وہاں اللہ تعالیٰ نے بندے کو حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بھی تھے اور اللہ کے نبی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب وغریب حکومت دی تھی: انسان، جنات، پرندے، جانور، اور ہوا، ہر چیز پر آپ کی حکومت تھی۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی بھی دے رکھی تھی کہ وہ پرندوں اور جانوروں کی بات سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بات چیت بھی کرتے تھے۔

تفسیری روایتوں میں ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے انیس (۱۹) بیٹے تھے؛ لیکن ان سب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو علومِ نبوت اور تاجِ نبوت نصیب ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا سفرِ مکہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب مسجدِ اقصیٰ بنا لی تو مکہ مکرمہ گئے اور وہاں انھوں نے چند دن قیام کیا۔

اس لیے کہ مکہ ایک ایسی جگہ ہے کہ تقریباً اللہ تعالیٰ کے تمام نبی وہاں حج وعمرہ

کرنے کے لیے پہنچے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہاں بار بار لے جائے، آمین۔

سلیمان علیہ السلام کی سیدنا حضرت محمد ﷺ کے متعلق پیشین گوئی

حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ مکرمہ میں روزانہ پانچ ہزار اونٹنیاں، پانچ ہزار بیل اور تیس ہزار مینڈھے ذبح کر کے لوگوں کی دعوت کرتے اور مکہ میں اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کر کے یوں کہتے کہ: یہ مکہ وہ شہر ہے جہاں اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آنے والے ہیں اور ان کی صفت یہ ہوگی کہ:

جتنے ان کے مخالفین ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ان کو غالب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ایسا رعب عطا فرمائیں گے کہ ایک مہینے کی دوری تک ان کا رعب چلتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں وہ کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پروانہیں کریں گے۔

مجمع میں حاضر لوگوں نے پوچھا کہ: ان کا دین کیا ہوگا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: دینِ توحید؛ یعنی ملتِ ابراہیمی پر چلیں گے؛ لہٰذا جو بھی ان کا زمانہ پاوے وہ ان پر ایمان لاوے۔

لوگوں نے پوچھا: ابھی ان کا زمانہ کتنا باقی ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: ایک ہزار (۱۰۰۰) سال باقی ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: جو بات میں نے تم کو سنائی وہ تم نے سن لی، اب جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان تک تم یہ بات پہنچادو۔

گویا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ، اللہ کے دین کی باتوں کو پہنچانا ہر نبی کے زمانے

میں یہ رہا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ سے یمن کی طرف

حضرت سلیمان علیہ السلام حج سے فارغ ہو کر ایک دن صبح صبح مکہ سے روانہ ہوئے اور زوال تک یمن پہنچ گئے؛ حالاں کہ اس زمانے میں مکہ سے یمن جانے میں ایک مہینہ لگتا تھا؛ لیکن چوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہواؤں پر اڑنے کی طاقت عطا فرمائی تھی؛ اس لیے ہوا پر اڑ کر زوال تک یمن پہنچ گئے۔

وہاں دیکھا کہ پورا یمن خوب صورت اور سرسبز و شاداب (Greenery) ہے، آپ دوپہر کا کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لیے وہاں اترے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑتی تو طریقہ یہ ہوتا تھا کہ اگر وہاں تالاب، جھیل، ندی یا چشمہ ہوتا تو بہت اچھا! ورنہ کنواں کھود کر پانی نکالا جاتا تھا، اور زمین میں کہاں پانی ہے یہ تحقیق کرنے کی ذمے داری ''ہدہد'' کے سپرد تھی۔

ہدہد کا تعارف

''ہدہد'' ایک پرندے کا نام ہے، آج بھی دنیا میں یہ پرندہ ہے، میں نے بھی اس کو دیکھا ہے، یہ بہت چھوٹا ہوتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ کرامت دی ہے کہ زمین کے اندر کہاں پانی ہے اور کتنا نیچے ہے وہ اس کو نظر آ جاتا ہے، اس کی چونچ بہت لمبی ہوتی ہے، تقریباً دو تین انچ لمبی ہوتی ہے، جہاں پانی ہوتا ہے وہاں وہ چونچ کے ذریعے نشان کر دیتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ گویا وہ ایک انجینئر ہے۔

اسی طرح اس کو زمین کے ایک یا دو بالشت نیچے کینچواں بھی نظر آتا ہے۔

ہاں! اگر کوئی شکاری جال (Net) رکھ دے تو وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا ہے اور وہ اس میں پھنس جاتا ہے اور شکاری اس کا شکار کر لیتے ہیں، یہ عجیب اللہ کی قدرت ہے!!!

اس سے معلوم ہوا کہ کسی انسان یا کسی جانور کو اپنے ہنر، اپنے فن اور اپنے علم پر تکبر نہیں کرنا چاہیے، اترانا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

بہر حال! حضرت سلیمان علیہ السلام ہد ہد کو حکم (Order) کرتے کہ دیکھو! پانی کہاں ہے؟ ہد ہد جہاں پانی ہوتا وہاں چونچ کے ذریعے نشان کر دیتا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو حکم دیتے اور جنات فوراً اس جگہ کو کھود کر پانی نکال لیتے۔

ہد ہد کہاں ہے؟

جب حضرت سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے اور آپ کو نماز کے لیے پانی کی ضرورت پڑی تو فرمایا: ہد ہد کہاں ہے؟

آپ نے پرندوں کے لشکر کی حاضری لی؛ تاکہ معلوم ہووے کہ کون حاضر ہے اور کون غیر حاضر ہے؟ ہد ہد بھی لشکر میں تھا؛ لیکن جب سلیمان علیہ السلام یمن پہنچے تو ہد ہد گھومنے کے لیے نکل گیا، اس درمیان اس کو بلقیس کا باغ نظر آیا اور وہ اس باغ میں پھرنے کے لیے چلا گیا، ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام ہد ہد کو تلاش کر رہے ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: اور ان (سلیمان) نے پرندوں کی حاضری لی، سو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے مجھے ہد ہد (کیوں) نظر نہیں آتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟۔

حاضری کی اہمیت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی جماعت کی حاضری لی، نظم ونسق کے لیے حاضری بہت ضروری ہے اور بلا وجہ غیر حاضری بہت بڑا جرم ہے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے حالات سے باخبر رہتے تھے، جو مسجد میں نظر نہ آتا اس کے بارے میں دریافت فرماتے تھے۔

ماتحتوں کی نگرانی رکھنی چاہیے

یہاں مفسرین نے ایک نکتے (Point) کی بات لکھی ہے: اِس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گھر میں جو ذمے دار ہوں ان کو ہر ایک کی حاضری لینی چاہیے، بڑوں کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں کی حاضری لیتے رہیں، باپ کو چاہیے کہ فیملی میں جتنے بھی لوگ ہیں ان کی حاضری لیوے، ماں کو چاہیے کہ اپنے گھر کے بچے، بچی سب کی حاضری لیوے کہ: کہاں جاتے ہیں؟ کیوں جاتے ہیں؟ کس کام کے لیے جاتے ہیں؟ کب آئیں گے؟ آنے میں کیوں دیر ہوگئی؟ سب چیزیں پوچھنی اور معلوم کرنی چاہیے۔

آج ہماری اولاد-نعوذ باللہ- جو بگڑ رہی ہیں اس کی ایک بہت بڑی وجہ (Reason) یہی ہے کہ اولاد کہاں جاتی ہیں؟ کہاں پھرتی ہیں؟ ماں باپ کو کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا، پوچھتے ہی نہیں ہیں۔

کوتاہی کی نسبت اپنی طرف

اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کہہ رہے ہیں: ﴿مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ﴾

یعنی کوتاہی اور کمی کی طرف اپنی نسبت کی کہ: مجھے ہدہد نظر نہیں آتا؛ یعنی ممکن ہے کہ وہ موجود ہو؛ لیکن مجھے دکھتا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ خوبی عطا فرماوے کہ ہم اپنی غلطیوں کی طرف نظر کرنے والے بنیں، آمین۔

ماتحتوں کو سزا

پھر فرمانے لگے: ہاں! پکی بات ہے وہ غیر حاضر ہے۔ آپ بادشاہ بھی تھے؛ اسی لیے فرمایا: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ﴾

میں اس کو (غیر حاضری پر) ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد اس طرح غیر حاضر رہے تو ان کو ڈانٹنا ڈپٹنا چاہیے، سزا دینی چاہیے؛ تا کہ آئندہ ہم ان پر کنٹرول کر سکیں۔

نبی کے اعلیٰ اخلاق

آگے فرمایا: ﴿اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

ہاں! اپنی غیر حاضری پر کوئی صحیح، سچی بات کرے گا تو میں معاف کر دوں گا۔

یہ ہوتے ہیں نبی کے اخلاق کہ پہلے سختی سے کہا: کیوں بھاگ گیا؟ سزا دوں گا؛ لیکن اگر غیر حاضری کا صحیح سبب بتلا دے تو میں معاف کر دوں گا۔

جیسے کہ بیٹا اگر بغیر پوچھے چلا گیا، آنے کے بعد ماں نے پوچھا: کہاں گیا تھا؟ اس نے کہا: میں مسجد میں نماز پڑھنے گیا تھا، بیان میں بیٹھا تھا تو معاف کر دینا چاہیے، یہ تو اچھے کام کے لیے گیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کونسی سزا دینے کی دھمکی دی تھی؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ: اس کے پر اکھاڑ کر تار کول لگا کر دھوپ میں پھینک دینے کی دھمکی دی تھی۔

اندازہ لگاؤ! ایک چھوٹے سے پرندے پر تار کول لگا کر اس کو گرمی میں ڈال دیوے تو اس کو کتنی تکلیف ہوگی؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ ”میں ہدہد کو پنجرے میں غیر جنسوں کے ساتھ بند کر دوں گا“۔

یا یہ دھمکی دی کہ: میں اس کو اس کی عورت (Female) سے ہمیشہ کے لیے الگ کر دوں گا۔ یا یہ کہ اس کے مخالف لوگوں کے ساتھ قید میں ڈال دوں گا؛ تاکہ وہ اس کو جیل میں تکلیف دیویں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ایسی سزا دینا حلال کر دیا تھا، اس امت کے لیے بھی اگر کوئی پالتو جانور کام میں سستی کرے تو تادیب کے لیے بقدرِ ضرورت مارنا جائز ہے۔

ہدہد کی حاضری اور عاجزی

ہدہد زوال کے وقت سے عصر تک غائب رہا، پھر حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ سووہ (ہدہد) تھوڑی دیر بعد حاضر ہو گیا۔

ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوا، اپنا سر اٹھایا، عاجزی کے طور

پر دُم اور دونوں بازو (wing) نیچے کر دیے اور زمین پر رکھ دیے اور بالکل تواضع کے انداز میں کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا۔

جو اپنی غلطی کا اقرار کر لے اس کو معاف کر دینا چاہیے

یاد رکھو! دینی بہنو! جو بھی اپنی غلطی کا اقرار کر لیوے اس کو معاف کر دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ بھی غلطی کا اقرار کرنے والوں کو معاف کرتے ہیں؛ اسی لیے ہمیں بھی رمضان کے مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی اور بھول کا اقرار کرنا چاہیے، گناہوں کا اقرار کرنا چاہیے، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

یقینی خبر

پھر ہدہد آہستہ سے کہنے لگا: ﴿فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴾

اور وہ (ہدہد سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا: میں نے ایک ایسی بات معلوم کی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے (حالاں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا ''ولقد اٰتینا داود و سلیمان علما'' پھر بھی ان کے علم کی کمی کا یہ حال ہے) میں ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر تمھارے پاس حاضر ہوا ہوں۔ یہ ایک چھوٹا سا پرندہ اللہ کے نبی کو کہہ رہا ہے۔

چھوٹوں کی بات بھی سننی چاہیے

اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بہت سی مرتبہ چھوٹوں کو بھی ایسی بات معلوم

ہوتی ہے جو بڑوں کو معلوم نہیں ہوا کرتی؛ اس لیے کبھی چھوٹے، اپنے بچے، اپنے شاگرد کوئی بات کہیں تو ان کی بات کو بھی دھیان سے سننا چاہیے، ان کی باتوں سے بھی بہت سی مرتبہ ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوتے

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ: پرندوں کو بھی یہ علم تھا کہ اللہ کے نبی عالم الغیب نہیں ہوا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انسانوں کو بھی یہ عقیدہ صحیح معنیٰ میں سمجھا دیوے۔

وہ یقینی خبر کیا تھی؟

وہ پکی خبر کیا ہے؟ آگے فرمایا: ﴿اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾

میں نے ایک عورت کو (وہاں) دیکھا ہے جو ان پر حکومت کر رہی ہے۔

اللہ اکبر! ہوا میں اڑنے والا ایک چھوٹا سا پرندہ یہ سب خبر دے رہا ہے۔

ہدہد کا اندازِ بیان یہ بتلا رہا ہے کہ خود اس کو تعجب ہو رہا ہے کہ ایک عورت کیسے حکومت کرے، جب کہ آج انسانوں کو کوئی تعجب نہیں کہ عورت حاکم بن جائے۔

بلقیس اور سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فرق

اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک عجیب بات کہی: ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾

اور اس کو ہر طرح کا (ضروری) سامان ملا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی حکومت کے اعتبار سے ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے؛ یعنی عالی شان محل، قسم قسم کے کپڑے، قسم قسم کی استعمال کی چیزیں، بڑا لشکر، اس طرح دنیا کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بلقیس کو عطا فرمائی ہے۔

جب کہ قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی بیان کیا گیا:

﴿وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾

سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے لوگو! اور ہم کو ہر قسم کی (ضروری) چیز دی گئی ہے۔

لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دی، آسمانی علم دیا، اسلام عطا فرمایا اور دنیا کی حکومت عطا فرمائی؛ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا، دنیا بھی عطا فرمائی اور بلقیس کو صرف دنیا کی حکومت عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں بادشاہ بنے اور ترپن (۵۳) سال کی عمر میں آپ کا انتقال بھی ہوگیا، زندگی کے آخری دنوں میں بلقیس کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا جیسے کہ آگے والے واقعے میں ایک روایت سے معلوم ہوگا۔

بہرحال! ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ملک میں جو کچھ دیکھا اس کی کارگزاری بیان کرنا شروع کی، اس نے کہا کہ: وہاں ''مَاْرِب'' کے علاقے میں ایک عورت ہے جس کا نام بلقیس ہے، وہ عورت پورے ملک پر حکومت کرتی ہے، اس کو دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں دی گئی ہیں، اس کے باوجود وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کرتی ہے اور شیطان ان کو گناہوں کے کام اچھے انداز سے دکھلاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو ان کے برے کام برے معلوم نہیں ہوتے ہیں، ہدایت اور ایمان کے راستے سے دور ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے ہیں، ان لوگوں کو

چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ ۔جو بلقیس سے بھی بڑے عرش کے مالک ہیں اس۔کی عبادت ان کو کرنی چاہیے تھی۔

اِس آیت پر سجدۂ تلاوت ہے؛اس لیے میں آپ تمام بہنوں سے کہوں گا کہ آپ سجدۂ تلاوت ضرور کرلیں، یہ واجب اور ضروری ہے۔

بلقیس کی حکومت

یہ پچھلی امت کی بات ہے، ہماری شریعت میں عورت کا حکومت کرنا اچھی چیز نہیں ہے،حدیث میں ہے:عن أبي بَكْرَةَ رَضي الله عنه قال:لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى الله عليه و سلَّم أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرىٰ، قَالَ:لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ إِمْرَأَةً۔(البخاري والنسائی)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو حکومت سپرد کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو کسی عورت کو امیر اور بادشاہ بناوے۔

سزا سے بچنے کے لیے چھوٹوں کی عادت

جب ہدہد نے پورا واقعہ سنا دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ پتہ نہیں یہ سچی بات کہہ رہا ہے یا بناوٹی بات،ہمیں تحقیق کرنی چاہیے؛اس لیے کہ چھوٹوں کی عادت ایسی ہوتی ہے کہ جب بڑوں کے سامنے پکڑے جاتے ہیں تو جھوٹی، بناوٹی باتوں کے ذریعے وہ سزا سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماتحتوں کی بات کا امتحان لینا چاہیے

اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندے کا امتحان لیا، فرمایا:

قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۝۲۷

ترجمہ: (یہ بات سن کر) سلیمان علیہ السلام نے کہا: ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تم سچ کہتے ہو یا تم بھی جھوٹ بولنے والوں میں شامل ہو گئے ہو۔

اس سے ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ ہمارے چھوٹے، ہمارے ماتحت لوگ کوئی بات کہے تو فوراً مان نہیں لینی چاہیے، ذرا امتحان بھی لیا جاوے، کہ یہ صحیح بات کہہ رہا ہے یا غلط بول رہا ہے، مثلاً مسجد کا کہہ کر گیا تھا تو حقیقت میں مسجد گیا تھا یا صرف دوستوں کی محفل میں گھوم کر واپس آ گیا؟

خط کے ذریعے دین کی دعوت نبیوں کا مبارک عمل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا امتحان لینے کے لیے بلقیس کے نام ایک خط لکھا، جس میں اس کو ایمان کی دعوت دی۔

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ خط کے ذریعے سے بھی دین کی دعوت دے سکتے ہیں، یہ خط کے ذریعے دین کی دعوت دینا نبیوں کا مبارک طریقہ ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے لکھا۔

آپ ﷺ نے بھی بادشاہوں کے نام خط لکھے

میرے اور آپ کے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کے

بڑے بڑے بادشاہوں کے نام ایمان کی دعوت کے بہت سارے خطوط لکھے، وہ سب خطوط چھپے ہوئے موجود ہیں، لوگ اس کو برکت کے طور پر اپنے گھر پر رکھتے ہیں۔

دین کی دعوت کے لیے انٹرنیٹ کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا یہ مبارک عمل ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ دین کی دعوت کے لیے، دین سیکھنے سکھانے کے لیے جو بھی طریقہ صحیح اور جائز ہو اس کو اپنانا چاہیے۔

جیسے آج کل ای میل (Email)، انٹرنیٹ (internet) کے ذریعے بھی ہم دین پھیلانے کا کام کر سکتے ہیں، اِس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

جب کہ آج کل لوگ وہاٹس ایپ (Whatsapp) انٹرنیٹ، فیس بک (Facebook) یوٹیوب (Youtube) وغیرہ کو غلط، گناہ اور فتنہ وفساد کے کام میں استعمال کرتے ہیں تو ہمیں یہ سب چیزیں دین کے کام میں استعمال کرنی چاہیے، مثلاً بیان ریکارڈ کر لیا اور دوسرے ملکوں میں رہنے والے اپنے رشتے داروں کو واٹس ایپ کے ذریعے بھیج دیا، یوٹیوب پر رکھ دیا، فیس بک پر رکھ دیا، وہ سنیں گے تو ان کو بھی فائدہ ہوگا اور ان شاء اللہ! اس کا ثواب آپ کو بھی ملے گا۔

جب کسی کو کہیں بھیجیں تو اس کو آداب سکھا کر روانہ کرنا چاہیے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت پیارا خط لکھا، وہ خط بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل کیا ہے، اسے لے کر آپ نے ہدہد کو بھیجا، روانہ کرتے وقت آپ نے اس کو کچھ

نصیحتیں بھی فرمائیں جس کو ہم روانگی کی ہدایات اور روانگی کے آداب بھی کہہ سکتے ہیں، جب کسی کو دینی کام کے لیے یا کسی دوسرے سفر پر روانہ کریں تو کچھ نصیحت دے کر اس کو روانہ کرنا چاہیے۔

یہ طریقہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے، جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات دی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس دین کی دعوت لے کر بھیجا تو بہت ساری روانگی کی ہدایات اور آداب بتلائے تھے۔

وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

اسی طرح یہاں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ایک پرندے کو دین کی دعوت کا خط لے کر بھیج رہے ہیں، تو روانہ کرتے وقت اس کو نصیحت کر رہے ہیں:

اِذۡهَبۡ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانْظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ۝۲۸

ترجمہ: (اے ہدہد!) میرا یہ خط لے کر جا اور اس (خط) کو ان کے پاس ڈال دے، پھر ان کے پاس سے تو ہٹ جا، پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

یعنی تو میرا یہ خط بلقیس کو پہنچا دے، خط پہنچانے کے بعد تو وہاں بیٹھے مت رہنا، ان کے سر پر مت رہنا؛ بلکہ وہاں سے ہٹ جانا، تاکہ اطمینان سے وہ خط پڑھ سکیں اور آپس میں آزادی سے مشورہ کر سکیں۔

نیز یہ دیکھنا کہ وہ خط کا کیا جواب دیتے ہیں؟

بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے

دیکھو! یہ بڑوں کا حال ہے، اللہ کے نبی کا حال ہے کہ پرندے تک کو آپ نے نصیحت فرمائی، ادب سکھلایا، ہمیں بھی اپنے بچوں کو ادب سکھانا چاہیے، بیٹی کو سسرال بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے بھیجنا چاہیے، بیٹے کو حلال روزی کمانے بھیجے، مدرسے میں پڑھنے بھیجے، جماعت میں بھیجے تو اس کو نصیحت کر کے، آداب سکھلا کر بھیجنا چاہیے، یہی نبیوں کا مبارک طریقہ ہے۔

ہدہد کا عجیب طریقے سے محل میں داخل ہونا

ہدہد پرندہ اپنی چونچ میں خط پکڑ کر اڑا، بعض تفسیری روایت میں ہے کہ اس نے اپنے دونوں پنجوں کے درمیان وہ خط دبالیا اور بلقیس کے دربار میں پہنچا، اس وقت بلقیس صنعا سے تین منزل دور مارب شہر میں تھی اور اپنے خاص (private) روم میں چت لیٹی ہوئی تھی، اس کے دربان، پولیس والے محل کے چاروں طرف چوکی داری اور نگرانی کر رہے تھے۔

لیکن ہدہد عجیب طریقے سے محل میں داخل ہو گیا، جیسا کہ کل آپ نے روایت سنی تھی کہ بلقیس اپنے محل کے تمام دروازوں کو تالے لگا کر اس کی چابی تکیے کے نیچے رکھ کر سوتی تھی؛ لیکن محل کے کمرے میں ہوا کے لیے اوپر ایک چھوٹا سا راستہ تھا، اس کو اردو میں ''رَوْزَن'' (روشن دان) کہتے ہیں، اس میں سے یہ ہدہد داخل ہوا اور چپکے سے بلقیس کے سینے پر وہ خط رکھ دیا۔

سورج کو سجدہ

روایتوں میں آتا ہے کہ اس دن بلقیس بہت دیر تک اپنے محل میں میٹھی نیند سوئی رہی، روزانہ اس کی عادت تھی کہ جب سورج نکلتا تھا تو وہ اس کو روشن دان میں سے دیکھتی اور پلنگ سے نیچے اتر کر اس کے سامنے سجدہ کرتی تھی۔

سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی وجہ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے؛ اس لیے کہ اس وقت سورج کی پوجا کرنے والے سورج کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

ہاں! جب سورج اونچا ہو جائے؛ یعنی سورج نکلنے کا جو وقت ہوتا ہے اس سے پندرہ بیس منٹ کے بعد اشراق، چاشت وغیرہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

بلقیس کی حیرانگی

لیکن آج ہدہد خط رکھ کر اس روشن دان پر اپنے پَر پھیلا کر بیٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے روشن دان سے سورج نظر نہیں آرہا تھا؛ اس لیے بلقیس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے اور جب اس نے وہ خط دیکھا تو اس کی وجہ سے اس کو بہت حیرانی ہوئی، اس نے وہ خط لیا، جلدی جلدی اپنے بستر سے اٹھی، تب اس کو پتہ چلا کہ آج تو بہت دیر ہو گئی، سورج بھی نکل گیا، اس نے وہ خط کھولا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ خط مہر (stamp) لگا کر بالکل پیک کر کے روانہ کیا تھا۔

خط کا مضمون

خط میں لکھا تھا: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: یقیناً وہ (خط) سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور وہ (خط) اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیا گیا ہے، جس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت سب کے لیے ہے، جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾ (اس میں یہ لکھا ہے) کہ تم میرے مقابلے میں تکبر نہ کرو اور میرے سامنے مسلمان (یعنی فرماں بردار) بن کر چلے آؤ ﴿۳۱﴾

بس اتنی مختصر اور اچھی بات اس خط میں لکھی ہوئی تھی۔

مشورے کے لیے ہنگامی مجلس (Emergency meeting)

بلقیس نے خط پڑھا، بلقیس کتنی ہوشیار تھی؟ ذرا اندازہ لگاؤ! خط پڑھنے کے بعد اس نے فوراً مشورے کے لیے ایک مجلس منعقد کی اور اس میں اپنی پارلیمنٹ کے تمام ممبروں اور سرداروں کو بلایا، تین سو بارہ (۳۱۲) مجلسِ شوریٰ کے ممبر تھے۔

کافرہ عورت کے نزدیک مشورے کی اہمیت!!!

میری دینی بہنو! ایک کافرہ عورت ہے، جس کے اندر ابھی ایمان بھی نہیں ہے، وہ ملکہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کے یہاں مشورہ اتنی اہم چیز ہے کہ ایک خط آیا تو اس نے فوراً مشورے کے لیے سب کو جمع کرلیا، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ مشورہ کتنی اہم اور کتنی ضروری چیز ہوگی؟

ہمیں بھی مشورہ کرنا چاہیے، گھر میں کوئی بات پیش آجائے تو فوراً اللہ کے نیک بندوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔

ماتحتوں سے بھی مشورہ لینا چاہیے

دوسری بات یہ کہ ''مشورہ کرنے کے لیے اپنے ممبروں کو جمع کرلیا''، اِس سے ان کا حوصلہ بڑھ گیا، ان کی دل جوئی ہوئی، ان کو خوشی ہوئی کہ ہماری رانی کتنی اچھی ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے ہمارا مشورہ لیتی ہے۔

ہم کو بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ صلاح ومشورہ کر کے فیصلہ کرنا چاہیے، کسی کی کوئی کمپنی ہو تو کمپنی کے کارکنوں سے مشورہ کریں، اس سے بہت فائدہ ہوگا، ان کارکنوں کو خوشی ہوگی، مشورے کے بغیر فیصلہ کرلیں گے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔

بلقیس کی زبان سے خط کی تعریف

بہرحال! بلقیس نے ان کے سامنے خط رکھنے سے پہلے کہا:

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝۲۹

ترجمہ: بلقیس نے کہا: اے میری کمیٹی کے ممبرو! میرے پاس ایک بڑا عزت والا خط آیا ہے۔

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کی تعریف کی۔

''كِتَابٌ كَرِيْمٌ'' کہنے کی حکمتیں

''کتابٌ کریم'' کی ایک علت تو مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ خط لکھنے والے

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں؛ لہذا ان کی طرف سے آیا ہوا خط عزت اور برکت والا ہی ہوگا۔

دوسری علت یہ بھی لکھی ہے کہ: ہدہد نے یہ خط عجیب وغریب طریقے سے بلقیس کی چھاتی پر رکھ دیا، اس کی بنیاد پر ''کتابٌ کریم'' کہا گیا۔

یا اس لیے کہ خط میں اسلام کی دعوت تھی، اس لیے یہ بڑا اعزت والا خط بن گیا۔

یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام اور ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ'' کی برکت سے یہ خط عزت والا بن گیا۔ اسی طرح اس میں جو مضمون لکھا ہوا تھا وہ بھی بہت اچھا تھا؛ اس لیے عزت والا خط کہا گیا۔

خط پر مہر لگانا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر مہر بھی لگائی تھی۔ اِن تمام وجوہات کی بنیاد پر یہ خط بڑا اعزت والا ''کتابٌ کریم'' بن گیا تھا۔

خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ بھی تھی کہ خط لکھنے کے بعد نیچے مہر لگایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگانے کے لیے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوا رکھی تھی، اس میں ایک نگینہ تھا، اس نگینے میں اوپر ''اللہ'' لکھا تھا، نیچے ''رسول'' لکھا تھا اور بالکل نیچے ''محمد'' لکھا تھا، نیچے سے پڑھو تو یوں ہوتا تھا ''محمد رسول اللہ''۔

اس انگوٹھی کے فوٹو بھی چھپے ہوئے ملتے ہیں اور لوگ برکت کے طور پر اس کو گھروں میں بھی لگاتے ہیں۔

نرم انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس خط میں نرم انداز میں اللہ کی عبادت کی دعوت دی تھی، بہت پیار اور محبت سے اللہ کی عبادت کی دعوت دی تھی، شفقت اور مہربانی کی باتیں لکھی تھیں، اس میں کوئی لعن طعن، گالی گلوچ، کوئی سخت اور کڑوی بات نہیں لکھی تھی، کوئی ایسی بات نہیں لکھی تھی جس کی وجہ سے پڑھنے والے کو غصہ آجائے، کوئی مبہم اور گول مول بات بھی نہیں لکھی تھی کہ سامنے والے کو سمجھ میں نہ آئے۔

میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے

معلوم ہوا کہ نرمی، شفقت اور محبت سے دین کی بات فائدہ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ دلوں میں بات اتار دیتے ہیں۔

اِس سے ہمیں یہ ادب سیکھنے ملا کہ خط میں دین کی باتیں شفقت اور نرمی کے ساتھ لکھنی چاہیے، گالی گلوچ، جھگڑے کی بات، سامنے والے کو غصہ آجائے ایسی بات، مبہم جو سمجھ میں نہ آوے ایسی بات نہیں لکھنی چاہیے، یہ دین کی دعوت کے لیے بہت ضروری اور بہت اہم بات ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خط، میسیج وغیرہ اچھے لکھنے چاہیے، گندے، غلط، گناہ اور بے حیائی کے میسیج نہیں لکھنے چاہیے۔

خط، میسیج وغیرہ میں اپنا نام لکھنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط میں پہلے لکھا تھا: انه من سليمان؛ یعنی یہ خط

سلیمان کی طرف سے ہے، نبی کا لفظ نہیں لکھا تھا۔

اس سے ہمیں ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ خط، میسیج یا میل اس طرح لکھنا چاہیے کہ سامنے والے کو پتہ چل جائے کہ یہ کس نے لکھا ہے؟

خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی جب خط لکھتے تھے تو اپنا نام لکھتے تھے ''من محمد بن عبداللّٰہ و رسولہ''؛ یعنی عبداللہ کے بیٹے محمد اللہ کے رسول کی طرف سے یہ خط ہے۔

آج کل بہت سے لوگ اس لیے نام نہیں لکھتے کہ سامنے والے کو پریشان کرنا ہوتا ہے، اس طرح بغیر نام کے میسیج اور میل چلانا یہ بھی ایک فتنہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ نام لکھیں گے تو جس کو ہم نے خط یا میسیج لکھا ہے اس کو کوئی شک نہیں رہے گا۔ یہ نام چاہے شروع میں لکھے چاہے بعد میں لکھے دونوں جائز ہے۔

بے ادبی کا خطرہ نہ ہو تو اللہ کا نام بھی لکھنا چاہیے

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کا نام لکھا: وانہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

ہمیں بھی خط اور میسیج میں اللہ کا نام لکھنا چاہیے؛ لیکن جہاں اللہ کے نام کی بے ادبی کا خطرہ ہو ایسے موقع پر نہ لکھیں، صرف زبان سے پڑھ لیں، جیسے آپ نے کچھ لوگوں کو خط لکھا، آپ کو معلوم ہے کہ وہ اللہ کے نام کی بے ادبی کریں گے، خط کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے تو ایسی صورت میں اللہ کا نام نہیں لکھنا چاہیے۔

البتہ جہاں آپ کو معلوم ہے کہ سامنے دین دار ہیں، بے ادبی نہیں کریں گے تو خط اور میسیج کے شروع میں ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ '' لکھنا چاہیے۔

اسی طرح ہر چیز اور ہر کام ہمیں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ“ سے شروع کرنا چاہیے۔

خط میں مختصر بات

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پورے خط میں بس ایک ہی بات لکھی:

﴿ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝٣١ ﴾

بلقیس! تم میرے مقابلے میں دادا گیری مت کرو، میرے مقابلے میں گھمنڈ مت کرو اور مسلمان بن کر، فرماں بردار بن کر، اطاعت کرنے والی بن کر تم آ جاؤ۔

بس! اتنا چھوٹا سا خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے لکھا۔

باقی قصہ دوسرے حصے میں، اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

سبا کی رانی: بلقیس کا

عجیب واقعہ

(حصہ:۲)

اقتباس

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے:

﴿عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کر سکے جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کر سکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآن کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!

اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کہیں بھی نہیں ہو سکتی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أَلْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَا كُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا وَ أَتَمَّ عَلَيْنَانِعَمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناً،وَ أَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ۝۳۲

ترجمہ: وہ (رانی) بولی: اے درباریو! یہ جو مسئلہ مجھے پیش آیا ہے اس (کے بارے) میں مجھے پکا فتویٰ (مشورہ) دو، میں اس وقت تک کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو ﴿۳۲﴾

گذشتہ سے باقی بات

گذشتہ یہاں تک بات پہنچی تھی کہ ہدہد نے وہ خط بلقیس کو پہنچا دیا اور بلقیس نے ایک مشورے کی مجلس قائم کر کے وہ خط سب کو پڑھ کر سنایا۔

بلقیس کا سرداروں سے مشورہ طلب کرنا

جب بلقیس نے یہ خط تمام لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو اس کی کمیٹی کے ممبر لوگ کیا

کہہ رہے ہیں؟ عجیب بات اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی:

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: وہ (رانی) بولی: اے درباریو! یہ جو مسئلہ مجھے پیش آیا ہے اس (کے بارے) میں مجھے پکا فتویٰ (مشورہ) دو، میں اس وقت تک کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو ﴿۳۲﴾

مشورہ چل رہا تھا؛ لیکن بلقیس نے ''اَفْتُوْنِيْ'' کا لفظ استعمال فرمایا، مفسرین فرماتے ہیں کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جو خط گیا تھا وہ بہت اہم تھا؛ اسی لیے بلقیس نے اسے ''فتوے'' کے لفظ سے تعبیر کیا۔

چنانچہ اس نے سب لوگوں کی رائے مانگی کہ ہمیں اس کا کیا جواب دینا چاہیے؟

سرداروں کا جواب

سب سردار لوگ آستینیں چڑھا کر، اپنی طاقت اور فوج پر بھروسہ کرتے ہوئے جواب دے رہے ہیں:

﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾

یعنی ہمارے پاس طاقت ہیں، ہمارے پاس بڑی فوج ہے، ہمارے پاس بڑے بڑے ہتھیار ہیں، ہم لڑ لیں گے، مقابلہ کر لیں گے، تم صرف حکم کرو، ہم لڑائی کرنے میں بڑے ماہر لوگ ہیں، ہم کو لڑنا بھی خوب آتا ہے۔

پھر اخیر میں انھوں نے کہا: ﴿وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾

یعنی ہم نے تو رائے دے دی کہ ہم لڑنے کے لیے تیار ہیں؛ لیکن فیصلہ آپ کو کرنا ہے، آپ جو فیصلہ کروگی ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

گویا اخیر میں انھوں نے ملکہ کے ہاتھ میں سارا اختیار دے دیا، یہ پرانی بیماری ہے کہ اخیر میں جا کر عورتوں ہی کے ہاتھ میں اختیار دے دیتے ہیں!!!

بڑوں کے سامنے ہمت والا جواب دینا چاہیے

اِس آیت سے ہمیں مشورے کی بڑی اچھی تعلیم ملی، ایک بات ہمیں یہ سیکھنے ملی کہ جب کسی مشورے میں بیٹھے تو ماتحتوں کی طرف سے بڑوں کو کیا جواب ملنا چاہیے، بلقیس کے کمانڈوز نے کیسا ہمت والا جواب دیا!

چھوٹوں کو بڑوں کے سامنے ایسا ہی جواب دینا چاہیے، اپنی رائے دے دیوے اور بڑوں کے فیصلے پر راضی رہے۔

جوان لڑکیوں کو ایک اہم نصیحت

میں اپنی جوان بیٹیوں کو کہوں گا کہ: جب شادی کا مرحلہ آوے تو اخلاص کے ساتھ۔ کسی دین دار جوڑے پر آپ کی نظر ہو۔ ماں باپ کے سامنے اپنی رائے رکھ دیں؛ لیکن ماں باپ جو فیصلہ کریں اس پر راضی ہوجاویں، اس میں اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا و آخرت میں عزت عطا کریں گے۔

امیر کسی کی رائے کا پابند نہیں ہے

ایک بات یہ بھی ہے کہ مشورے میں ہر ساتھی کو صحیح صحیح رائے دینی چاہیے؛

لیکن امیر رائے کا پابند نہیں ہے، وہ جو چاہے فیصلہ کرے اور جب کسی کے پاس منصب، عہدہ، ذمے داری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دل میں صحیح بات ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی آتی ہے۔

بلقیس کا عقل مندی والا فیصلہ

اب بلقیس کیا کہتی ہے وہ بھی سنو! اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ۝۳۴

ترجمہ: وہ (ملکہ) بولی: جب بادشاہ (فاتح بن کر) کسی بستی میں داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو برباد کر ڈالتے ہیں اور وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

بڑی ہوشیار عورت ثابت ہوئی، کہنے لگی کہ: لڑنے جھگڑنے کی بات مت کرو۔

حدیث میں بھی ہے حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ (البخاری)۔

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

لڑائی جھگڑے کا نتیجہ خراب ہوتا ہے، ہمیشہ صلح سے کام چلانا چاہیے، اس میں بڑی خیر اور بڑی بھلائی ہوا کرتی ہے۔

بلقیس اس وقت کافرہ تھی؛ لیکن بڑی سمجھ دار نکلی اور بعد میں ایمان کی برکت

سے اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل اور فراست میں اور برکت عطا فرمائی۔

بادشاہوں کی عادت

بلقیس کو صرف اتنا اندازہ تھا کہ سلیمان کوئی بڑے بادشاہ ہیں؛ اس لیے اس نے کہا کہ: یہ بادشاہ لوگ جب کبھی حملہ کرتے ہیں تو دوسرے ملک میں جا کر فساد کرتے ہیں، توڑ پھوڑ کرتے ہیں، جلاتے ہیں، انسانوں کو قتل کر دیتے ہیں، مال داروں اور عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں، لوگوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں، ان کو غلام اور باندی بنا دیتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کوئی بادشاہ ہے، یہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کا ارادہ

بلقیس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، پیغمبر ہیں اور بادشاہ بھی ہیں؛ اس لیے اس نے اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا کہ سلیمان کون ہے؟ اس نے کہا: ﴿وَاِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ اِلَیْھِمْ بِھَدِیَّۃٍ فَنٰظِرَۃٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

اور میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ (میرے) بھیجے ہوئے (قاصد) کیا جواب لے کر واپس آتے ہیں۔

دراصل بلقیس یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر یہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ ہیں تو میرا ہدیہ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے اور میرے ہدیہ کے چکر میں آجائیں گے اور اگر واقعی اللہ کے نبی ہیں تو میرے ہدیہ کے چکر میں نہیں پھنسیں گے۔

اس کی قوم میں ''منذر ابن عمرو'' ایک سردار تھا، یہ بڑا ہوشیار اور چالاک تھا، اس سے کہا کہ: بہت سارے ہوشیار اور چالاک لوگوں کی ایک جماعت بناؤ اور سب

لوگ یہ ہدیے اور تحفے لے کر جاؤ اور سلیمان کو دو۔

بلقیس کی چالاکی

بلقیس نے چالاکی سے ایک کام یہ کیا کہ جو تحفے بھیجے اس کی فہرست بھی بنائی اور اس کو بند کر کے بھیجا؛ تا کہ راستے میں کوئی ادھر اُدھر نہ کر دے۔

دیکھو! کتنی ہوشیار عورت تھی؟ اس نے عجیب بات کہی: جب تم ان کو تحفہ دے دو اور وہ غصے ہو جائے تو سمجھنا کہ وہ بادشاہ ہے، تم ان سے گھبرانا نہیں، ہم ان سے زیادہ طاقت والے ہیں، ان کے ساتھ لڑ لیں گے اور اگر وہ خوشی، نرمی اور مہربانی سے بات کرے تو سمجھنا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، تم ان سے ادب کے ساتھ باتیں کرنا، سبحان اللہ!

بلقیس کے تحفوں کی تفصیل

اب اس نے جو تحفے بھیجے تھے وہ بھی سننے کے لائق ہے، اس کی تفصیلات بھی روایتوں میں موجود ہیں:

① دوسو (۲۰۰) گھوڑے۔ ② سونے اور چاندی کی اینٹیں۔

③ ہیرے، موتی اور قیمتی قیمتی سامان۔

④ اسی طرح سو (۱۰۰) غلام اور سو (۱۰۰) باندیاں بھیجیں، یا دوسو (۲۰۰) غلام اور دوسو (۲۰۰) باندیاں بھیجیں۔

پھر اس نے عجیب چالاکی کی کہ: لڑکوں کو لڑکیوں والے کپڑے پہنائے اور لڑکیوں کو لڑکوں والے کپڑے پہنائے اور لڑکیوں سے کہا کہ: تم لڑکوں کی طرح بات کرنا اور لڑکوں سے کہا کہ: تم لڑکیوں کی طرح بات کرنا، ہم دیکھتے ہیں کہ سلیمان پہچان

لیتے ہیں یا نہیں؟

عورتوں کا مردوں کے کپڑے پہننا پرانی فیشن

یہ جو آج کل کے زمانے کا فیشن ہے لگتا ایسا ہے کہ پرانے زمانے سے یہ فیشن چلا آرہا ہے، لڑکیاں لڑکوں جیسے کپڑے پہنے اور لڑکے لڑکیوں جیسے کپڑے پہنے، حدیث میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہیں جو مردوں جیسی شکل و صورت اپنائے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَعَنَ اللّٰه الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔(البخاری،الترمذی)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

نبوی فراست سے جان لیا کہ لڑکے کون ہیں اور لڑکیاں کون؟

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو جو سمجھ اور نبوت کا نور عطا فرماتے ہیں اس کی روشنی میں چند نشانیوں کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہچان لیا کہ اس میں کون لڑکے ہیں اور کون لڑکیاں ہیں۔

پہلی نشانی

ایک نشانی یہ پہچانی کہ لڑکیاں۔جو لڑکوں کے کپڑے پہنی ہوئی تھیں وہ۔برتن

میں سے پانی ایک ہاتھ میں لیتی تھیں، پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتی تھیں، پھر منہ پر پانی مارتی تھیں۔ جب کہ لڑکے۔ جو لڑکیوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ۔ پانی لے کر سیدھا منہ پر مارتے تھے۔

دوسری نشانی

دوسری نشانی یہ دیکھی کہ: لڑکیاں جتنی تھیں وہ ہاتھ کے اندر والے حصے کی طرف پانی ڈالتی تھیں اور لڑکے کلائی والے پیچھے کے حصے کی طرف پانی بہاتے تھے۔

ہدیے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے

دینی بہنو! ہدیہ دینا بہت اچھی چیز ہے، ہدیے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، آپس میں تعلقات بڑھتے ہیں، خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

تهادوا تحابوا .(رواه البخاري في أدب المفرد)

ترجمہ: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، محبت بڑھے گی۔

بہن بہن کو دے۔ شوہر بیوی کو، بیوی شوہر کو دے۔ بھائی بہن کو، بہن بھائی کو دے۔ ماں بیٹی کو، بیٹی ماں کو دے۔ باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو دیوے۔

غلط مقصد کے لیے ہدیہ

ہاں! اگر پتہ چل جائے کہ ہدیہ بھیجنے کا مقصد غلط ہے تو پھر اسے وہ واپس کر دینا چاہیے، جیسے ویلن ٹائن ڈے (Valentines day) پر اس طرح کی غلط رسم مناتے ہیں، اس میں تحفہ دیتے ہیں، اس کا مقصد دوسرا ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض مرتبہ لوگ رشوت کے طور پر ہدیہ دیتے ہیں، یہ حرام ہے، اس طرح کے ہدیے سے عزت اور وقار کا سودا ہوتا ہے، اس سے انسان کے اخلاق اور دین داری کا امتحان ہوتا ہے؛ اس لیے جو ہدیہ ایسا ہو اس کو نہیں قبول کرنا چاہیے۔

کافر کا ہدیہ قبول کرنا؟

اسی طریقے سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی سمجھ لو! حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی ہیں اور بلقیس اس وقت کافرہ تھی تو کیا کافر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟

اِس سلسلے میں ایک بات یاد رکھو! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کافروں کے ہدیے قبول کیے اور بعض کافروں کے ہدیے قبول نہیں کیے، دونوں طرح کا عمل ثابت ہے، اِس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کافروں کا ہدیہ قبول کرنے میں اپنی یا مسلمانوں یا دین کی کوئی بھلائی ہو تو کافروں کا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے؛ اس لیے کہ اس سے وہ اسلام کے قریب آئیں گے، مسلمانوں کے بارے میں ان کا دماغ صاف ہوگا، مسلمان ان کے فتنے سے بچیں گے۔

لیکن اگر اس میں مسلمانوں یا دین کے نقصان کا خطرہ ہو تو کافروں کا ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔

چوں کہ بلقیس نے وہ ہدیہ آپ کا امتحان لینے اور رشوت کے انداز میں بھیجا تھا؛ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں کیا تھا۔

سونے چاندی کا راستہ اور دوسری عجیب تیاریاں

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں یہ تمام ہدیے پہنچے، حضرت سلیمان علیہ السلام

کو پتہ چل گیا تھا کہ بلقیس کے آدمی یہاں کچھ ہدیے لے کر آرہے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عجیب تیاری کی: تقریباً تیس میل تک سونے اور چاندی کا ایک لمبا راستہ بنوایا اور راستے کے دونوں طرف عجیب عجیب قسم کے جانور اس طرح کھڑے کر دیے کہ ان جانوروں کا پیشاب، پاخانہ سونے چاندی پر ہو۔

آپ نے ایسا انتظام اس لیے کیا؛ تا کہ بلقیس کے آدمی متأثر (impress) ہو جائے کہ ہم جو ہدیہ لے کر آئے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں ہے، یہاں تو جانور بھی سونے اور چاندی پر پیشاب، پاخانہ کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنا دربار سجایا، چار چار ہزار سونے کی کرسیاں لگوائی، ایک طرف علما کو بٹھایا، دوسری طرف حکومت کے ذمے داروں کو بٹھایا، پورا ہال آپ نے جواہرات سے سجایا اور صفوں میں جنات اور عجیب عجیب جانوروں کو کھڑا کر دیا۔

بلقیس کے قاصدوں کی مرعوبیت

جب بلقیس کے لوگ سفر کر کے یمن سے بیت المقدس پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اتنا عالی شان دربار دیکھ کر اتنے مرعوب ہو گئے کہ بعض مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ: سونے چاندی کی جو اینٹیں وہ لے کر آئے تھے وہ راستے میں ڈال دی؛ اس لیے کہ یہاں تو راستے سونے چاندی کے ہیں تو راستے کی چیز ہم ہدیے میں دیں گے تو یہ تو ایک قسم کی بے عزتی کہی جائے گی، جیسا کہ ہمارے یہاں پتھر کے راستے بنتے ہیں، اب اگر کوئی آدمی دوسری جگہ سے آئے اور ہمیں پتھر ہدیے میں دیوے تو کتنا غصہ آئے گا؟

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو میسیج بھیجا کہ: آپ ہمارے یہاں مت آؤ،

ہم خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں۔

تحفے دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ غلام، باندی، لڑکے، لڑکیاں، ہیرے موتی سب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، آپ نے وہ تمام ہدیے واپس کر دیے اور کہا کہ: مجھے تمھارے ہدیے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: پھر وہ (قاصد) جب سلیمان (علیہ السلام) کے پاس پہنچا تو اس (سلیمان علیہ السلام) نے کہا کہ: کیا مال کے ذریعہ تم میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس سے زیادہ اچھا ہے جو تم کو دے رکھا ہے؛ بلکہ تم ہی لوگ تمھارے ہدیہ پر خوش ہوتے رہو۔

جاؤ اور جا کر تمھاری ملکہ بلقیس کو بتلا دو کہ ہم بہت بڑا لشکر لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمھارے پورے ملک پر قبضہ کر لیں گے اور تمھاری رانی کو اور تمھارے بڑے بڑے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر کے وہاں سے نکالیں گے۔

یہ پوری جماعت واپس یمن آئی اور بلقیس کو پوری بات بتلائی، بلقیس یہ بات سن کر سمجھ گئی کہ سلیمان کوئی دنیوی بادشاہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے نبی ہیں؛ اسی لیے لڑنے کی بات پہلے بھی اس نے چھوڑ دی تھی، اس نے فوراً فیصلہ لیا کہ سلیمان کو خبر کر دو کہ آپ

ہمارے ملک پر حملہ نہ کریں، ہم فرماں بردار بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں؛ چوں کہ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے یمن سے فلسطین جانا تھا؛ اس لیے اس نے پورے ملک کی حکومت چلانے کے لیے ایک آدمی کو اپنا نائب بنایا اور پورے لشکر کے ساتھ بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کی۔

بلقیس کی آپ علیہ السلام کے پاس آنے کی تیاریاں

اس نے اپنا شان دار تخت ایسی جگہ بند کروا دیا جہاں ایک کے بعد ایک سات دروازے تھے، تمام دروازوں کو تالے لگا دیے اور حفاظتی فوج (security) کے لیے آدمی کھڑے کر دیے؛ تاکہ اس کے تخت کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکے۔

نیز حکومت چلانے کے لیے اپنی جگہ ایک نائب مقرر کر دیا اور کہا کہ: میرے اس تخت اور محل کی حفاظت کرنا۔

پھر ملکِ یمن میں اعلان کرایا کہ: ہم فلسطین جا رہے ہیں، الگ الگ شہروں میں تقریباً بارہ ہزار حاکم اور نواب تھے، ہر ایک کے ماتحت ہزاروں سپاہی تھے، اتنے بڑے قافلے کو لے کر بلقیس روانہ ہوئی۔

آج بھی فلسطین میں مسجدِ اقصیٰ کے پاس ایک جگہ ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی جگہ فیصلے کیا کرتے تھے، اور اس کے قریب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر بھی موجود ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بہت بڑی شان والے آدمی تھے، نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے، کوئی آدمی سامنے سے کوئی بات پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا؛ بلکہ حضرت

سلیمان علیہ السلام خود کوئی بات پوچھتے تو جواب دیا کرتے تھے۔

ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آئی

بلقیس یمن سے روانہ ہوگئی اور بالکل قریب پہنچ گئی، تقریباً تین میل باقی رہ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت کو لے کر باہر بیٹھے ہوئے تھے اور مٹی اڑتی ہوئی نظر آئی، جیسا کہ کوئی بڑا مجمع آرہا ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ: ہوا میں دھول اڑتی ہوئی نظر آرہی ہے، کیا بات ہے؟

لوگوں نے کہا: بلقیس اپنی پوری فوج کے ساتھ آئی ہے، وہاں سامنے رُکی ہوئی ہے، اس کے ہزاروں آدمیوں کی وجہ سے مٹی ہوا میں اڑتی نظر آرہی ہے۔

سامنے والے پر شروع ہی میں اچھا اثر ڈالنا چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ ابھی تھوڑی دیر میں بلقیس میرے پاس آئے گی تو اس کو کوئی معجزہ، کوئی عجیب بات دکھانی چاہیے؛ جیسا کہ انگریزی زبان میں بولتے ہیں: First impression is the last

مطلب یہ کہ بلقیس پر ایسا رعب یا اثر پڑ جائے کہ پھر آگے کی تمام چیزیں آسان ہو جائے۔

سسرال میں جانے والی بہنوں کو ایک قیمتی نصیحت

ہماری جو بہنیں شادی کر کے سسرال جاتی ہیں میں ان کو نصیحت کیا کرتا ہوں

کہ: جاتے ہی شروع میں جیسا اپنا اثر دکھاؤ گی ویسا وہاں تمھارا مقام بنے گا، اگر تم نے وہاں جا کر نماز کا ماحول، دین کا ماحول، پردے کا ماحول، خدمت کا ماحول، ادب کا ماحول بنایا تو تمھارے لیے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے ایک اچھی چھاپ بیٹھ جائے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس پر پہلی ہی مرتبہ میں اچھا اثر ڈالنا چاہتے تھے؛ اس کے لیے آپ نے اس کا تخت لانے کا ارادہ فرمایا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھانا چاہتے تھے، نبی کا معجزہ سمجھانا چاہتے تھے، بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

سوچو! بیت المقدس سے یمن کا سفر اُس زمانے میں ایک مہینے میں ہوتا تھا اور بلقیس بالکل قریب آ چکی تھی، تین میل دور تھی اور اس کا تخت ایک مہینے کی دوری پر تھا اور اس پر بھی تالا لگا ہوا تھا۔

کون تخت لائے گا؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں اعلان کیا کہ:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۞۳۸

اے میرے دربار کے لوگو! بلقیس میرے پاس فرماں بردار ہو کر آ رہی ہے، اس کے آنے سے پہلے کون اس کا تخت مجھے لا کر دکھلائے گا؟

ایک راکشش کا جواب

ایک بہت طاقت والا پہاڑ جتنا اونچا جنات۔ اس کے چلنے کی طاقت یہ تھی کہ ایک قدم اگر یہاں رکھے تو دوسرا قدم ہماری نظر لمبے کھلے میدان میں جتنی دور جاوے اتنا

دور اس کا دوسرا قدم پڑتا تھا، وہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا جیسا کہ قرآن میں ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: جناتوں میں سے ایک بڑے بھاری جسم والا بولا: آپ اپنی جگہ سے (یا مجلس سے) اٹھو اس سے پہلے ہی میں اس (تخت) کو آپ کے پاس لے آؤں گا، اور (آپ میرے بارے میں) یقین رکھیے کہ میں اس (تخت کو لانے) کی پوری طاقت بھی رکھتا ہوں۔

اس جن کا نام

اس جن کا نام بعض روایتوں میں ''لوذی'' آیا ہے۔

بعض روایات میں اس کا نام ''ذکوان'' آیا ہے۔

بعض روایات میں اس کا نام ''صخر'' آیا ہے۔

کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ: کتنی دیر میں لاؤ گے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کی روزانہ صبح فجر سے لے کر ظہر تک مجلس ہوتی تھی، عدالت لگتی تھی، جو کیس آتے تھے اس کے فیصلے کرتے تھے۔

اس جنات نے کہا کہ: حضرت! آپ کی یہ عدالت کا وقت پورا ہو اس سے پہلے میں بلقیس کا تخت آپ کے سامنے لا کر رکھ دوں گا۔

کام کرنے والے کی دو اہم صفات

پھر وہ جنات کہتا ہے: ﴿وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾

یہ صرف زبانی بات نہیں ہے؛ بلکہ میرے اندر طاقت ہے، میں لاکر دکھادوں گا اور میں امانت دار بھی ہوں، اتنا قیمتی تخت لاؤں گا تو اس میں سے ہیرے، موتی کسی چیز کی چوری نہیں کروں گا۔ کام کرنے والے میں یہ دو خوبیاں ہونی چاہییے:

① طاقت والا ہو۔ ② امانت دار ہو۔

ان دو خوبیوں کو سنبھال لو، یہ بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

ایک عالم کی طرف سے پیش کش

مگر حضرت سلیمان علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ اس سے بھی جلدی کوئی لے آئے، اب سنیے ایک دوسری پیش کش وآ فرآئی:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ

ترجمہ: ایک علم والا - جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا - اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا کہ: حضرت! آپ کی پلک جھپکے اس سے پہلے وہ تخت میں آپ کے سامنے لاکر رکھ سکتا ہوں۔

آسمانی کتاب کی برکت

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو آسمانی کتاب کی برکت سے وہ طاقت عطا

فرمائی ہے کہ بڑے بڑے جنات جو کام نہیں کر سکتے یہ کمزور انسان اللہ تعالیٰ کے علم کی برکت سے وہ کام کر سکتا ہے۔

یہ کون انسان تھے؟

① بعض کہتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کا قصہ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

② بعض کہتے ہیں کہ: وہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تھے، جو انسان کی شکل میں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

③ بعض کہتے ہیں کہ: اللہ کے کوئی اور فرشتہ تھے۔

④ بعض کہتے ہیں کہ: خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات مراد ہے۔

کسی نبی کا کوئی امتی اگر کرامت دکھلاتا ہے تو حقیقت میں وہ اس نبی کا ہی معجزہ شمار ہوتا ہے، جیسے قیامت تک اِس امت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی اگر کرامت دکھائے گا تو وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا ہی معجزہ ہے، آپ کی برکت سے آپ کی امت میں ایسے ایسے آدمی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے جن سے ایسی عجیب عجیب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

⑤ لیکن زیادہ تر مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ: وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوست اور خالہ کے لڑکے تھے، جن کا نام ''آصف ابن برخیہ'' تھا، جو بہت بڑے اللہ کے ولی تھے اور صدیقیت کے مقام پر فائز تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا علم دیا تھا۔

ان کے پاس کیا علم تھا؟

کہتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔

اسمِ اعظم ایک بہت بڑی قیمتی نعمت ہے: اِسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ الَّذِيْ إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَ إِذَا سُئِلَ بِهِ اَعْطٰى.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم (یعنی بڑے نام) کی برکت یہ ہے کہ وہ نام لے کر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتے ہیں، سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سوال پورا کر دیتے ہیں۔

اسمِ اعظم کیا ہے؟

وہ اسمِ اعظم کیا ہے؟ آپ بھی سیکھ لو!

بعض حضرات کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے: يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ .

بعض کہتے ہیں کہ: وہ اسمِ اعظم یہ ہے: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔

بعض کہتے ہیں کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

يَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ وَاحِدٍ، لَا اِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

ترجمہ: اے ہمارے معبود! اے ہر چیز کے معبود! اے ایک معبود! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ: اسمِ اعظم یہ ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

لہٰذا یہ جتنے بھی کلمات میں نے آپ کو بتائے یہ سب پڑھ پڑھ کر دعا کرو، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دعا قبول کریں گے۔

بہر حال: بات یہ چل رہی تھی کہ اس عالم نے کہا کہ: میں اسمِ اعظم جانتا ہوں،

میں اسے پڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ اس تخت کو حاضر کر دیں گے۔

ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگنی چاہیے

اس کے بعد آصف نے نماز پڑھی۔

دیکھو! ہر موقع پر نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ: جہاں تک آپ کی نظر پہنچے آپ نظر اٹھا کر دیکھیے۔

پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اٹھا کر یمن کی طرف دیکھا، حضرت آصف برخیہ نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا، فرشتوں نے بلقیس کا وہ تخت۔ جو سات دروازوں میں بند تھا۔ اٹھایا اور زمین کے نیچے سے زمین کو چیرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

قرآن کی طاقت کا کیا حال ہوگا!!!

دیکھیے! اس آیت میں عجیب بات بیان کی ہے: ﴿عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ﴾

دینی بہنو! حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ایک انسان آسمانی کتاب کے علم کی مدد سے اتنا بڑا کام کر سکے جو بڑے سے بڑا جنات نہیں کر سکتا؛ جب کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہے جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے، تو قرآن کے علم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہوگی!!!

اس لیے قرآن پڑھو! قرآن سمجھو! قرآن پر عمل کرو!
اللہ تعالیٰ نے اس میں جو طاقت رکھی ہے وہ طاقت کہیں بھی نہیں ہوسکتی۔

ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟

اگر ہمارے تمھارے ہاتھ سے ایسی کوئی کرامت ظاہر ہوجائے تو ہمارے دل پھولے نہ سمائیں، لوگوں کو کہتے پھرے کہ: یہ ہوگیا، وہ ہوگیا، اللہ کے نبی سے سیکھو! ایسے موقع پر کیا بولنا چاہیے؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب وہ تخت اپنے سامنے دیکھا تو اس علم والے نے کہا کہ: پلک جھپکنے میں اتنا بڑا تخت اتنی دور سے آگیا، یہ میرے اللہ کا فضل وکرم ہے، میرے رب کا میرے اوپر انعام ہے، اس میں میری کوئی طاقت نہیں ہے۔

نعمت کا شکر ادا کرنے والے بنیں

پھر آگے کیا کہتے ہیں: ﴿لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾

اللہ تعالیٰ اتنی قیمتی نعمت دے کر میرا امتحان لے رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں یا اللہ کی ناشکری کرتا ہوں۔

اللہ جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم شکر کرنے والے بنیں۔

شکر سے نعمت بڑھتی ہے

آگے کہتے ہیں: ﴿وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾

جو بھی شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شکر کا فائدہ عطا کریں گے۔

کیا فائدہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نعمت کو ہمیشہ باقی رکھیں گے، نعمت کو بڑھائیں گے۔

آگے فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾

اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرے گا تو میرے رب تو بے نیاز ہے، ان کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل، شکر کرنے والے اعمال اور شکر کرنے والی زندگی عطا فرمائے، اور ہر طرح کی ناشکری سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

امتحان کی غرض سے تخت میں تبدیلی

الغرض! بلقیس کے پہنچنے سے پہلے تخت آ گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ ہوشیار ہے کہ نہیں؟

امتحان لینے کے لیے حضرت سلیمان نے فرمایا:

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: سلیمان (علیہ السلام) نے (خادموں سے) کہا: اس (بلقیس) کے لیے اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کردو؛ تاکہ ہم دیکھ لیویں کہ وہ اس کو پہچان لیتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہوتی ہے جن کو پہچان نہیں ہے۔

یعنی اس میں تھوڑی سی تبدیلی کردو، ہم بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

چنانچہ تخت پر جو لال چیزیں تھیں ان کو سبز بنادی اور جو سبز تھیں ان کو لال کر دیا۔

جناتوں کا ڈر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ساتھ نکاح سے روکنے کی چال

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی عقل کا امتحان کیوں لیا؟

اس سلسلے میں عجیب باتیں تفسیر کی روایتوں میں آتی ہیں: جناتوں کو ایسا پتہ چلا تھا کہ حضرت سلیمان بلقیس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اب ان کو یہ ڈر ہوا کہ اگر سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے شادی کر لی تو بلقیس جناتوں کی خفیہ (Secret) باتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتا دے گی۔

کیوں کہ بلقیس کی ماں جنات میں سے تھی، اس کی وجہ سے وہ جنات کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتی تھی۔

نیز شادی کے نتیجے میں اگر کوئی بچہ ہو گیا تو مستقبل (Future) میں وہ بھی بادشاہ بنے گا اور ہم کو آئندہ چل کر اس کی بھی غلامی میں رہنا پڑے گا۔

پاگل اور پیر گدھے جیسے

اس لیے جناتوں نے نفرت دلانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک بات کہی؛ تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ شادی نہ کرے۔

جناتوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ: یہ بلقیس جو آ رہی ہے وہ تو پاگل جیسی ہے اور اس کے دونوں پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بہت بال ہیں۔

تحقیق کے بغیر کسی کی بات نہیں مان لینی چاہیے

حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے، آپ نے جناتوں کی بات نہیں مانی؛ بلکہ خود اس کا امتحان لیا۔

اس سے یہ نصیحت ہمیں ملتی ہیں کہ کبھی ایسا ہو کہ شادی کے لیے کوئی پیغام آوے تو بعض لوگ۔ جو اس رشتے کو چاہتے نہیں ہیں وہ۔ ان کے بارے میں غلط سلط باتیں ہمارے سامنے بیان کریں، تو ایسے موقع پر ہمیں کسی کی بات میں نہیں آنا چاہیے، یہ دھوکے کی دنیا ہے، کوئی کس مقصد سے کونسی بات کہے ہم نہیں کہہ سکتے؛ اس لیے براہِ راست تحقیق کرنی چاہیے۔

اور بعض لوگ ایسی باتیں اس لیے کرتے ہیں کہ اس طرح کی بات کر کے آپ کو رشتے سے روک دیوے پھر خود رشتہ کر لیوے۔

کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بہرحال! تھوڑی دیر میں بلقیس پہنچ گئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سوال کیا: ﴿قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ﴾

ترجمہ: اس کو پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟

بلقیس کی الجھن اور عاقلانہ جواب

بلقیس الجھن میں پڑ گئی کہ کیا جواب دے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ میں تو تالے لگا کر آئی تھی، وہاں میری حفاظتی فوج

(security) موجود ہیں اور یمن تو بیت المقدس سے ایک مہینہ دور ہے، کیسے آ گیا؟

لیکن بلقیس نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا سوال کیا گیا تھا، اس نے بھی بڑی عقل مندی سے گول گول جواب دیا: ﴿قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ﴾

ترجمہ: تو وہ کہنے لگی: ایسا لگتا ہے کہ ہو بہو وہی ہے۔

بالکل صاف ''ہاں'' بھی نہیں کہا اور صاف ''نا'' بھی نہیں کہا۔

لگتا ایسا ہے کہ اس نے پہچانا نہیں تھا؛ اس لیے اس نے اقرار بھی نہیں کیا اور انکار بھی نہیں کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بڑی ہوشیار ہے، اس سے جناتوں کی بات غلط ثابت ہوگئی کہ بلقیس پاگل جیسی ہے۔

''وَأُوتِينَا الْعِلْمَ'' کی دوسری توجیہ

پھر بلقیس بولی: ﴿وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ﴾

ترجمہ: اور ہم کو تو اس (واقعہ) سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی سچائی کا) علم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔

بعض حضرات نے ''وَأُوتِينَا الْعِلْمَ'' کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول مانا ہے، مطلب یہ ہوگا کہ ہم کو پہلے سے وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا تھا کہ تو فرماں بردار بن کر حاضر ہوگی۔ (از تیسیر القرآن)

''وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ'' کے دو مطلب

آگے ارشاد فرمایا: ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾

ترجمہ: اور (آج تک) اس کو (ایمان لانے سے) اس بات نے روک رکھا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسروں) کی عبادت کیا کرتی تھی۔

اِس آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سمجھایا: اے بلقیس! جن بتوں کی اور سورج کی تو عبادت کرتی ہے ان کو چھوڑ دے؛ گویا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان بتوں کی عبادت کرنے سے روک دیا۔

دوسرا مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو وہ پوجتی تھی ان بتوں کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکے رکھا تھا، آج تک ان بتوں کی اور سورج کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک لیا تھا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھایا تب اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کردی۔

گندے ماحول کا اثر

اور بڑی بات کیا تھی: ﴿اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ: کیوں کہ وہ ایک کافر قوم میں سے تھی۔

پورا ماحول گندا تھا؛ اس لیے اس کو یہی چیز سیکھنے کو ملی، اچھی کوئی چیز اس سے سیکھنے کو ملی ہی نہیں تھی؛ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کی برکت سے بلقیس ایک اللہ کی عبادت کرنے والی بن گئی۔

دوسری بات کا امتحان

ایک چیز کا تو امتحان ہوگیا کہ یہ پاگل نہیں ہے؛ بلکہ عقل منداور ہوشیار عورت ہے، اب دوسری بات - کہ اس کے پیر گدھے جیسے ہیں اور اس کی پنڈلی پر بال بہت ہیں،

اس۔کا امتحان باقی تھا۔

شیشے کا محل

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے لیے ایک شان دار، عجیب وغریب، پورا شیشے کا اور ایک دم سفید رنگ کا محل بنوایا، اس کے آگے بڑا صحن، باغ اور باغ میں پانی کا حوض، حوض میں قسم قسم کی رنگ برنگی مچھلیاں، قسم قسم کے مینڈک اور پانی کے جانور رکھے، اس حوض پر آپ نے ایک دوسرا کانچ بچھوایا، اتنا شان دار کانچ کہ پتہ بھی نہ چلے کہ پانی کے اوپر کانچ لگا ہوا ہے، اور محل میں داخل ہونے کا راستہ تھوڑا سا اونچا بنوایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو فرمایا: ﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ﴾

ترجمہ: اس (بلقیس) کو کہا گیا: تو (اس) محل میں داخل ہوجا۔

دونوں پنڈلیاں کھول دیں

بلقیس وہاں پہنچی، اس نے دیکھا یہاں تو پانی ہی پانی ہے، وہ تھوڑی دیر تو یہی سمجھتی رہی کہ پانی ہے، پانی میں جاؤں گی تو میرے کپڑے بھیگ جائیں گے، اس نے اپنے کپڑے اٹھائے؛ تاکہ پانی میں بھیگ نہ جائے، آگے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾

ترجمہ: پھر جب اس نے اس (کے صحن) کو دیکھا تو یہ سمجھی کہ یہ تو گہرا پانی ہے اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔

کپڑے اٹھانے کی وجہ سے اس کی پنڈلی کھل گئی، اس کی ایڑی پر نظر پڑ گئی اور دیکھ لیا کہ یہ کوئی گدھے جیسی نہیں ہے، جناتوں نے غلط بات بتلائی تھی، اس کے پیر

گدھے جیسے نہیں ہیں، عام انسانوں جیسے اس کے پیر ہیں، ہاں! اتنی بات تھی جیسا کہ بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی پنڈلی پر بال بہت تھے۔

مخطوبہ کو دیکھنا جائز ہے

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کر چکے تھے؛ اس لیے اس کو دیکھنا جائز تھا، حدیث میں بھی ہے کہ جس کے ساتھ شادی کرنا ہو اس کو دیکھنا جائز ہے، اس سے محبت بڑھے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام چوں کہ شادی کا ارادہ فرما چکے تھے؛ اس لیے آپ کے لیے دیکھنے میں کوئی حرج بھی نہیں، انبیاء کا معصوم ہونا ہمارا ایمان اور ہمارا عقیدہ ہے۔

نظر کی غلطی

جب اس نے دونوں پنڈلیاں کھول دیں تو اس کو کہا گیا:

﴿قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ﴾

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام نے کہا: یہ تو ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں (یعنی شیشوں سے بنا ہوا ہے)۔

اس کو کہا گیا کہ: یہ تو محل ہے، اس کے صحن کے اوپر کانچ بچھا ہوا ہے، یہ تیری غلطی ہے، تجھے یہ کانچ نظر نہیں آ رہا ہے۔

شروع میں بلقیس کی بدگمانی

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ شروع میں بلقیس کو تھوڑی سی بدگمانی ہو گئی تھی کہ

۔نعوذ باللہ۔حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو پانی میں ڈبو کر مار ڈالنا چاہتے ہیں؛اس لیے وہ کہنے لگی:اللہ کی قسم!میں اس میں ضرور کود جاؤں گی۔

لیکن جب اس کو پتہ چلا کہ پانی کے حوض پر شیشہ اور کانچ لگا ہوا ہے تو اس کا دماغ صاف ہو گیا اور وہ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی غلط ارادہ نہیں کیا ہے۔

ایمان کا اعلان

بلقیس سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں،ہر چیز پر آپ کی حکومت ہے،میرا تخت یمن سے یہاں تک آ گیا،یہ آپ کے نبی ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی ہے،یہ سب ایمان کے اسباب تھے،یہ سب چیزیں دیکھ کر بلقیس کو حقیقت سمجھ میں آ گئی،اس نے فوراً ایمان قبول کر کے اس کا اعلان کر دیا:

﴿رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

ترجمہ:اے میرے رب!یقیناً میں (اب تک) اپنی جان پر (کفر کر کے) ظلم کرتی رہی اور میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ ہو کر اللہ رب العالمین کے لیے مسلمان بنتی ہوں﴿۴۴﴾

گویا بلقیس نے ایمان کا اعلان کر دیا۔

صحیح بات سامنے آوے تو قبول کر لینی چاہیے

ہمارا مزاج بھی ایسا ہونا چاہیے کہ جب کسی چیز کی حقیقت سامنے آ جائے تو فوراً قبول کر لینا چاہیے،بات صحیح ہو تو مان لینی چاہیے،ضد نہیں کرنی چاہیے۔

ایمان لانا بہت بڑی عقل مندی کی علامت ہے

دینی بہنو! ایمان لانا بہت بڑی عقل اور ہوشیاری کی نشانی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط

ترجمہ: اور کون ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے سے اعراض کرے (یعنی منہ پھرالیوے اور نہ مانے)؟ مگر وہی شخص (منہ پھرائے گا) جس نے خود بے وقوفی اپنا لی ہو (دوسرا ترجمہ) جس نے خود کو بے وقوف بنایا ہو)

یعنی جو بیوقوف ہو وہ ایمان نہ لاوے، جس میں عقل ہو وہ ایمان قبول کرے۔

''مع سلیمان'' کا دل نشین نکتہ

دوسری عجیب بات بلقیس کہہ رہی ہے: ''مع سلیمان'' یعنی سلیمان اللہ کے نبی، اللہ کے دین کے داعی ان کے ساتھ ان کے جیسا ایمان لاتی ہوں، وہ سمجھ رہی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی معیت اور اللہ کے نیک بندوں جیسا راستہ اپنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو کامیاب کر دیتے ہیں۔

اس لیے اللہ کے نیک بندے، انبیا، اولیاء اللہ جیسا اپنے آپ کو بنانا چاہیے، اسی میں ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔

بال صاف کرنے کے لیے پاوڈر کا سب سے پہلا استعمال

اس نے ایمان کا اعلان کر دیا، ایمان لانے کے بعد کیا ہوا، آگے کا واقعہ قرآنِ

مجید میں موجود نہیں ہے، تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے۔

جب وہ ایمان لے آئی تو بعض روایتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور اس کی پنڈلی کے بال صاف کرنے کے لیے لوہے کا استرا استعمال کرنے کا حکم دیا۔

بلقیس نے کہا کہ: میری چمڑی ایسی نازک ہے کہ اس پر لوہا لگنے سے مجھے تکلیف ہوگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ بال صاف کرنے والا پاوڈر تیار کرو۔ اس تفصیلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے بال کی صفائی کا پاوڈر جناتوں کے پاس بنوایا تھا، پھر ممکن ہے کہ وہاں سے پوری دنیا میں عام ہوا ہو، یہ تمام تفصیلات تفسیرِ مظہری میں موجود ہے۔

بلقیس کی یمن واپسی اور اس کے لیے قلعے کی تعمیر

بہر حال! حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور کہا کہ: تو واپس یمن چلی جا اور یمن کی حکومت سنبھال، یمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے لیے تین بڑے بڑے قلعے بنائے جن کے نام یہ ہیں:

① سلحون۔ ② سنون۔ ③ عمدان۔

بلقیس اس میں رہ کر پورے یمن کی حکومت سنبھالتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کے تخت پر اڑ کر ہر مہینے یمن تشریف لے جاتے تھے، تین دن وہاں رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس شادی کی برکت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک بیٹا بھی عطا

فرمایا۔

بعض روایتوں سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ: یمن کے ”حمدان“ کے تُبَّع بادشاہ کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی شادی کروادی تھی۔

آپ ﷺ کا جانوروں سے بات کرنا

حضرت سلیمان علیہ السلام جناتوں سے بات کرتے ہیں، ہدہد سے بات کرتے ہیں، پرندوں سے بات کرتے ہیں تو میرے آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ کے پاس بھی جانور آکر بات کیا کرتے تھے:

ایک مرتبہ ایک اونٹ اپنے مالک کی فریاد کرنے حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، حضور ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر کہا کہ: جانور پر رحم کرو۔

حضور ﷺ کو بھی یہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، حضور ﷺ کی شان تو بہت اونچی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت: یاساریۃ! الجبل

حضور ﷺ کی برکت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک کرامت عطا فرمائی تھی کہ: ایک مرتبہ مدینۂ پاک میں منبر پر بیان کرتے کرتے آواز لگائی: یاساریۃ! الجبل۔

ہوا نے آپ کی بات مدینہ سے ملکِ شام پہنچادی، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت کو بھی ایسی ایسی کرامتیں عطا فرمائی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد حکومت ختم

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا؛ مگر جناتوں کو ایک سال کے بعد پتہ چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے، ایک بڑا جن یمن گیا، وہاں جا کر اس نے اعلان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا؛ لہٰذا تم سب اپنا کام چھوڑ دو، حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد آپ کی حکومت بھی ختم ہو گئی اور بلقیس کی حکومت بھی ختم ہو گئی، اس کے بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کا ملک باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی حکومت باقی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس واقعے میں آئی ہوئی باتوں اور نصیحتوں کو سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرماوے اور منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کی قربانی اور وفاداری کا عجیب واقعہ

مختصر تعارف

ان کا نام نہ تو قرآن میں ہے اور نہ تو صحیح حدیث میں ہے، البتہ مؤرخین نے ان کا نام ''لیا بنت یعقوب'' بتایا ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک نام ''رحمت بنت افرائیم بن یوسف بن یعقوب'' ہے۔

بعض کے نزدیک ''ماخر بنت فیشا بن یوسف بن یعقوب'' ہے (جلالین سورۂ ص)

مختلف تفسیری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بیماری کے زمانے میں جب سارے رشتے دار دور ہو گئے تب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی آپ کی بہت خدمت کرتی تھیں، ہر وقت اس فکر میں رہتی تھیں کہ کس طرح آپ کو جلد از جلد شفا ہو۔

ایک معزز، مال دار، شاہی گھرانے کی بیٹی ہونے کے باوجود شوہر کی بیماری میں مزدوری کر کے گھر کا گزر بسر، اور خدمت کرتی تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اس سخت بیماری کی حالت میں شفقت و مہربانی، ان کے ساتھ احسان کرنے والی اور نہایت صابرہ وشاکرہ تھیں۔

ان کا مزار موجودہ ترکی کے ''سانلی عرفہ'' میں بتلایا جاتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ''دیکھی ہوئی دنیا جلد: ۲'' دیکھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝۸۳ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ۝۸۴ (الانبیاء)

ترجمہ: اور ایوب (علیہ السلام کا واقعہ بھی تو سنو) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ ’’بیشک مجھ کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں‘‘ ﴿۸۳﴾ سو ہم نے ان (ایوب علیہ السلام) کی دعا قبول کرلی اور ان کو جو تکلیف تھی ہم نے دور کردی اور ہم نے ان (ایوب علیہ السلام) کو ان کے گھر والے بھی دیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی (بال بچے) اور بھی دیے، یہ سب ہماری طرف سے رحمت (سے عطا کیا) ہے اور عبادت کرنے والوں کے لیے ایک نصیحت ہے ﴿۸۴﴾

وَقَالَ تَعَالیٰ: وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ۝۴۱ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ۝۴۲ (ص)

ترجمہ: اور تم ہمارے بندے ایوب کو (بھی تو) یاد کرو، جب انھوں نے اپنے رب کو آواز دی کہ: (اے اللہ!) شیطان نے مجھ کو تو دکھ اور تکلیف پہنچا رکھی ہے ﴿۴۱﴾ (ہم نے حکم دیا کہ زمین پر) تم اپنا پیر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے جو نہانے اور پینے کے کام میں آئے گا ﴿۴۲﴾

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کا حضرت ایوب علیہ السلام سے نکاح

حضرت زلیخا کو۔جن کا قصہ پیچھے گزرا۔اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عطا فرمائی تھی، اس بیٹی کے باپ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، اور ماں زلیخا ہیں، جو اللہ سے معافی مانگ کر اور اللہ کی عبادت کر کے بہت بڑی نیک صالحہ اور اللہ کی برگزیدہ بندی بن گئی تھی؛ لہٰذا ان کے گھر میں پیدا ہونے والی لڑکی بھی بڑی نیک، اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھی، اُس کا نام ''لیّا'' رکھا گیا، اس کے بعد زلیخا کا انتقال ہو گیا، حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی انتقال ہو گیا، اور یہ لیّا جوان ہو گئی تو اس کا نکاح اللہ کے ایک اور نبی حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

بعض مفسرین کی قول کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھی۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا ایک نبی اور بادشاہ کی بیٹی

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی لیا کا قصہ قرآن، حدیث اور معتبر تفسیروں میں آیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نبی بھی تھے اور مصر کے بادشاہ بھی تھے؛ اس لیے یہ لڑکی بہت اچھے ماحول میں بڑی ہوئی تھی، گھر کا ماحول پورا دینی ہے، اور ساتھ میں بہت مال داری میں یہ لڑکی بڑی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، قرآن میں ہے: رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ.

ترجمہ: اے میرے رب! آپ نے مجھے حکومت کا بڑا حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا بادشاہ بنایا، ظاہر بات ہے کہ ایک بادشاہ کی لڑکی کتنے شاندار محل میں بڑی ہوئی ہوگی، اور ماحول بھی اس کو پورا دینی ملا، دونوں طرح کی نعمتیں ہیں، دنیا بھی ہے، دین بھی ہے۔

دین اور دنیا دونوں ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

یہی دعا ہم سب اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کہ:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو دنیا میں بھلائی دیجیے اور آخرت میں بھی بھلائی (دیجیے) اور ہم کو (جہنم کی) آگ کے عذاب سے بچا لیجیے۔ (سورۂ بقرہ)

یعنی ہماری دنیا بھی اچھی بنا دے اور ہماری آخرت بھی اچھی بنا دے، اللہ کسی کو دونوں نعمتیں عطا فرمائیں تو بہت اچھی بات ہے، دنیا میں رہنے کے لیے اچھا مکان ہو، اچھی کھانے پینے کی نعمتیں ہوں، اچھے کپڑے اللہ نے دے رکھے ہوں، پھر دین داری کے ساتھ اس کو استعمال کریں، نماز کی پابندی، پردے کی پابندی، حرام اور گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں تو یہ میری بہنو! اچھی چیز ہے، کوئی بری چیز نہیں ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت زیادہ

مانگتے تھے؛ اس لیے ہمیں بھی ہر دعا کے موقع پر اس دعا کو مانگنے کی عادت بنا لینی چاہیے۔

بہر حال! حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، باپ اللہ کے نبی اور بادشاہ، ماں بڑی نیک اور صالحہ، شوہر بھی اللہ کے نبی جو خود بھی بڑے مال دار تھے، کتنی خوش نصیب لڑکی ہے!

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی آزمائش

لیکن میری دینی بہنو! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے کبھی امتحان ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو امتحان لیتے ہیں وہ عملی زندگی میں لیتے ہیں، اللہ خود قرآن میں فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ: ”ہم ایمان لے آئے ہیں“ چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے۔ (سورۂ عنکبوت)

واقعہ سنانے کا مقصد

میری دینی بہنو! کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان آجائے تو صبر کے ساتھ رہنا چاہیے، اس کو سنانے اور سمجھانے کے لیے یہ واقعہ آپ کو سنا رہا ہوں۔

آزمائش کی ابتدا

حضرت ایوب علیہ السلام اور اُن کی بیوی لیّا دونوں مزے سے زندگی گزار رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی کی ہر قسم کی راحت کا سامان ان کو عطا فرمایا تھا، پچھلی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے لمبی لمبی عمریں عطا فرمائی تھیں، کہتے ہیں کہ: ۷۰ رسال تک ایسی مزے کی زندگی اُن کی گزری، پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان شروع ہوا۔

سب سے زیادہ آزمائش انبیائے کرام کی

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتے ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أشدُّ الناسِ بلاءً الأنبياءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ. (ابن ماجة عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه)

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کا امتحان لیتے ہیں، پھر ان سے قریب کا درجہ رکھنے والے اپنے نیک بندوں کا، پھر وہ جو زیادہ دین دار ہوتا ہے؛ یعنی جو دین داری میں جتنا زیادہ آگے ہوگا اس کا اتنا ہی امتحان ہوگا۔

اس لیے میری دینی بہنو! ہم جیسے اللہ تعالیٰ کے قریب جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے نیک، محبوب، پیارے اور چہیتے بنیں گے، کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ ہمارا امتحان لیتے ہیں: لیکن ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہیے۔

عافیت کی ایک دعا

ایک دعا ہے پتہ نہیں میں نے پہلے آپ کو بتائی تھی کہ نہیں، اگر بتائی تھی اور آپ مانگتی ہو تو بہت اچھی چیز ہے، اگر نہیں بتائی تھی اور بھول گئے ہیں تو اس کو یاد کرو اور

صبح وشام تین مرتبہ مانگو، میں بھی مانگتا ہوں آپ بھی مانگا کرو، بہت پیاری دعا آئی ہے:

اللهم إني أسئلك العافيةَ ودوامَ العافية والشكرَ على العافية.

اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں، اور مجھے ہمیشہ عافیت میں رکھنا؛ یعنی دنیا بھی عافیت سے گزرے اور آخرت بھی عافیت میں رہے، اور عافیت پر تو مجھے شکر کی توفیق عطا فرما۔

عافیت کا مطلب

عافیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہماری سب چیز اچھی رہے، سب کام برابر چلتے رہیں، زندگی خیریت، عزت، بھلائی کے ساتھ چلتی رہے، اس کو عافیت کہتے ہیں، ہمیشہ صبح وشام تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگو، منقول دعاؤں میں یہ دعا آتی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کو پلٹا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں، اللہ سے ہمیشہ دعا کرو: اے اللہ! وہ تیرے نیک بندے تھے جنھوں نے مصیبتوں پر صبر کیا، تکلیف کو برداشت کیا، اور تیرے امتحان کو پورا کیا، ہم تو تیرے کمزور بندے ہیں، تو ہم کو دنیا اور آخرت میں عافیت سے رکھ، ہم امتحان کے قابل نہیں ہیں۔

دینی بہنو! پہلے مال داری تھی، تندرستی تھی، مال داری اور تندرستی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد بھی نصیب ہوئی، حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت لیّا کو سات بیٹے اور سات بیٹیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی، بیماری شروع ہوئی، عجیب قسم کی

بیماری جو پورے بدن میں پھیل گئی، آپ کی بیماری کے سلسلے میں عجیب عجیب واقعات تفاسیر میں آئے ہیں، ان میں سے بہت سارے اسرائیلیات کے قبیل سے ہیں اور بعض نامناسب بھی ہیں۔

ایسے واقعات بھی آئے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام کے پورے بدن میں کیڑے پڑ گئے، پورے بدن میں زخم ہو گئے، جزام کی بیماری ہو گئی۔

بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ بدن کے کچھ کیڑے اگر زمین پر گر جاتے تو حضرت ایوب علیہ السلام اس کو اٹھا کر دوبارہ رکھ دیتے کہ تیری غذا اگر میرا بدن ہے تو تو اس کو کھا، اس طرح کے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں۔

غرض آپ کو عجیب قسم کی بیماری لگ گئی، ایسی بیماری سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلامت رکھے، ہم سب کو عافیت میں رکھے، آمین۔

زبان اور دل بیمار نہیں تھے

کہتے ہیں کہ: صرف زبان باقی تھی اور دل باقی تھا، زبان پر بھی بیماری نہیں اور دل پر بھی بیماری نہیں، باقی پورے بدن پر بیماری لگ گئی اور اللہ کے نبی زبان سے ذکر میں اور دل سے شکر میں مشغول رہتے۔

بیماری میں عام طور پر کوئی کام نہیں آتا

میری دینی بہنو! اللہ بُرے دن کبھی نہ لاوے، جب خراب دن آتے ہیں تو دوست بھی دور ہو جاتے ہیں، ملنے جلنے والے بھی دور ہو جاتے ہیں، اور قریبی لوگ دور بھاگ جاتے ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ بھی کچھ ایسا ہوا۔

مصیبت کے وقت لوگ پہچانے جاتے ہیں

جب حالات اور تکلیف آتی ہے تب ہی صحیح رشتہ دار کون ہے اس کا پتہ چلتا ہے؛ اس لیے کہ تکلیف کے دنوں میں جو رشتہ دار، جو دوست اور جو سہیلی تمھارا خیال رکھے وہ رشتہ دار صحیح اور سچے رشتے دار ہیں، باقی آدمی کے پاس مال و دولت ہو تو اس وقت محبت کرنے والے، تعلق رکھنے والے، اور آنے جانے والے تو بہت ہو جاتے ہیں۔

محتاجوں کی مدد کرنا بڑا ثواب کا کام ہے

ہمیں بھی عادت بنانی چاہیے کہ اپنے رشتہ دار میں جو غریب ہوں، جو بیمار ہوں، جو مصیبت میں ہوں، ہم ان کی زیادہ خبر لینے والے بنیں، مال دار رشتہ دار کو ہر ایک پوچھتا ہے، ہر ایک ان سے ملتا ہے، ہر ایک ان سے سلام کرتا ہے؛ لیکن جو غریب رشتہ دار ہیں، بیمار ہیں، مصیبت میں ہیں، اللہ کو خوش کرنے کے لیے ہم ان کی خبر لیویں، ہم سے جو بن سکے ان کی مدد کریں، اور جتنی ہو سکے اتنی ان کی خدمت کریں، اللہ تعالیٰ اس پر بڑا اجر اور بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

عجیب آزمائش

بہر حال! جب بیماری آئی تو آہستہ آہستہ مال بھی ختم ہو گیا، بالکل غریبی کے دن آ گئے، ایسے برے دن آئے کہ دوا اور علاج کے بھی پیسے باقی نہ رہے، اسی طرح ان کے سات لڑکے اور لڑکیوں کا بھی باری باری کر کے انتقال ہو گیا، پورے بدن میں سوئی رکھنے کے برابر بھی ایک جگہ ایسی نہیں تھی جو سلامت اور تندرست ہو۔

قرآن میں حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف

حضرت ایوب علیہ السلام زبان سے اللہ کا ذکر کرتے اور دل سے اللہ کا شکر کرتے، اتنی بیماری میں بھی وہ کسی کو کوئی فریاد نہیں کرتے، خود اللہ نے ان کے لیے فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝۴۴ (ص)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ان (ایوب) کو صبر کرنے والا پایا، (حقیقت میں) وہ بہت ہی اچھے بندے تھے، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت زیادہ لو لگانے والے تھے۔

اللہ جن کو صبر کرنے والا فرما دیوے ان کے بارے میں کیا کہنا!

چنانچہ زبان سے تسبیح پڑھتے رہتے: ''لا إله إلا الله'' کا ذکر کرتے رہتے اور دل میں خدا کا شکر ادا کرتے، اے اللہ! تو نے جس حالت میں رکھا تیرا شکر ہے، تیرا احسان ہے۔

میری دینی بہنو! اللہ ہم کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ: ہم زبان سے اللہ کا ذکر اور دل سے اللہ کا شکر کرنے والے بنیں، چاہے اللہ جس حال میں بھی رکھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں رہے

میری دینی بہنو! ایک، دو مہینے نہیں، تفسیر میں لکھا ہے کہ پورے اٹھارہ سال گاؤں کے باہر حضرت ایوب علیہ السلام نے رہ کر زندگی بِتائی، اندازہ لگاؤ، ایک نبی کے داماد، ایک بادشاہ کے داماد، خود بھی بڑے مال دار، ۷۰ رسال زندگی کے مال داری میں گزرے اور آج تکلیف کے دن آئے، ایسے زمانے میں ساتھ دینے والی، خدمت

کرنے والی صرف آپ کی بیوی حضرت لیّا رضی اللہ عنہا تھیں۔

لیّا کا سوال اور حضرت ایوب علیہ السلام کا عجیب جواب

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ: اللہ تعالیٰ ہماری تکلیف اور تمھاری بیماری کو دور کردے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کہنے لگے: اللہ تعالیٰ جس حالت میں رکھے، میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں، جس اللہ نے ۷۰ رسال مزے میں رکھا، اب ہم اس بیماری میں فریاد کریں یہ مناسب نہیں ہے۔

مجھے تو میرے اللہ کے سامنے دعا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہے، کہیں اللہ کی طرف سے یہ بات نہ آوے کہ ہم نے ۷۰ رسال مزے میں رکھا تھا، اب تھوڑی سی تکلیف آئی ہے، اس پر صبر نہیں ہوتا؟

کیسے یہ دونوں میاں بیوی ہوں گے؟ کیسی ان کی زندگی ہوگی؟ کیسی یہ وفادار عورت ہوگی؟ جب کوئی ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ایسے زمانے میں یہ بیوی اپنے شوہر کی خدمت کررہی ہے، عجیب عجیب ان کی خدمت کے واقعات ہیں۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خدمت

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی اکیلی خدمت کرتی تھی، یہاں تک کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو استنجا وغیرہ کرانے کے لیے بھی خود ہی لے جاتی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام بہت کمزور ہوگئے تھے، جب استنجا کرلیتے تو کھڑے ہونے میں بھی مدد کی ضرورت پڑتی، تو بیوی وفادار بن کر اپنے شوہر کی مدد کرتی، پکڑ کر کھڑا کرتی، اور لاکر بستر پر بٹھا دیتی۔

غرض اس عورت نے تقریباً ۱۸ ؍ سال تک اپنے شوہر کی بے مثال خدمت کی۔

عورت کی خوبی

میری دینی بہنو! عورت ذات میں یہی خوبی بڑی کمال کی ہوتی ہے کہ شوہر مال دار ہو یا غریب، بیمار ہو یا تندرست، خوشی وغمی ہر حال میں اپنے شوہر کی وفادار بنے، اپنے شوہر کی خدمت کرنے والی بنے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: التي تسره اذا نظر، وتطيعه اذا أمر، ولا تخالفه في نفسها ولا في ماله بما يكره. (مشکوۃ شریف ص ۲۸۳؍)

جسے دیکھ کر شوہر کو خوشی ہو، شوہر کے ہر حکم کو پورا کرے، اور اپنی ذات اور شوہر کے مال میں کوئی کام ایسا نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

خدمت کرنے والی عورت سے اللہ تعالیٰ راضی رہتے ہیں

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی غریبی میں کیسی عجیب وغریب خدمت انجام دی، عورت ذات میں یہی وفاداری، خدمت کا جذبہ جب ہوتا ہے تو اللہ ایسی عورت کو دنیا اور آخرت میں نوازتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا حکم سامنے رکھو، اور اپنے شوہر کی وفادار اور خدمت گزار بن کر رہو، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا یہ بات سمجھتی تھیں کہ میرے شوہر اللہ کے نبی ہیں، انھوں نے زندگی میں مجھے ۷۰ ؍ سال تک بہت سُکھ دیا، اب جب میرے شوہر پر حالات آئے،

مصیبت آئی، بیماریاں آئیں تو میں ایسے دنوں میں اپنے شوہر کو کیسے چھوڑ کر چلی جاؤں؟ کیسے میں ان سے بے وفائی اور غداری کروں؟

اگر ہماری دینی بہنیں یہ بات سامنے رکھیں، یہ نکتہ سامنے رکھیں کہ بے چارہ شوہر جب اس سے بن پڑتا ہے تو محنت سے کما کر لا کر دیتا ہے، تو کبھی زندگی میں مصیبت آجاوے، مال میں کمی آجاوے، تو اس زمانہ میں بھی عورت صبر کے ساتھ شوہر کے ساتھ رہے، اپنے شوہر کو ہمت دلائے، اور اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے۔

بیوی کی وفاداری کا ایک واقعہ

میرے ایک دوست ہے جو کسی زمانے میں ملٹی ملینیر تھے، بہت مال دار تھے، تقریباً چالیس سال پہلے جب انڈیا میں لوگوں کے پاس گاڑیاں بھی بہت کم تھیں، اس وقت جاپانی گاڑیوں میں گھومنے والا آدمی، پھر ان پر تنگی کے حالات آئے، اتنی غریبی آئی کہ وہ بے چارہ سائیکل پر پھرنے لگا، اور قُلفی، کینڈی وغیرہ بیچ کر وہ اپنی زندگی گزارنے لگا، اس زمانے میں بھی اس کی بیوی نے اس کی عزت کی حفاظت کی۔

وہ مجھے کہتے تھے کہ: اللہ میری بیوی کو جزائے خیر دیوے، جب غربت کی وجہ سے اس کا سارا سونا بِک گیا، پہلے اس کے پاس سونے چاندی کے زیورات تھے، غریبی کے دن آئے تو اس نے خوشی خوشی سارے زیورات بیچ دیے، تو وہ سونے جیسے دکھنے والے رول گولڈ کے زیورات پہن کر شادی، بیاہ، منگنی میں جاتی تھی؛ تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ ہمارے گھر میں ایسی غریبی اور پریشانی کے حالات چل رہے ہیں۔

عورت ایسی وفادار ہو کہ دوسروں کے سامنے گھر کے حالات، پریشانی اور

تکلیف کی باتیں کہتی نہ پھرے، اپنے شوہر کے لیے عزت کا ذریعہ بنے۔

اللہ امت کی تمام بہنوں کو ایسی وفاداری کی توفیق عطا فرمائے، اور یہ کام اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جاوے۔

آج الحمد للہ! پھر اللہ تعالیٰ نے اس دوست کے حالات بدلے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال دار اور رئیس بنا دیا، زندگی میں اونچ نیچ آتی رہتی ہے، سُکھ کے دن دُکھ کے دن چلتے رہتے ہیں؛ لیکن ہمیشہ شوہر کی عزت بن کر زندگی گزارو، کبھی ان کے سامنے ایسے دُکھ کے دنوں میں اپنی زبان سے سوالات اور مطالبات کر کے ان کو پریشان مت کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازیں گے اور آخرت میں بھی بہت نوازیں گے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی بیوی کا واقعہ

اِس موقع پر ایک بات یاد آ گئی، دارالعلوم دیوبند جو پوری دنیا کے مسلمانوں کا ایک روحانی مرکز ہے، اور پوری دنیا میں اس کی شاخیں ہیں، اس کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے درجے کے عالم اور اللہ کے ولی تھے، جنھوں نے دیوبند کا مدرسہ قائم کیا۔

دیوبند میں ایک بڑے مال دار آدمی شیخ کرامت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے ،جن کی بیٹی سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح ہوا، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ خود بیان کر چکی ہیں کہ: نکاح کے بعد جب مجھے میرے والد نے رخصت کیا تو بہت بڑا عظیم الشان جہیز مجھے دیا گیا، جس میں قیمتی زیورات تھے، کپڑے تھے اور تانبے کے

برتنوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا، رخصتی کی رات جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اہلیہ کی ملاقات ہوئی، تو سب سے پہلے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ رخصتی والے کمرے میں آ کر نفل نمازیں پڑھنے میں مشغول ہو گئے، کافی دیر تک نفل نمازیں پڑھتے رہے، نفل نمازوں سے فارغ ہو کر اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس تشریف لائے، بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی اہلیہ سے بات چیت شروع کی۔

سب سے پہلے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تم کو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دیا ہے تو نبھاؤ کی ضرورت ہے۔

پھر دوسری بات ارشاد فرمائی: مگر ابھی جو صورت ہے اس میں نبھاؤ مشکل ہے کہ تم امیر، مال دار ہو اور میں غریب آدمی ہوں۔

پھر تیسری بات ارشاد فرمائی کہ: اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں بھی مال دار بن جاؤں یا تم میری طرح نادار، غریب بن جاؤ۔

پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آہستہ سے فرمایا کہ: میرا امیر اور مال دار بننا تو مشکل ہے، آسان بات یہی ہے کہ تم میری طرح غریب اور نادار بن جاؤ۔

پھر آگے یہ بات ارشاد فرمائی کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ میرا جو تعلق قائم فرمایا ہے، اس میں مجھے تربیت کا مقام دیا ہے اور تم کو اطاعت کا مقام دیا ہے۔

اِس تمہیدی بات کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہم بات ارشاد فرمائی کہ: اگر تم کو میں کسی بات کا حکم دوں، جس میں تمھارا ہی فائدہ ہو تو کیا تم مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کرو گی، تم کو مجھ پر اعتماد اور بھروسہ ہوگا؟

جب حضرت نانوتویؒ کی طرف سے یہ پہلا سوال ہوا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نئی نویلی، بھولی بھالی دلہن خاموش رہی، کوئی جواب نہیں دیا، جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب کے لیے بار بار اصرار کیا تو اس پر دلہن نے جواب میں کہا: مجھے آپ پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے، جب یہ جواب مل گیا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک عجیب بات آئی کہ جس کو سوچتے ہیں تو دل کانپ جاتا ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو زیورات کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت ہوتی ہے،، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ (زخرف)

ترجمہ: کیا وہ بچی جو پرورش پاتی ہے زیور میں اور آپس کے جھگڑے میں وہ صاف بول نہیں سکتی۔

جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے حضرت پر پورا اعتماد اور بھروسہ کیا تو یہ نوجوان دولہا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دلہن سے کہہ رہے ہیں کہ: اچھا اب زیورات اتار کر مجھے دے دو، اسی طرح جتنے کپڑے اور برتن تمھارے پاس ہیں ان پر بھی مجھے اختیار دے دو، اتنے بڑے مطالبہ پر نئی نویلی دلہن نے بغیر ہچکچائے ہوئے فوراً عرض کیا: آپ کو پورا اختیار ہے۔

اس وقت خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً ۲۱/ ۲۲ سال کی تھی، جب رخصتی کی صبح ہوئی تو تمام زیورات اور تمام کپڑوں کے جوڑے اور تمام برتن جو اس زمانہ میں ہزاروں روپیہ کا سامان تھا، اور آج کے دور میں تو اس کا حساب ہی نہیں لگا سکتے کہ اتنی بڑی دولت ہوگی، وہ سب کا سب سلطانی چندے میں جمع کرا دیا۔

اس زمانہ میں تقریباً ۱۸۵۳ء میں روس اور ترکیوں کے درمیان میں جو جنگ ہورہی تھی اس میں خلافت کو مضبوط کرنے کے لیے اور خلافت کو بچانے کے لیے اتنا بڑا مال چندے میں جمع کرادیا۔

اس کی برکت سے ہوا یہ کہ دیوبند کے بہت بڑے مال دار کی بیٹی نانوتہ کے ایک فقیر کی صحیح معنی میں رفیقۂ حیات بن گئی، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی اور اس میں بھی ابھی ایک رات ساتھ رہنا نصیب ہوا، اس میں بھی ایک مال دار کی لڑکی کو کتنی بڑی ترقی نصیب ہورہی ہے کہ وہ لڑکی اس قیمتی مال سے صرف باہر کی دنیا میں ہی خالی نہیں ہوئی؛ بلکہ ایک اللہ تعالیٰ کے ولی کی صحبت کی برکت سے دل سے بھی ان تمام چیزوں کی محبت نکل گئی۔

یہ واقعہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی، حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کم عمری میں ولایت مل گئی تھی، بہت چھوٹی عمر میں آپ اللہ تعالیٰ کے ولی بن گئے تھے، اور یہ واقعہ آپ کے ولی ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے، کہ جوانی کی عمر میں جب اس طرح کے قیمتی سامان کی لالچ اور ضرورت ہوتی ہے تب اتنا قیمتی سامان بغیر مانگے ہوئے سسرال سے آیا تو بڑی ہمت کرکے ان سب کو ٹھکرا کر اسلام کی حفاظت کے لیے خیرات کردیا۔

میری دینی بہنو! قصہ ابھی یہاں پورا نہیں ہوا، جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نانوتہ اپنے سسرال سے دیوبند اپنے والد کے گھر رخصتی کے بعد پہلی مرتبہ آئی تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ خود فرماتی ہیں کہ: ابا جان نے میرے ہاتھ، پاؤں، کان،

ناک خالی دیکھے اور بدن پر قیمتی کپڑے بھی نہیں تھے، تو والد صاحب نے پوچھا کہ: بیٹی! زیورات کا کیا ہوا؟

بیٹی نے پورا واقعہ صحیح صحیح سنا دیا، تو اس پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خسر زبان سے کچھ نہیں بولے، دل میں خیال آیا ہوا ہوگا کہ میری بیٹی رشتہ داروں کے سامنے زیورات کے بغیر ننگی بنی ہوئی کب تک رہے گی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکی کے والد کے پاس کسی قسم کی تنگی بھی نہیں تھی، لڑکی کے والد شیخ کرامت علی صاحب نے پھر سے زیورات، برتن، کپڑے تیار کروائے اور جب دوسری مرتبہ والد صاحب کے مکان سے دلہن سسرال جانے کے لیے روانہ ہوئی، تو اس موقع پر خود حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ کے الفاظ ہے کہ: میں بن سنور کر دوبارہ سسرال پہنچی، دن تو کسی طرح گزر گیا، جب رات ہوئی اور حضرت نانوتویؒ اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لائے تو آخرت کی ترغیب دینا شروع کر دی اور کل کی تیاری کے لیے آج کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کی چاہت ظاہر کی، اہلیہ محترمہ پہلے ہی حضرت کو اختیار دے چکی تھی، اس کو واپس لینے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہوتا تھا، پھر سے اہلیہ نے کہا: آپ پورے پورے مختار ہو۔

جب صبح ہوئی تو زیورات، برتن، کپڑے، پورا سامان پھر سے دوسری مرتبہ، اسلامی خلافت کے لیے ترکیوں کے چندے میں جمع کروا دیا۔

خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ: اس دوسری مرتبہ جو آپ نے سارا سامان چندے میں دلوا دیا، تو اس کی برکت سے روپیہ، پیسہ، زیورات کی محبت میرے دل سے قطعاً نکل گئی؛ بلکہ ان چیزوں کی نفرت میرے دل میں پیدا ہوگئی، پھر

زندگی بھر کبھی میں نے زیور نہیں بنوایا، اور کبھی بھی قیمتی لباس پہننے کی دل میں ہوس اور آرزو پیدا نہیں ہوئی۔

اِس واقعہ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی کتنی عجیب قربانی ہمارے سامنے ہے کہ کہ عورت کو زیورات اور عمدہ کپڑوں سے کتنی محبت ہوتی ہے؛ لیکن اسلامی خلافت کی حفاظت کی خاطر آپ نے ان تمام چیزوں کی قربانی دے دی، اور اپنے شوہر کے سامنے زندگی بھر کبھی بھی ایک لفظ نہیں بولی، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت دیکھیے کہ اپنی اہلیہ کو سمجھا کر سادگی والی زندگی کے لیے کیسے تیار کرلیا؟

اِس دو مرتبہ کے واقعات کے بعد بھی جب بھی آپ کی اہلیہ دیوبند جاتی تو ابا شیخ کرامت علی صاحب وقتاً فوقتاً اپنی بیٹی کو کچھ نہ کچھ زیور ضرور دیا کرتے تھے؛ لیکن حالت یہ ہوتی کہ جب نانوتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر مہمان آجاتے اور حضرت نانوتویؒ کے والدین غریب تھے، مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے خرچ میں مشکلی ہوتی تو حضرت نانوتویؒ اپنی بیوی سے اجازت لیتے اور زیورات بیچ کر والدین کی مشکلی میں مدد کرنے میں اس رقم کو پیش کردیتے۔

ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت نانوتویؒ کے ایک چاہنے والے نے ایک قیمتی چادر اور ایک زیور حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ آپ کی اہلیہ کے واسطے ہے، آپ میرا ہدیہ اہلیہ محترمہ کو پہنچا دیں، حضرت نانوتویؒ گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی کے سامنے دونوں چیز پیش کرنے لگے، اور فرمایا: حقیقت تو ایسی ہے کہ چادر اور زیور سے دل ضرور خوش ہوتا ہے؛ لیکن چند دن کے استعمال سے یہ دونوں چیزیں خراب

ہو جائیں گی، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس طرح کی ریشمی چادر سے جو کام ہو گا، وہ لڑھے کی سفید چادر سے بھی ہو جائے گا،، لڑھا اس زمانہ میں بہت سستے قسم کا کپڑا تھا، جو بہت معمولی اور ہلکا سمجھا جاتا تھا۔

پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تمھاری یہ قیمتی چادر اور قیمتی زیور اگر خراب ہونے سے بچانا چاہتی ہو، تو یہ دونوں چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دو، جس کی حفاظت میں پہنچنے والی چیزیں کبھی خراب نہیں ہوتیں؛ یعنی کسی غریب، مسکین کو یہ دونوں چیزیں دے دو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں تم کو ہمیشہ باقی رہنے والا لباس اور زیور عطا فرمائیں گے؛ یعنی جنت میں یہ سب چیزیں ملے گی، چنانچہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے فوراً دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دے دی اور دل میں میل تک نہیں آیا۔

بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا کہ بعض محبت رکھنے والے آپ کی بیوی کے واسطے قیمتی کپڑے اور زیور بنا کر بھیجتے اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ مسکینوں کو دے دیا کرتے تھے، اور بیوی صاحبہ کو خبر بھی نہیں کیا کرتے تھے،، اس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا عجیب وغریب جذبہ ہمارے سامنے آتا ہے، کہ بغیر کسی جھجک کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی آپ سے محبت

کیسی محبت بھری یہ میاں بیوی کی زندگی تھی، جس میں ایسا لگتا تھا کہ آسمان کی جنت اسی دنیا کی زندگی میں تھوڑی دیر کے لیے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں اتر

آئی تھی، حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ ایک مال دار گھرانے کی بیٹی تھی، حضرت نانوتویؒ کی خدمت کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کے ماں باپ کی خدمت میں بھی بہت تکلیف اٹھاتی تھی، اس میں بعض مرتبہ ساس اور بہو میں کچھ ہلکی سی بات پیش آتی تو حضرت نانوتویؒ ایک عجیب انداز میں اپنی بیوی کو تنبیہ فرماتے۔

حضرت نانوتویؒ کی عادت تھی کہ رات کو سوتے وقت گائے کا دودھ استعمال کرتے تھے، جب حضرت نانوتویؒ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے اور مکان کے اوپر والے حصے میں تشریف لے جاتے تو اہلیہ محترمہ دودھ کا پیالہ لے کر پہنچ جاتی اور حضرت نانوتویؒ کا معاملہ ایسا تھا کہ اگر دودھ کے لیے اہلیہ کا انتظار کرتے تو اہلیہ سمجھ جاتی کہ حضرتؒ مجھ سے خوش ہیں اور اگر انتظار کیے بغیر نفل نماز شروع کر دیتے تو یہ نشانی تھی کہ اہلیہ سے ناراض ہیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرتؒ پوری رات نفل نماز میں گزار دیتے اور اہلیہ فرماتی ہیں کہ: میں پوری رات دودھ کا پیالہ لے کر گزار دیتی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت

بس! حضرت نانوتویؒ کی صحبت کی برکت ہوئی کہ آپ کی زندگی بالکل اونچے درجہ کی تقویٰ والی بن گئی، گھریلو کام کاج میں مشغول ہوتی اور کسی بھی نماز کی جب اذان ہوتی اور مؤذن صاحب ''حی علی الصلاۃ'' پر پہنچتے، تو آپ کی اہلیہ تمام کاموں کو چھوڑ کر اس طرح اٹھ جاتی تھی کہ اس کام سے کوئی واسطہ ہی نہیں، ہر چیز سے بالکل بے گانہ ہو جاتی تھیں، فرض کے علاوہ سنت ونوافل کی بھی بڑی پابند تھیں، فجر کی نماز کے بعد سر اور منہ پر اپنا دوپٹہ ڈال کر ہلکی ہلکی ضرب سے ذکر کیا کرتی تھیں، ٹھنڈی ہو کہ گرمی، آندھی

ہو کہ بارش، اس میں بال برابر بھی فرق نہیں آتا تھا۔

جب عورتوں میں ایسے قربانی کے پاکیزہ جذبات ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے گھرانے سے ایسی اولاد پیدا فرماتے ہیں جو اپنے دور کے مجدد ہوا کرتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کے پوتے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب میں نے مشکوٰۃ شریف اور اس کے بعد دوسرے سال مسلم شریف پڑھنا شروع کیا تو سبق پڑھ کر جب میں واپس گھر آتا اور سبق کی پوری تقریر اپنی دادی صاحبہ کو سنایا کرتا تھا، خود حضرت قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ جتنی دیر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ترجمہ اور مطلب بیان کرتا رہتا دادی صاحبہ کی آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری رہتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے اس نیک خاتون کو عزت کا بڑا مقام دنیا میں بھی عطا کیا کہ کسی بھی دلہن کی شادی ہوتی تو حضرت نانوتویؒ کی اہلیہ کے پاس اس دلہن کے سر پر ہاتھ رکھوایا جاتا اور جب کبھی کوئی کھانا تقسیم کرنا ہوتا تو حضرتؒ کی اہلیہ سے ہی شروع کرواتے تھے، پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے عزت کا وہ مقام عطا فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ کہ اہلیہ بہت سی مرتبہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مرتضی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے بڑے بڑے حضرات کو دروازے پر بلا کر ڈانٹ دیتی تھی، اور یہ سب بڑے حضرات ان کے سامنے چوں بھی نہ کرتے تھے؛ بلکہ خوشی خوشی ان کی ناراضگی کو سن کر اپنی ترقی سمجھتے تھے۔

اِس واقعہ میں ہماری دینی بہنوں کو بہت بڑی نصیحت ہے کہ دارالعلوم دیوبند جس کا فیض آج پوری دنیا میں ہے، اس کے بانیوں میں سے ایک حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اور ان کے گھر کا کیسا نورانی اور پاکیزہ ماحول تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے پاکیزہ جذبات عطا فرمائے، آمین۔

میری دینی بہنو! جب عورتوں میں ایسے جذبات ہوتے ہیں تو اللہ ان کے پیٹ سے ایسی اولاد پیدا فرماتے ہیں، جن کا علم ساری دنیا میں پہنچتا ہے، مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ اوران کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کی خدمت لی، اور پوری دنیا میں یہ مدرسہ چمکا، اورساری دنیا میں اس کا علمی، روحانی فیض پہونچا، اللہ ہماری دینی بہنوں کوایسے پاکیزہ اورمبارک جذبات عطا فرمائے۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کی خوب صورتی

میری دینی بہنو! حضرت یوسف علیہ السلام تو بہت خوب صورت تھے، معراج کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو جو حسن عطا فرمایا اس کا آدھا حسن اور خوب صورتی حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی، اور ماں زلیخا بھی بہت خوب صورت تھی، توان کی بیٹی حضرت لیا رضی اللہ عنہا کتنی خوب صورت ہوگی؟

غریبی میں بال بھی بیچنے پڑے

حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے خوب صورت لمبے لمبے بال دیے گئے تھے، اس زمانے کے کسی بادشاہ کی بیٹی نے حضرت لیا رضی اللہ عنہا کے بال دیکھے، وہ حضرت لیا رضی اللہ عنہا کو کہنے لگی کہ: تیرے یہ لمبے لمبے خوب صورت بال بہت پیارے اور

بہت اچھے لگتے ہیں، تو کاٹ کر یہ بال مجھے بیچ دے، میں تجھے اتنے پیسے دوں گی۔

حضرت لیا رضی اللہ عنہا اس کے لیے تیار نہیں ہوئی۔

مفسرین نے ایک عجیب بات نقل کی ہے کہ ایک دن بہت سخت حالات آئے، کہ اس دن ایک روٹی بھی کھانے کے لیے نہیں تھی، اب بے چاری کیا کرتی؟

وہ اس بادشاہ کی بیٹی کے پاس گئی اور جا کر اپنے لمبے لمبے خوب صورت بال کاٹ کر اس کو بیچ دیے، اور بیچ کر اس سے ایک روٹی خرید کر لائی، اور شوہر کو کھلائی۔

بدن کا کوئی حصہ بیچنا جائز نہیں

میری دینی بہنو! اندازہ لگاؤ کہ حضرت لیا رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی کیسی وفادار عورت ہوگی؟ یہ تو میں اُس شریعت کی بات کررہا ہوں، اِس امت میں اس طرح جائز نہیں ہے کہ اپنے بدن میں سے کوئی چیز بیچ کر پیسے کمائے، مثلاً اپنا خون بیچنا یا اپنے بدن میں سے کڈنی بیچنا، اس طرح کی کوئی چیز بیچنا شریعت میں جائز نہیں ہے، ہاں کوئی آدمی مجبور ہو، پریشان ہو، کوئی راستہ نہ ہو تو اس کو ہدیہ میں خون دے سکتے ہیں، بیچنا ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔

یہاں رُک کر ایک مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہیے، اور فطرت کی بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ عورتوں کے بالوں کی خوب صورتی چوٹیوں میں ہے کہ بال لمبے ہوں اور چوٹیاں ہوں، اس میں عورتوں کے بال کی خوب صورتی ہے۔

بال کٹوانا درست نہیں ہے

میری دینی بہنو! بالوں کو کٹوانا، کٹوا کر اس کو چھوٹے کروا دینا یہ عورتوں کے

بالوں کی خوب صورتی نہیں ہے، یہ تو مغربی تہذیب ہے، یہ اسلامی اور دینی تہذیب نہیں ہے، جو اسلامک کلچر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو ملا وہ یہی ہے کہ عورتوں کے بال لمبے ہوں اور اس میں چوٹیاں بندھی ہوئی ہوں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں بھی عورتوں میں چوٹیاں بنانے کا رواج تھا۔

میری دینی بہنو! یہی چیز تمھاری زندگی میں ہونی چاہیے، یہ بال کو کٹوانا، بال کو چھوٹے کروا دینا یہ ہماری شریعت کی تعلیم نہیں ہے، اور میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں کہ ہماری بعض بہنیں اپنی بچیوں کے بھی بال کٹواتی ہیں، ہماری شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

شیطان کا حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کو بہکانا

بہر حال! اٹھارہ سال مصیبت اور پریشانی میں گزرے، یہ عورت محنت کر کے اپنے شوہر کو کھلاتی ہے، اپنا گزران چلاتی ہے، ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کہیں کام کرنے کے لیے گئی ہوئی تھی کہ شیطان ایک ڈاکٹر کی شکل میں آ کر حضرت لیّا رضی اللہ عنہا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا نے پہچانا نہیں کہ یہ شیطان ہے، وہ اپنے شوہر کی بیماری سے بہت پریشان تھیں، انھوں نے اس ڈاکٹر سے کہا کہ: میرے شوہر بہت سالوں سے بیمار ہیں، بہت پریشان ہیں، آپ ان کے لیے کوئی دوا کر دیجیے۔

شیطان نے سوچا کہ عورت مجبوری میں ہے اس لیے اس نے غلط فائدہ اٹھا کر کہا کہ: میں تمھارے شوہر کی دوا کروں گا؛ لیکن میری ایک شرط رہے گی، وہ شرط یہ ہے

کہ تمھارے شوہر اچھے ہو جاوے تو تم زبان سے اتنی بات کہہ دینا کہ اس ڈاکٹر کی وجہ سے میرے شوہر کو شفا ہو گئی، بس! اتنی بات تم اپنی زبان سے کہہ دینا، باقی مجھے کوئی فیس نہیں چاہیے، مجھے کوئی پیسے نہیں چاہیے۔

حضرت لیّا رضی اللہ عنہا بہت پریشان تھی، انھوں نے اپنے شوہر کی محبت میں فوراً اس کی بات قبول کر لی۔

پھر جب گھر آئی تو حضرت ایوب علیہ السلام کو بتلایا کہ آج ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی، اور شرط والا پورا واقعہ سنایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا کہ: کیا تم نے شرط منظور کر لی؟

بیوی نے کہا: ہاں! میں نے شرط منظور کر لی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی ایمانی غیرت اور قسم

جب یہ بات سنی تو حضرت ایوب علیہ السلام سخت بیماری کے باوجود جلال اور غصّے میں آ گئے، اور انھوں نے قسم کھالی کہ: جب میں تندرست ہو جاؤں گا تو میں تجھے ۱۰۰ر کوڑے ماروں گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ وہ شیطان تھا جو ڈاکٹر کی شکل میں آیا تھا، آپ کو غصہ اس بات پر آیا کہ تو نے شیطان کے سامنے کیسی بات کہہ دی، یہ تیری بات ظاہراً شرک ہے؛ اگر چہ حقیقت میں شرک نہ ہو؛ کیوں کہ شفا دینے والے تو اللہ ہیں، قرآن میں اللہ نے یہ عقیدہ سکھلایا:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾

ترجمہ: جب میں بیمار ہوتا ہوں تو میرے اللہ مجھے شفا دیتے ہیں۔

حقیقت میں شفا دینے والے اللہ ہیں، ڈاکٹر کی دوا تو ایک ذریعہ بنتی ہے؛ لیکن شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی سے ظاہر میں ایک شرک کی بات بلوانا چاہتا تھا۔

نبیوں کو شرک سے بے انتہا نفرت ہوتی ہے

میری دینی بہنو! جس بیوی نے ۱۸؍ برس خدمت کی، جس بیوی نے محنت اور مزدوری کر کے روٹی کھلائی، سارے رشتے دار بھاگ گئے، اولاد مر گئی، صرف بیوی وفادار نکلی؛ لیکن جب بیوی کی زبان سے ظاہراً شرک جیسی بات نکلی تو اللہ کے نبی کو اللہ کے واسطے اتنا غصّہ آیا کہ اس وفادار بیوی کو ۱۰۰؍ کوڑے مارنے کی قسم کھالی، اس سے اندازہ لگاؤ! کہ نبیوں کو اپنے گھر والوں کے ایمان کی کتنی بڑی فکر ہوتی ہے؟

نبی کی بیوی کیسی وفادار ہوتی ہے

بیوی بھی کیسی وفادار کہ ۱۸؍ برس سے خدمت کر رہی ہے؛ لیکن سامنے ایک لفظ نہ بولی کہ: میں آپ کی خدمت کرتی ہوں اور آپ مجھے مارنے کی قسم کھاتے ہو۔

بیوی صبر کے ساتھ اسی طریقے سے جیسے پہلے خدمت کرتی تھی برابر خدمت کرتی رہی، کیسی وفادار عورت ہوگی؟ کیسی جذبات کو قابو کرنے والی عورت ہوگی؟

جب بیوی ایسی خدمت گزار، صبر کرنے والی ہوتی ہے تب ہی تو اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو قرآن میں بیان فرماتے ہیں، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ ان کو نمونہ بناتے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا

جب ان حالات اور بیماری کو بہت سال ہو گئے تو ایک دن آپ کی بیوی نے پھر درخواست کی کہ: اے اللہ کے نبی! اب تو آپ دعا کرو کہ: اللہ تعالیٰ ہماری مصیبت کو دور کر دیوے، بہت تکلیف اٹھالی، کئی سال ہو گئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ بہت سال گزر گئے، اور میری بیوی اتنی محنت و مزدوری کرتی ہے، اتنی خدمت کرتی ہے تو اب ان کے دل میں ارادہ ہوا کہ میں اپنے اللہ کے سامنے دعا کروں، اور دعا کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ شیطان ان کی بیوی کو ایسی بات بلوا رہا تھا جو ظاہر میں شرک تھی؛ گویا شیطان ہماری مجبوری کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے؛ اس لیے اب حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی نیت کر لی، آپ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قرآن میں نقل فرمایا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ (انبیاء)

ترجمہ: اور ایوب (علیہ السلام کا واقعہ بھی تو سنو) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ ”بیشک مجھ کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

اے میرے اللہ! اب تو تو میری تکلیف کو دور فرما۔

تکلیف دور کرنے کی دعا

میری دینی بہنو! اس چھوٹی سی دعا کو یاد کر لو، بہت پیاری اور پاورفول دعا ہے،

جب بھی کوئی تکلیف پہنچے، بیماری آوے، شوہر ناراض ہوجائے، اولاد نافرمان بن جاوے، کوئی بھی تکلیف آوے، تو اس دعا کو اپنی تکلیف کی نیت کر کے ہر نماز کے بعد سات مرتبہ، گیارہ مرتبہ، اکیس مرتبہ، اکتالیس مرتبہ جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ کے سامنے مانگو، اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی تکلیف کو اپنے فضل و کرم سے دور فرما دیں گے۔

اس لیے کہ یہ وہ دعا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی کی تکلیف کو دور کیا ہے۔

آج بھی کوئی ایمان والا اخلاص کے ساتھ اس دعا کو مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو ان شاء اللہ! دور فرما دیں گے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا

چنانچہ دعا قبول ہوگئی، اور عجیب طریقے سے اللہ نے دعا قبول فرمائی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، اور فرمایا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ (ص)

ترجمہ: تم اپنا پیر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے جو نہانے اور پینے کے کام میں آئے گا۔

یعنی اللہ نے حکم دیا کہ: اے ایوب! اپنے پیر کو زمین پر مارو۔

حضرت ایوب علیہ السلام تو بہت زیادہ کمزور تھے؛ لیکن جب اللہ کا حکم آیا تو انھوں نے بہت ہمت کر کے آہستہ آہستہ اپنے پیر کو زمین پر رگڑنا شروع کیا، جیسے ہی اپنے پیر کو زمین پر رگڑا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں پر پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: اٹھو! اور اس پانی سے غسل کرلو۔

حضرت ایوب علیہ السلام ہمت کر کے اٹھے اور اس پانی سے غسل کیا، جیسے ہی اس پانی سے غسل کیا پورے بدن میں سے پھوڑے پھنسیاں جو کچھ تھا سب کا سب ختم ہو گیا، اور اللہ کی قدرت! بدن پہلے سے بھی زیادہ تندرست اور اچھا ہو گیا، سبحان اللہ!

جو اللہ بیماری دیتے ہیں، وہ اللہ اپنے فضل و کرم سے شفا بھی عطا فرماتے ہیں، بڑی سے بڑی بیماری میں بھی انسان ہمت نہ ہارے، اللہ سے دعا کرے، اللہ تعالیٰ بڑے شفا دینے والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ: دوسری مرتبہ اپنے پیر کو زمین پر مارو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے دوسری جگہ پر اپنے پیر کو مارا، تو وہاں سے پانی کا ایک دوسرا چشمہ نکل آیا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ: اس پانی میں سے پینا شروع کرو، جب حضرت ایوب علیہ السلام نے اس دوسرے چشمے میں سے پانی پیا تو اس پانی پینے کی برکت سے بدن میں جتنی بھی تکلیف تھی، وہ تمام تکلیف دور ہو گئی، اور اچانک جوان، تندرست، پوری طاقت والے ہو گئے اور پہلے سے بھی زیادہ اچھے ہو گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام واپس گئے اور جنت میں سے ایک کپڑا لائے، اور حضرت ایوب علیہ السلام کو پہنا دیا۔

سونے کی ٹڈیاں

اب رہا یہ سوال کہ کیا کھائیں گے، مال تو سب چلا گیا تھا، بخاری شریف کی حدیث میں عجیب مضمون آیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کرنے کے لیے بیٹھے، آپ کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

نے اپنے فضل وکرم سے جہاں آپ غسل کر رہے تھے وہاں سونے کی چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں بھیجی، وہاں آکر وہ سونے کی چھوٹی چھوٹی ٹڈیاں گرنے لگیں، اللہ کی قدرت! اللہ کیسے غیب سے روزی عطا فرماتے ہیں!

حضرت ایوب علیہ السلام غسل پورا کر کے جلدی جلدی وہ سونے کی ٹڈیاں جمع کر کے اس کو اپنے پاس اپنی تھیلی میں بھرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:

یاایوب! ألم أکن اغنیتک عما تریٰ.

اے ایوب! کیا میں نے تم کو اس چیز سے بے نیاز نہیں کر رکھا؟

حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے اللہ! تیری بزرگی اور بڑائی کی قسم! لیکن تُو جو مجھے برکت دیوے اس برکت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے؟

اللہ کی برکت تو جو ملے وہ لے لینی چاہیے، اے اللہ! یہ سونے کی ٹڈیاں تو میرے لیے بھیج رہا ہے میں اس کو جمع کر رہا ہوں، یہ تیری نعمت ہے، یہ تو مجھے ضرور چاہیے؛ چناں چہ انھوں نے ٹڈیوں کو جمع کر لیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نوازش ہوئی۔

کھیتوں میں برکت

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھیت تھے، جب تندرستی آئی تو اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے، ایک بادل ان کے کھیت پر پہنچا، جس کھیت میں پہلے گندم یعنی گیہوں کی کھیتی ہوتی تھی اس پر پہنچا اور اس نے سونے کی بارش برسائی، اور دوسرا کھیت جس میں جَو کی کھیتی ہوتی تھی اس پر دوسرا بادل آیا اور اس بادل نے بھی آکر اس کھیت پر سونا برسایا، دونوں کھیت میں سونے کی بارش ہوئی، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

نے پھر سے حضرت ایوب علیہ السلام کو دولت اور مال داری سے مالا مال فرمادیا۔

اولاد بھی واپس مل گئی

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بارہ اولاد عطا فرمائی، پوتے عطا فرمائے۔ بعض روایتوں سے تو عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جو بیٹے بیٹیوں کا انتقال ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بارہ زندہ فرما دیا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ تندرستی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرے لڑکے لڑکیاں عطا فرمائے۔ پوتے، نواسے اتنے ہو گئے کہ پھر سے اللہ نے ان کے گھر کو آباد کر دیا۔

قسم کیسے پوری ہوئی؟

جب سب نعمتیں مل گئیں تو حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنی قسم یاد آئی، میری بیوی نے اتنی خدمت کی ہے کہ اس کو مارنے کی ہمت نہیں ہوتی؛ لیکن قسم کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، یہاں بھی اللہ کی مدد آئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ. (ص)

ترجمہ: اور (اے ایوب!) تم تنکوں کا ایک مٹھا اپنے ہاتھ میں لے لو، سو اس سے (اپنی بیوی کو) مار دو اور (اپنی) قسم کو مت توڑو۔

اللہ تعالیٰ نے کتنی اچھی بات قرآن میں ارشاد فرمائی: اے ایوب! قسم بھی پوری کرو، قسم بھی نہ ٹوٹے اور تمھاری بیوی کو کوئی زیادہ تکلیف بھی نہ ہو؛ اس لیے ایک جھاڑو لے لو، اس کے پتلے پتلے سو تنکے ہاتھ میں پکڑو، اور اس کو اپنی بیوی کے بدن پر

ایک مرتبہ ماردو، تو اس سے تمھاری قسم اللہ کے یہاں پوری ہوجائے گی۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے سو تنکے لیے اور اللہ کے نام پر اپنی قسم کو پورا کرنے کے واسطے ایک مرتبہ اس سے اپنی بیوی کو ماردیا، جس سے بیوی کو تکلیف بھی نہیں پہنچی اور آپ کی قسم جو اللہ کے نام سے کھائی تھی وہ بھی پوری ہوگئی۔

عورت میں کیسی صفات ہونی چاہیے

میری دینی بہنو! حضرت لیا رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ پورا واقعہ میں نے آپ کو اس نیت سے سنایا کہ ایک عورت کی زندگی میں کیسی صفات ہونی چاہیے، کہ اپنے شوہر پر حالات آجاویں، شوہر کو دکھ اور پریشانی آجاوے، گھر میں کچھ الجھن آجاوے، تو بیوی ایسی ہو کہ وہ دوسروں کو کہتی نہ پھرے، لوگوں کے سامنے اپنے گھر کے دکھڑے نہ سناوے، اپنے ماں باپ کو بھی جا کر شکایتیں نہ کرے؛ بلکہ اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے، بیماری اور دکھ کے دنوں میں بھی اپنے شوہر کی خدمت کرے، جو عورت ایسی صفات والی ہوگی، اللہ ان صفات کی برکت سے اس عورت کو بھی نوازیں گے، اور اس کے پورے خاندان اور گھرانے کو بھی ان شاء اللہ! نوازیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری تمام دینی بہنوں کو ایسی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

وأخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے متعلق ایک خاص وضاحت

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی یہ تفصیل کہ ان کے جسم میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے اس کو مختلف مفسرین نے نقل کیا ہے:

① علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ابن عساکرؒ نے نقل کیا ہے کہ: ان کے جسم میں مختلف بیماریاں لگ گئی تھیں؛ یہاں تک کہ صرف دل اور زبان بچ گئے تھے۔

② سدیؒ کہتے ہیں کہ: جسم کا گوشت گل کر گر گیا تھا؛ یہاں تک کہ صرف ہڈیاں اور پٹھے رہ گئے تھے۔

③ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر جذام کی بیماری لگ گئی تھی جس سے دل اور زبان کے علاوہ سارا جسم متأثر ہوا تھا۔

④ حضرت حسن بصریؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ایوب علیہ السلام پر سات سال ایسے گزرے کہ ان کے جسم میں کیڑے نظر آنے لگے تھے۔

⑤ علامہ بغویؒ کہتے ہیں کہ: ان ے جسم پر پھوڑے نکلے جس سے ان کا جسم بد بو دار ہو گیا اور بستی والوں نے ان کو بستی سے نکال دیا اور کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ پر ڈال دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر اس قدر قبیح بیماری لگی تھی اس بارے میں اسرائیلیات ہی اصل ہے کہ وہاں اس بیماری اس طرح کی تفاصیل موجود ہیں جیسا کہ کتاب ''السفر'' جو غالباً انجیل کا کوئی حصہ ہے اس کے عربی ترجمہ میں ایسا منقول ہے کہ:

شیطان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی تو وہ آیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے سر سے پیر تک پھوڑے نکلے اور حضرت ایوب علیہ السلام نے سخت کپڑے سے اس کو

کھجانا شروع کیا۔

کیا یہ اسرائیلیات مقبول ہیں

علمائے کرام نے ایسی اسرائیلی روایات کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان کے منافی ہوں اور حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق یہ تمام روایات شانِ نبوت کے خلاف ہے، لہذا اس بارے میں جس قدر قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے اسی پر اکتفا کیا جائے گا۔

علامہ آلوسیؒ نے روح البیان میں نقل کیا ہے کہ: اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور امتحان بڑا تھا، البتہ ان کی بیماری اس قدر بڑی نہیں تھی کہ وہ قابلِ نفرت ہو جائیں۔

علامہ طبرسیؒ کہتے ہیں کہ: امتحان کی یہ صورت تو ممکن ہے کہ فقر آ جائے یا آل و اولاد ہلاک ہو جائیں؛ لیکن اس طرح کی بیماری کہ لوگ ان سے نفرت کرنے لگیں، انبیاء کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا درست نہیں۔

خلاصۂ کلام

حضرت ایوب علیہ السلام ایک بڑے امتحان میں تقریبا! اٹھارہ (۱۸) سال مبتلا رہے اور یہ امتحان جان، مال، اولاد سب پر آیا تھا؛ لیکن اس دوران ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے یا کچھ ایسا ہوا کہ لوگ حضرت ایوب علیہ السلام سے نفرت کرنے لگے یہ بات سند کے لحاظ سے بھی درست نہیں اور نہ ہی شانِ نبوت کی وجہ سے عقلاً درست ہے؛ لہذا اس طرح کے واقعات بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

کی بیوی کا

عجیب واقعہ

مختصر تعارف

نام: مؤرخین نے ان کا نام ''الیشاع بنت عمران'' ذکر کیا ہے۔
اشیاع بنت فاقوذ بن قبیل بھی نسب بتلایا جاتا ہے۔
ابن جریر کی ایک روایت کے مطابق ان کا نام ''اشیع'' تھا۔
وطن: فلسطین قدس میں رہا کرتی تھیں۔
ایک نیک صالح باپ کی نیک صالح بیٹی تھیں۔
پھر ایک نیک صالح مرد کی بیوی اور ایک نیک صالح بیٹے کی ماں بننے کی سعادت ملی۔
آپ حضرت یحیی علیہ السلام کی والدہ ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ تھیں۔
یا ان کی والدہ سیدہ مریم کی خالہ تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لله الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَا كُنَّالِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ وَ أَكْمَلَ لَنَا دِيْنَنَا أَتَمَّ عَلَيْنَانِعمَهُ وَ رَضِيَ لَنَا الْإِسْلَامَ دِيْناًوَ أَشْهدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ أَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ز وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ (الأنبياء)

ترجمہ: اور زکریا (علیہ السلام کی بات تو دیکھو!) جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! آپ مجھ کو اکیلا مت چھوڑیئے، اور آپ تو سب سے اچھے وارث ہیں (حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ ایک بیٹا مل جائے جو وارث بنے؛ لیکن بیٹا ملے کے نہ ملے، بیٹا بھی فنا ہونے والی چیز ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ بہتر وارث ہیں، ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان یہ نبوی ادب ہے) سو ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کو یحییٰ (جیسا بیٹا) دیا اور ہم نے ان (زکریا علیہ السلام) کی خاطر ان کی بیوی کو اچھا (یعنی بچہ دے سکے ویسا) کر دیا، یقیناً وہ (سب نبی) بھلے کاموں کے کرنے میں تیزی دکھاتے تھے اور ہم کو شوق اور ڈر سے

پکارتے تھے اور وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔

وقال تعالیٰ فی مقام آخر: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اس موقع پر (اسی جگہ) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی (زکریا علیہ السلام نے دعا میں) عرض کیا: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمایئے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں ﴿۳۸﴾ سو (اس دعا کی قبولیت کا پتہ اس طرح چلا کہ ایک دن) اس (زکریا علیہ السلام) کو جب کہ وہ عبادت کی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، فرشتوں نے آواز دے کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو سچا بتاویں گے اور وہ (دینی) سردار ہوں گے اور خود کو نفسانی خواہشات سے پورے طور پر روکنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے (اور) نیک لوگوں میں (ان کا) شمار ہوگا۔

قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ

قرآن میں اللہ کی نیک بندیوں کے جو واقعات ہیں ان میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا قصہ بھی ہے، آج کی اس مجلس میں اس قصے کو ذکر کیا جائے گا، اور دوسری ایک دو ضروری دعائیں اور واقعات ذکر کیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے لیے، میرے لیے اور پورے عالم کے لیے خیر کا ذریعہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ جو ارادہ بھی فرماتے ہیں وہ ارادہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو بڑی عمر میں اولاد دینے کا ارادہ کریں تو وہ ارادہ بھی اللہ کا پورا ہوتا ہے۔

اللہ بڑھاپے میں بھی اولاد دے سکتا ہے

حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر بڑی ہو چکی تھی، ان کی بیوی کی عمر بھی بڑی ہو چکی تھی، پھر بھی ان کو اولاد دینے کا اللہ کا ارادہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا۔

اللہ جو چاہتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے

یہ قصہ ہم سب کو اللہ پر یقین سکھاتا ہے کہ اللہ جو ارادہ کرتے ہیں وہ ارادہ پورا ہوتا ہے، اولاد دینے کے لیے جوانی کی عمر کوئی ضروری نہیں ہے، اللہ بڑھاپے کی عمر میں بھی اولاد کی دولت سے مالا مال کر سکتے ہیں۔

دعا اللہ کی رحمت بندوں کی طرف کھینچتی ہے

دوسری بات: دعا ایک ایسی طاقت ہے کہ اللہ کی رحمت کو بندوں کی طرف کھینچنے والی ہے، دعا کے ذریعے سے اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوتی ہے؛ اس لیے دینی بہنو! ہمیشہ دعائیں مانگنے کی عادت ڈالو۔

حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی کے اوصاف

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام ''ایشاع'' ہے، اللہ نے ان دونوں میاں بیوی کے لیے قرآن میں ایک لفظ استعمال فرمایا: ﴿وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ﴾

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کا ایک مطلب

اِس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ”ہم نے حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کو اچھے اخلاق والی بنادی تھی“ ظاہر ہے کہ ایک نبی کے گھر میں رہے اور نبی کے ساتھ ایمان لاوے اور اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ نبی کے اخلاق نبی کی بیوی کو بھی عطا فرماتے ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی دولت

میری دینی بہنو! یاد رکھنا! عورت ذات میں اچھے اخلاق کا ہونا یہ اس کی زندگی کی بہت بڑی خوبی ہے، آپ نے حدیث شریف میں سنا ہوگا، مشکوۃ شریف میں یہ حدیث ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ. (مشکوۃ:۲)

یعنی نیک، اچھے اخلاق والی، دین دار بیوی اور عورت اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے؛ اس لیے ہماری دینی بہنوں کو اپنے اخلاق اچھے بنانے چاہیے، اپنے آپ کو دین دار بنانا چاہیے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان سے کیسی خوش خبری دی کہ جو عورت نیک ہوگی وہ اس دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی فائدے کی چیز ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دنیا کی محبت سے پاک تھا، اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں دنیا کی گندی محبت نہیں رکھی تھی پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَهَمِّنَا. (الحزب الأعظم:۳)

اے اللہ! دنیا کو ہماری سب سے بڑی فکر کی چیز مت بنا۔

اللہ نے حضور ﷺ کے دل مبارک کو دنیا کی ناپاک گندی محبت سے پاک رکھا تھا؛لیکن خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَا كُمُ الطِّيْبُ وَالنِّسَاءُ وَ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ۔

اس دنیا کی چیزوں میں سے مجھے ایک تو خوشبو سے محبت ہے،حضور ﷺ خوشبو کو بہت پسند کرتے تھے اور دوسری چیز عورتوں یعنی اپنی بیویوں سے محبت رکھتے تھے اور آگے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی ہے۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کا دوسرا مطلب

بعض مفسرین نے ''وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے ان کی بیوی کو خوب صورت بنایا تھا۔

خوب صورتی یہ بھی اللہ کی طرف سے ملنے والی ایک نعمت ہے،اس پر کبھی اترانا نہیں چاہیے اور جن کے پاس خوب صورتی نہ ہو ان کو کبھی حقیر اور نیچا نہیں سمجھنا چاہیے۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ کا تیسرا مطلب

بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان کی بیوی بانجھ تھی؛یعنی اس میں بچہ جننے کی طاقت نہیں تھی،اللہ تعالیٰ نے دعا کی برکت سے ان کی بیوی میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کردی۔

نیک کام میں جلدی کرنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾

یعنی وہ لوگ نیک کام میں بہت جلدی کرنے والے تھے۔

دینی بہنو! نیک اعمال جلدی جلدی کیا کرو، وقت نکلتا جاتا ہے، دیکھو! اب رمضان ختم ہونے کے قریب ہے، کتنا جلدی جلدی وقت (time) نکلتا ہے، نیک کام کرنے میں جلدی کرو اور نیک کام پابندی کے ساتھ کیا کرو، یہ نہیں کہ ابھی نیک کام کیا، پھر چھوڑ دیا، رمضان میں بھی کرو، رمضان کے بعد بھی کرو۔

اللہ تعالیٰ کو شوق اور ڈر کے ساتھ پکارنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَدۡعُونَنَا رَغَبٗا وَرَهَبٗا﴾

ترجمہ: اور ہم کو شوق اور ڈر سے پکارتے تھے۔

یعنی دونوں میاں بیوی مل کر اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگنے والے تھے اور اللہ کی عبادت کرنے والے تھے، "یدعوننا" میں دعا بھی ہے اور عبادت بھی ہے۔

کیسے عبادت کرتے تھے؟ قرآن میں ہے "رغبا ورھبا" اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی تھے اور اللہ کی رحمت کی امید بھی رکھتے تھے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے جب ہم دعا کریں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو اللہ تعالیٰ سے ہم جنت کی امید بھی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے بھی رہیں، ایمان اسی کا نام ہے، اللہ سے جنت، مغفرت اور رحمت کی امید رکھیں اور ساتھ میں ڈرتے بھی رہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائیں۔

خشوع کرنے والے

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَكَانُواْ لَنَا خَٰشِعِينَ﴾

یعنی وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے، خشوع کرنے والے تھے۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، دل میں اللہ تعالیٰ کا خشوع یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمت عطا فرماوے۔

کامیاب مؤمنین

چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس خشوع کی وجہ سے تعریف کی، اور ایک جگہ قرآن میں اللہ نے کامیاب ہونے والے کو بیان کیا تو ان کی نشانی بیان کی:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② (المؤمنون)

ترجمہ: پکی بات ہے کہ (وہ) ایمان والے فلاح پا گئے، جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کا مطلب

یہ خشوع تکبر کے مقابلے میں آتا ہے، جس انسان کے دل میں تکبر نہیں ہوگا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ خشوع پیدا فرماتے ہیں اور جب دل میں خشوع ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے دل میں اطمینان ہوتا ہے، نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں تو دھیان اللہ کی طرف، عبادت کریں تو دھیان اللہ کی طرف، ذکر کریں تو دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف اور نماز میں ہمارا بدن بھی پورا پورا سکون کے ساتھ رہے، یعنی ظاہری اعضا میں سکون ہو، بے کار حرکت نہ ہو، دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کا خیال نہ آوے، نظر نیچے، آنکھ کے کنارے سے دائیں بائیں نہ دیکھے، بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلے، نظر بھی نیچی ہو، آواز بھی مناسب پست ہو۔ اس طرح یہ میاں بیوی زندگی گذارنے والے تھے۔

بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود حضرت زکریا علیہ السلام کا صبر

دینی بہنو! حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندے تھے کہ بیوی بانجھ ہے، دل میں آرزو ہے کہ بچہ ملے؛ لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے پورے صبر کے ساتھ زندگی گزاری، کبھی اپنی بیوی کے ساتھ اولاد کے واسطے جھگڑا نہیں کیا۔

دوسری سب سے بڑی بات یہ کہ انھوں نے لوگوں کو جا جا کر کہا نہیں کہ: میری بیوی بانجھ ہے؛ بلکہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی دعا سن لی اور اپنے فضل وکرم سے ان کو اولاد عطا فرمائی۔

بہر حال! دونوں میاں بیوی میں یہ سب خوبیاں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ تمام خوبیاں آج کل تمام مسلمان جوڑے کو اپنانے کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

دعا کی برکت سے نیک بیٹا

تیسری بات: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ آگے آرہا کہ ان کے کمرے میں جو بغیر موسم کے پھل فروٹ ہوتے تھے، اس کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے ان کے گھر میں ایک نیک بیٹا عطا فرمایا۔

بے موسم پھل

بہر حال! جیسا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ آگے آرہا کہ ان کے کمرے میں بغیر موسم کے پھل فروٹ ہوتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام کو کہیں جانا ہوتا تو حضرت

مریم رضی اللہ عنہا کے حجرہ پر تالا لگا کر جاتے اور پھر آکر دروازہ کھولتے تو ان کے پاس عجیب عجیب قسم کے پھل ہوتے اور پھل بھی الگ الگ موسم کے۔

اس لیے کہ پھل کا تعلق موسم سے ہوتا ہے، گرمی کا موسم ہوتا ہے تو گرمی کے موسم کے فروٹ ملتے ہیں اور سردی کا موسم ہوتا ہے تو ٹھنڈی کے فروٹ ملتے ہیں؛ لیکن اللہ کی عجیب قدرت یہ تھی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل ہوتے تھے، گرمی کے موسم میں ٹھنڈی کے پھل ہوتے تھے اور ٹھنڈی کے موسم میں گرمی کے پھل ہوتے تھے، بے موسم انگور ہوتے تھے، یہ عجیب اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی امید کی نئی کرن

حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے، ان کی بیوی بانجھ تھی؛ یعنی بیوی کو اولاد نہیں ہوتی تھی، اور وہ بھی بوڑھی ہو گئی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ سردی کے موسم میں گرمی والے پھل ہیں اور گرمی کے موسم میں سردی والے تو حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں امید کی ایک نئی کِرن پیدا ہوئی، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کی ہمت کر لی۔

کیا دعا مانگی؟

عجیب دعا مانگتے ہیں: اے اللہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری بیوی بھی بوڑھی ہو چکی ہے، میرے بال سفید ہو چکے ہیں، میرے بدن کی ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے، (اور عام طور پر اس دنیا میں مشاہدہ یہ کہ جب مرد اور عورت

بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کو اولاد نہیں ہوتی ہے) اے اللہ! میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ جس طرح تو مریم کو بے موسم پھل دے سکتا ہے تو تو ہمارے گھر میں بے وقت اولاد عطا فرما؛ اگرچہ ابھی موسم اور عمر اولاد کی نہیں ہے۔

عورت کی ایک خداداد شرافت

میری دینی بہنو! ویسے تو تمام پیغمبر سوائے حضرت آدم علیہ السلام کہ کسی عورت کے بیٹے ہیں، اللہ نے تمھاری گود کو یہ مقام بخشا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سوائے جتنے بھی پیغمبر دنیا میں آئے وہ سب کے سب کسی عورت کی اولاد تھے؛ لیکن آج دیکھیے عجیب بات ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت کی برکت سے اللہ ایک نبی کو اولاد کی دولت سے نواز رہے ہیں۔

سبحان اللہ! اللہ نے تمھاری عبادت، تقویٰ، عفت و پاک دامنی میں کیسی تاثیر رکھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جیسے پیغمبر کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت کی برکت سے دعا کی توفیق ہوئی اور اس دعا کے نتیجے میں اللہ نے ان کو اولاد عطا فرمائی۔

دعا کا ایک ادب

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے بڑی پیاری دعا مانگتے ہیں، اللہ نے ان کی پوری دعا قرآن میں نقل فرمائی ہے، سورۂ مریم میں اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾

ترجمہ: كٓهٰيٰعٓصٓ، یہ تذکرہ ہے اس رحمت کا جو تمھارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی، یہ اس وقت کی بات ہے جب انھوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ

آہستہ آواز سے پکارا تھا۔

دعا آہستہ آہستہ مانگنی چاہیے

اللہ فرماتے ہیں: ہم نے ہمارے بندے زکریا پر جو مہربانی کی تھی، وہ ذرا دھیان سے سنو: ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾

اللہ اکبر! حضرت زکریا علیہ السلام نے چپکے چپکے، آہستہ آہستہ، دھیمی دھیمی آواز سے اللہ کے دربار سے دعا مانگی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے دعا آہستہ آہستہ کرنی چاہیے، چپکے چپکے کرنی چاہیے، دھیمی دھیمی آواز سے کرنی چاہیے، دعا میں بہت شور نہیں مچانا چاہیے۔

اگرچہ آواز سے بھی دعا کرسکتے ہیں، خاص کر اجتماعی دعا کے موقع پر۔

کیا دعا تھی؟ فرمایا: قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾

ترجمہ: زکریا (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! میری ہڈی تو (بڑھاپے کی وجہ سے) کمزور ہوگئی اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک اٹھا اور میرے رب! میں آپ سے مانگ کر کبھی بھی محروم نہ رہا۔

پہلے اپنی عاجزی ظاہر کرتے ہیں: اے اللہ! میں تیرا عاجز، کمزور اور محتاج بندہ ہوں، میرے بدن کی ہڈیاں کمزور پڑ گئیں، میرے بال سفید ہوگئے۔

دعا کا دوسرا ایک ادب

میری دینی بہنو! جو بندہ یا بندی اپنی دعا میں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے عاجز،

کمزور اور محتاج بتلائے اللہ کو ایسی دعا بہت پسند ہے؛ اسی لیے جب اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ تو دل اور زبان میں یہ ہو: اے اللہ میں بے سہارا ہوں، مجھ میں کچھ طاقت نہیں ہے۔ اپنے آپ کو محتاج ظاہر کرو، اور حقیقت میں بھی ہم اللہ کے محتاج ہیں، خود اللہ نے فرما دیا: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ﴾ (فاطر:۱۵)

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔

محتاج بن کر اللہ سے دعا مانگو گے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا پیار آئے گا۔

اللہ کے یہاں ٹوٹے دل کی قدر

حدیثِ قدسی میں آتا ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ: جہاں دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے، میں وہاں ہوتا ہوں۔ اگر ہمارا دل ٹوٹ جائے، شوہر ناراض ہو جائے، باپ کی طرف سے ہم نا امید ہو جائیں، اولاد نعوذ باللہ! نافرمان ہوں، ہر طرف سے ہم ٹوٹ جائیں، ایسے ٹوٹے ہوئے دلوں میں اللہ ہوتے ہیں؛ اس لیے مایوسی اور ٹوٹے دل کی حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرو، اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو قبول فرمالیں گے۔

اللہ سے نا امید نہیں ہونا چاہیے

پھر حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِیًّا﴾

اے اللہ آج تک میں تجھ سے دعا مانگ کر محروم نہیں رہا ہوں۔

میری دینی بہنو! اللہ سے اچھی امید رکھو، ہم کبھی یہ نہ سوچیں کہ ہم دعا مانگتے ہیں تو اللہ قبول نہیں فرماتے، یقین یہ ہو کہ اللہ سے جب بھی ہم نے مانگا ہے، اللہ نے دیا ہے اور ان شاء اللہ! اللہ دیں گے؛ لیکن کبھی بھی نا امید نہیں ہونا چاہیے۔

اس کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام آگے عرض کرتے ہیں کہ: اللہ! مجھے اولاد چاہیے؛لیکن اولاد کیوں چاہیے؟

اولاد کی چاہت دین کی اشاعت کے لیے

پیغمبر کی دعا کے مبارک الفاظ سے ہم بھی مانگنا سیکھیں،عرض کرتے ہیں: وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝۵

ترجمہ:اور مجھے اپنے (مرنے) کے بعد رشتے داروں سے ڈر لگا ہوا ہے اور میری بیوی تو بانجھ ہے،سو آپ خاص مجھے اپنے پاس سے (ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود) وارث (یعنی بیٹا) عطا کیجیے ﴿۵﴾

اولاد اس لیے مانگی کہ اللہ میں تو بوڑھا ہو گیا، پتہ نہیں کب موت آجائے اور میں مر کر دنیا سے چلا جاؤں، میرے بعد یہ دین کا کام کون کرے گا؟

اس لیے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نبی ہیں اور نبی کی ذمے داری دین کی دعوت کی ہوتی ہے؛لہذا اس نیت سے اولاد مانگی کہ وہ دنیا میں آکر دین کا کام کرے۔

اس لیے آپ بھی جب اللہ سے اولاد مانگو، اس نیت سے مانگو کہ: اے اللہ! میری اولاد دنیا میں آکر دین کا کام کریں۔

ایک دوسرے موقع پر دعا کے الفاظ اس طرح ہیں:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝۳۸

اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں۔

آگے عرض کرتے ہیں:

يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

ترجمہ: اے اللہ! جو میرا (بھی نبوت والے کاموں میں) وارث بنے اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا (علم اور دعوت کے کام میں) وارث بنے، اور میرے رب آپ اس کو اپنا پسندیدہ بنادیجیے ﴿۶﴾

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے عجیب دعا مانگی، اس میں حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کے متعلق تین چیزیں مانگی:

① وہ دین کا کام کرنے والا بنے، خاندان میں جو نبوت کی میراث چلی آرہی ہے، وہ امانتِ نبوت دنیا میں پہنچانے والا بنے۔

② میرا بیٹا ایسا ہو جو تیری مرضی پر چلنے والا ہو، تو اس سے راضی ہو۔

③ وہ عالم باعمل بنے، خاندان میں جو علومِ بنوت کا سلسلہ چلا آرہا ہے، وہ اس کا صحیح اور کامل وارث بنے۔

اولاد کے لیے دین داری مانگو

اس لیے میری دینی بہنو! دنیا کی ضروریات تو اللہ پورا کرہی دیں گے، اللہ کا وعدہ ہے، کسی کو اللہ بھوکا نہیں رکھے گا: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا.

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔ (سورۂ ہود: ۶)

روزی کی ذمہ داری تو اللہ نے لے رکھی ہے، اپنی اولاد کے لیے دین داری

مانگو، اولاد دین دار ہو جائے، اولاد نیک بن جائے، اللہ اولاد سے دین کا کام لے، اللہ سے ایسی دعائیں برابر مانگتی رہا کرو۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ یاد آ گیا، واقعہ بھی ہے، لطیفہ بھی ہے، عبرت کی اور نصیحت کی اس میں بات بھی ہے: ایک عالم دین، اللہ والے ایک جگہ پر رہتے ہیں تو ان عالم دین کو لوگ ملنے آتے ہیں، گاڑیاں لے کر لینے آتے ہیں، دعا کے لیے لے جاتے ہیں، وعظ و نصیحت کے لیے جاتے ہیں، لوگ ان کی خدمت میں ہدیہ لاتے ہیں۔

علما و صلحا سے تعلق کا فائدہ

یہ ہمارے لوگوں میں ایک بہت مناسب اور نہایت اہم اور ضروری جذبہ ہے کہ وہ علما اور نیک لوگوں سے مربوط رہتے ہیں، علما اور صالحین سے مشورہ کر کے، رہبری حاصل کر کے کام کرتے ہیں، ان سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کی صحبت میں رہتے ہیں، ان کے پاس آتے جاتے ہیں۔

آج دنیا کے بہت سے علاقوں میں ہمارے مسلمان بھائی اہلِ علم، اہلِ صلاح سے دور ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے ان میں دینی لحاظ سے بڑی کمزوری ہے، جہالت اور غلط عقائد و اعمال زندگیوں میں آ جاتے ہیں؛ اس لیے علما و صلحا سے تعلق ضرور ہونا چاہیے، اس کی برکت سے صحیح علم، صحیح عمل بھی زندگی میں آئے گا اور ان شاء اللہ! دنیا اور آخرت میں رضائے الٰہی اور خیر و برکت کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

اللہ کے نیک بندوں کا ارشاد ہے: علما کی خدمت کبھی ضائع اور بے کار نہیں

جاتی، اس کی برکت سے اللہ خاندان میں علما اور حفاظ پیدا فرمائیں گے۔

اللہ کے ایک ولی کا ملفوظ ہے کہ: اللہ والوں سے تعلق کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! ایمان پر موت عطا فرمائیں گے۔

حصولِ علمِ دین میں والدین کی غلط نیت

میں ایک اللہ والے کی بات عرض کر رہا تھا، اس اللہ والے کے سگے بھائی ان کے پڑوس میں رہتے ہیں، اس سگے بھائی کی بیوی ایک دن اپنے بچہ کو کہنے لگی: تو کیا یہ سب دنیا کے دھندے اور کاروبار کرتا ہے، جا! مدرسہ میں داخل ہو جا، مولوی بن جا، عالم بن جا، لوگ تجھے بھی اس طرح ہدیہ دینے آئیں گے، تجھے بھی لوگ گاڑیاں لے لے کر لینے کے لیے آئیں گے۔

مجھے اس واقعہ کا پتہ چلا تو میں نے کہا: اے اللہ! آج ہماری نیتیں اتنی خراب ہو گئیں کہ ہم اولاد کو نعوذ باللہ! دنیا کمانے کے واسطے عالم بنائیں۔

اولاد کو دین کا علم اس لیے دینا ہے؛ تاکہ اللہ راضی ہو جائے، اور ہمارے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے، اس نیت سے اولاد کو دین کا علم سکھانا چاہیے۔

دعا کی قبولیت اور اولاد کی خوش خبری

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما لیا، ابھی تو حضرت زکریا علیہ السلام عبادت کی جگہ سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ اللہ کے فرشتہ نے آکر خوش خبری سنائی:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى.

اے زکریا! ہم تمھیں ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

ولادت کے سلسلہ کو رکوانا انبیا علیہم السلام کی متفقہ سنت کی مخالفت

میری دینی بہنو! اس جگہ رک کر دین کی ایک اہم بات میں آپ سب کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اولاد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، بلا وجہ اس کو رکوانے کی کوشش کرنا یہ انبیا علیہم السلام کی مبارک اور متفق سنت کے خلاف ہے۔

حدیث میں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تزوّجوا الودود الولود فانّی مکاثر بکم الامم یوم القیمة. (مشکوة: ۲/۲۶۸)

ایک حدیث میں ہے: فانّی اباھی بکم الامم یوم القیمة.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی، ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت محبت کرنے والی ہو، جو بیوی اپنے شوہر سے بہت محبت کرے، وہ بیوی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بھی اچھی عورت ہے اور دوسری بات فرمائی: جو بہت زیادہ بچے دینے والی ہو۔ اس کے لیے لڑکی کی ماں، نانی، وغیرہ کے احوال سے اندازہ ہوتا ہے۔

اس لیے کہ امت کی تعداد زیادہ ہوگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن سارے پیغمبروں کے سامنے فخر کروں گا: کہ میری امت کتنی بڑی ہے۔

لہٰذا اولاد کے مبارک سلسلہ کو آپریشن کے ذریعہ سے یا کسی اور تدبیر کے ذریعہ سے روکنے کی کوشش کرنا، یہ غلط کام ہے۔

ہاں! اگر بیماری وغیرہ کا عذر ہو تو پہلے کسی ماہر عالم دین، مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کریں پھر آگے بڑھیں۔

یحییٰ نام کی حفاظت

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اشارہ مل گیا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھنا، اللہ نے نام بھی بتلا دیا اور ساتھ میں یوں فرمایا: یہ یحییٰ نام ایسا اچھا نام ہے کہ آج تک دنیا میں کسی نے نہیں رکھا، سب سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام اللہ کے حکم سے یحییٰ رکھا، یحییٰ کا معنی ہوتا ہے وہ زندہ رہے گا؛ یعنی ایمان کے ساتھ اس کی زندگی رہے گی۔

دو مبارک نام ''احمد'' اور ''محمد''

میری دینی بہنو! ایک بات آپ کو بتلا دوں، جیسے زکریا علیہ السلام کے یہاں لڑکا ہوا تو پہلا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا، اس سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں تھا، قربان جاؤں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کہ ''محمد'' اور ''احمد'' نام اتنے مبارک نام تھے کہ آپ سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا، یہ مبارک نام محمد اور احمد ہمارے حضور ﷺ سے ہی دنیا میں مشہور ہوا؛ گویا اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور کے واسطے یہ نام محفوظ رکھا تھا: اس لیے یہ مبارک نام اپنی اولاد کے رکھو، ان شاء اللہ! حضور کے ساتھ 'اسمی' (نام کے اعتبار سے) مناسبت بھی حاصل ہوگی اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک درخواست:

اللہ تعالیٰ سے علم وفہم کا سوال نبیوں کی سنت

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے عرض کرنے لگے: رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ

وَّكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾

اے میرے رب! مجھ کو کس طرح لڑکا ہوگا؟ حالاں کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں ایسے بڑھاپے پر پہنچ گیا ہوں کہ میرا بدن تو سوکھ گیا ہے۔

یعنی میں آپ کی قدرت پر ایمان رکھتا ہوں؛ لیکن مجھے یہ سمجھنا ہے کہ یہ اولاد کیسے ہوگی؟ کیا میں اور میری بیوی دوبارہ جوان ہو جائیں گے؟

یا یہ بوڑھاپے والی کیفیت باقی رہے گی؟

اللہ کے یہاں سے جواب ملا: ﴿قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾

کہا: ہاں! ایسا ہی ہوگا، تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ تو میرے لیے معمولی بات ہے۔ یعنی تم اور تمھاری بیوی بوڑھے ہی رہوں گے اور ہم اپنی قدرت سے بوڑھاپے میں تم کو اولاد عطا فرمائیں گے۔

آگے فرمایا: ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا﴾

یعنی اس سے پہلے میں نے تم کو پیدا کیا تھا جب کہ تم کچھ بھی نہیں تھے؛ لہٰذا آج بوڑھاپے میں اولاد دینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے کیفیت کی سمجھ باری تعالیٰ سے طلب کی، اللہ کے کامل بندے علم اور سمجھ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں۔

علامت بھی، عبادت بھی

حضرت زکریا علیہ السلام نے مزید ایک درخواست کی کہ: میرے یہاں لڑکا کب پیدا ہوگا؟ ذرا وقت بتلا دو۔

اللہ تعالیٰ نے عجیب وقت بتلایا، وقت کے لیے جو نشانی بتلائی وہ ''نشانی'' بھی ہے، ساتھ میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور اللہ کا شکر بھی ہے؛ گویا ایک ساتھ تین اچھی چیزیں جمع ہورہی ہیں: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰

حضرت زکریا نے کہا: میرے پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کردیجیے، فرمایا: تمھاری نشانی یہ ہے کہ تم صحت مند ہونے کے باوجود تین رات تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔

یعنی جس دن تمھاری بیوی کو بچہ ہونے والا ہوگا تو ایسا ہوگا کہ تین دن اور تین رات تمھاری زبان بند ہوجائے گی، کوئی بیماری نہیں ہوگی، تمھاری زبان سے دنیا کی کوئی بات نہیں نکلے گی، بس! تم صرف اللہ کا ذکر کرسکو گے، تسبیح پڑھ سکو گے۔

نعمت ملنے پر خدا کا شکر بجالاؤ

فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِـيًّا ۝۱۱

ترجمہ: پھر زکریا (علیہ السلام اپنی) عبادت کی جگہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان (قوم کے لوگوں) کو اشارہ سے سمجھایا کہ (روزانہ کے معمول کے مطابق) صبح وشام تسبیح (یعنی عبادت) کیا کرو۔

حضرت زکریا علیہ السلام امام تھے؛ اس لیے اپنے کمرہ سے نکل کر عوام سے کہہ دیا: کہ تم ذکر کرتے رہو، اور تسبیح پڑھتے رہو، ابھی تین دن تک میں تمھارے ساتھ بات نہیں کروں گا۔

وہ مقررہ وقت آ گیا، تین دن ایسے گذرے کہ حضرت زکریا علیہ السلام رات دن اللہ کا ذکر کر رہے ہیں، اللہ کا شکر کر رہے ہیں، کسی کے ساتھ دنیا کی بات نہیں کر رہے ہیں اور اللہ نے ان کے گھر میں بیٹا عطا فرمایا۔

میری دینی بہنو! ہمیں سیکھنے کو ملا کہ اللہ جب اولاد دے یا کوئی اور نعمت دے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے، مرتبے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پہلے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں پیدا ہوئے، اس کے بعد ان شاء اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ آرہا ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام عمر میں بڑے تھے، حضرت عیسی علیہ السلام عمر میں چھوٹے تھے؛ لیکن درجہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اور دونوں کو حدیث شریف میں خالہ زاد بھائی کہا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ اور یحیٰ علیہما السلام کو خالہ زاد بھائی کہنے کی توجیہ

بنی اسرائیل خاندان میں ''فاقوذا'' نام کے ایک بڑے آدمی تھے، ان کی ایک بیٹی حضرت حنہّ تھی، اس حنہّ سے حضرت عمران جیسے نیک صالح اور بیت المقدس کے امام کی شادی ہوئی اور حضرت عمران اور حنہ سے حضرت مریم کی ولادت ہوئی؛ گویا حضرت عمران حضرت عیسی علیہ السلام کے نانا ہوئے۔

فاقوذا کی دوسری بیٹی ایشاع سے حضرت زکریا علیہ السلام کا نکاح ہوا اور ان سے حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے؛ اس لیے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مریم دونوں خالہ

زاد بھائی بہن ہوئے، یہ حقیقی رشتہ ہوا۔

مگر حدیث شریف میں یہ انوکھی تعبیر ہے کہ حضرت مریم کی خالہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خالہ زاد بھائی فرمایا گیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک اہم کارنامہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعلان حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زندگی کا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اس کی خوش خبری لوگوں کو دی، حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تقریباً چھ ماہ پہلے دنیا میں آئے اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے رشد و ہدایت اور دین کی محنت واشاعت کا ماحول تیار کیا، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو سچا بتاویں گے۔

اللہ سے بڑی امیدیں قائم کرو

میری دینی بہنو! میں آپ کو ایک عجیب بات بتلاؤں! ہم اللہ سے جتنا مانگتے ہیں، اللہ اپنی شایانِ شان اس سے زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

ہم تو کیا ہے؟

ہماری زبان بھی چھوٹی، ہمارا دل بھی چھوٹا، ہماری سوچ بھی چھوٹی، ہم اللہ سے

تھوڑا مانگتے ہیں؛ لیکن اللہ اپنی شایانِ شان اپنی قدرت سے بہت کچھ عطا فرماتے ہیں۔

آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے سنا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے تین دعائیں مانگی تھیں، اللہ تعالیٰ نے وہ تینوں نعمتیں عطا فرمائی، اور ساتھ میں تین سے زیادہ دوسری اور خوبیاں بھی عطا کی۔

اس لیے ہمیشہ اپنی اولاد کے لیے بڑی بڑی امیدیں باندھو، خاص دین کے اعتبار سے بڑی بڑی امیدیں باندھو اور اس کی دعا بھی مانگنی چاہیے۔

اولاد کے لیے دعا

میرے مرشدِ ثانی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم جب کبھی کوئی آدمی اپنی اولاد کے لیے دعا کرانے آتا ہے تو حضرت یوں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمھارے بیٹے کو، تمھاری بیٹی کو تمھاری امیدوں سے بھی بڑھ کر بنائے۔

اِس سے یہ سمجھ میں آیا کہ ہم جو امیدیں باندھتے ہیں، وہ ہماری چھوٹی امیدیں ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ ہماری اولاد کو دینی، دنیوی، علمی، عملی، اخلاقی کمالات سے نوازتے ہیں۔

اولاد کے لیے نیک لوگوں سے دعائیں بھی کروانی چاہیے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی، پھر اس دعا کا ثمرہ دنیا نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہاں اولاد در اولاد

ہو کر سو (۱۰۰) سے زائد اولاد ہوئی اور مال میں برکت بھی نصیب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین خود بھی اولاد کے لیے دعا کی پابندی کرے اور اللہ کے نیک بندوں سے بھی دعائیں کروائیں۔

اولاد کے لیے ایک جامع دعا

میرے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگ بچوں کو دعا کروانے لاتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پانچ عین سے دعا فرماتے: اللہ تمھارے بچے کو علم، عمل، عمر، عزت، عافیت سے نوازے، پھر فرماتے: ذاکر، شاکر، داعی اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

نرالی خوبیوں والا لڑکا: بچپن میں کتاب وحکمت کا عطا ہونا

غرض! تین چیزیں جو حضرت زکریا علیہ السلام نے مانگی تھیں وہ تو اللہ نے عطا فرما ہی دی، چوتھی نعمت اور خوبی اللہ نے یہ عطا فرمائی کہ ابھی تو حضرت یحیٰ علیہ السلام بچے ہیں اور بچپن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کی سمجھ عطا فرما دی: ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾

اے یحیٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔

یعنی تورات کے قانون پر پورا عمل کرو اور اسی کے مطابق لوگوں کی رہبری کرو۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾

اور ہم نے ان کو بچپن ہی میں دانائی بھی عطا کر دی تھی۔

بچپن میں دین سمجھنے لگے، بچپن ہی سے سمجھ داری، عقل مندی، علم وحکمت، سچی فراست، اللہ کی کتاب کے احکام کا علم، اللہ کی بندگی کے آداب یہ سب ان کو عطا کیا گیا۔

بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو چار برس کی عمر میں قرآن پڑھنے لگتے ہیں، چھ سات سال کی عمر میں حافظِ قرآن بن جاتے ہیں، یہ بھی بچپن میں دین کی سمجھ ہے۔

نرم دلی

پانچویں نعمت اور خوبی: ﴿وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً﴾

خاص اپنے پاس سے نرم دلی بھی عطا کی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت نرم دل بنایا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کے ڈر سے بہت روتے تھے، اتنا روتے تھے کہ رخسار پر آنسوؤں کی نالی جیسے نشان بن گئے تھے، بہت ہی اچھے عبادت و اطاعت کے ذوق شوق والے تھے، رحمت وشفقت والے اور نرم دل تھے۔

پاکیزہ اخلاق

چھٹی نعمت اور خوبی صاف ستھرے پاکیزہ چہرہ اور پاکیزہ اخلاق والے تھے، تقوی والے پرہیزگار تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کبھی گناہ نہیں کیا، کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

والدین کے خدمت گزار

ساتویں نعمت اور خوبی اللہ نے یہ عطا فرمائی: ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ﴾

اپنے ماں باپ کی خدمت کرنے والے، ماں باپ کے خدمت گزار، ماں باپ کے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

آٹھویں نعمت اور خوبی: ﴿وَلَمۡ يَكُنۡ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾
اللہ کی بھی نافرمانی نہیں اور اللہ کے بندوں کی بھی حق تلفی نہیں۔
اللہ کے حقوق کو بھی ادا کر رہے ہیں، اللہ کے بندوں کے حقوق کو بھی ادا کر رہے ہیں۔

نویں خوبی یہ تھی کہ یحییٰ علیہ السلام میں تکبر نہیں ہوگا، شرارت نہیں کریں گے۔ بعض بچے ماں باپ کے لیے سر کا درد ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: عام طور سے بڑی آرزو کے بعد جو اولاد ملتی ہیں ان میں شرارت، نافرمانی وغیرہ زیادہ ہی ہوتی ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام میں اس قسم کی کوئی بات نہیں تھی۔

بچپن کی عمر میں بھی کھیل سے نفرت

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ: بچپن میں ایک مرتبہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ہم عمر لڑکوں نے کھیل کے لیے بلایا تو اس پر آپ نے جواب عنایت فرمایا: ہم کھیل کود کے واسطے نہیں بنائے گئے۔ کیسا عجیب جواب عنایت فرمایا؟

دسویں خوبی: ﴿وَكَانَ تَقِيًّا﴾
متقی پرہیز گار، اللہ تعالیٰ نے ان کو کامل تقویٰ والا بنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی

گیارہویں زبردست خوبی اللہ نے یہ عطا فرمائی:
﴿وَسَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ حَيًّا ۚ۱۵﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے ان پر اس دن بھی جس روز وہ پیدا ہوئے، اس دن بھی جس روز انہیں موت آئے گی، اور اس دن بھی جس روز انہیں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام جس دن پیدا ہوئے اس دن بھی ان کے لیے سلامتی ہے۔

جس دن یحییٰ علیہ السلام کی موت ہوگی اس دن بھی سلامتی ہے۔

اور قیامت میں جب اللہ کے دربار میں اپنی قبر سے نکل کر آئیں گے، تب بھی ان کے لیے سلامتی ہے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی کا پیغام مل جائے، اس سے بڑی کوئی اور نعمت نہیں ہو سکتی؟

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی وقت، کسی بھی حالت میں ان پر خدا تعالیٰ کی پکڑ نہیں، ولادت سے موت اور موت سے قیامت تک خدا کی پکڑ سے ہمیشہ امن میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا سلام

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا ذکر آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس بندہ پر بھی سلام بھیجیں وہ اس بندہ کے لیے بڑی عزت اور بڑی شرافت کی بات ہے۔ اللہ ہمیں بھی اپنے فضل سے یہ نعمت عطا فرمائے، آمین۔

حیرت انگیز کارناموں والے ہمارے دو بزرگ

ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں؛ مجاہدِ قوم و ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ نے ان کو بڑی خوبیوں کا مالک بنایا تھا۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دونوں کی زندگی کے متعلق ہم کو بڑی حیرت ہے، دونوں کی زندگی میں اسفار کی کثرت، عملی، دینی محنت، ایک دعوت وتبلیغ کے میدان میں، دوسرے جنگِ آزای اور آزادی کے بعد کے مسلمانوں پر آئے ہوئے حالات میں بے مثال خدمت انجام دے رہے ہیں، رات دن عوام سے واسطہ پڑ رہا ہے، پھر بھی ان دونوں حضرات کی علمی تصانیف دیکھو تو لگتا ہے کہ سالہا سال کی یکسوئی اور محنت کے بعد یہ کام ہوئے ہیں، ایسے تحقیقی اور مثالی تصنیفی کارنامے ان دونوں حضرات کے ہوئے، ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء.

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے واقعات پر ''قصص القرآن'' نامی کتاب میں بڑا علمی، تحقیقی، تدقیقی کام کیا ہے۔

انسانی زندگی کے تین نازک اوقات

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

انسان کے لیے سب سے زیادہ تین اوقات نازک اور اہم ہیں:

(۱) ولادت کا وقت: یعنی پیدائش کا وقت جب انسان ماں کے پیٹ سے جدا ہو کر دنیا میں آتا ہے۔ (۲) موت کا وقت: جب دنیا سے نکل کر ''برزخ'' قبر کی دنیا میں پہنچتا ہے۔ (۳) حساب کا دن: جب قبر سے نکل کر آخرت کی دنیا میں اعمال کے حساب کے لیے حاضری دیتا ہے۔

اگر ان تین اوقات میں اللہ کی طرف سے کسی کو سلامتی کی خوش خبری مل جائے تو اس کو دنیا و آخرت کی سعادت مندی کا پورا پورا ذخیرہ مل گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمت اپنے فضل سے عطا فرمائے، آمین۔

لوگوں کی نظر میں پسندیدہ

قرآن میں ایک جگہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو "سیّد" بھی فرمایا گیا ہے یعنی اللہ کی نظر میں اور لوگوں کی نظر میں پسندیدہ و برگزیدہ تھے، گویا سیادت، سرداری بھی ملی۔

اور "حصور" یعنی جن برے کاموں سے بچنا، جن گناہوں سے دور رہنا ضروری ہے ان تمام برے کاموں اور گناہوں سے دور رہنے والے اور بچنے والے انسان تھے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں کو جلدی جلدی کرتے۔

میری دینی بہنو! حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے تین دعائیں مانگیں، اللہ نے ان کی اولاد کو کتنی ساری خوبیوں سے مالا مال کر دیا، ایسے کمالات اور خوبیوں والی اولاد حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ نے عطا فرمائی، یہ سب نعمتیں کیسے ملیں؟

دعا کی برکت باکمال اولاد

حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے موسم پھلوں کی نوازش ہوئی، اس کو دیکھ کر اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک جذبہ عطا فرمایا، دعا کی توفیق ہوئی اور جہاں حضرت مریم عبادت کرتی تھیں، اسی برکت والی جگہ پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی، اللہ نے اتنی بڑی نعمت سے ان کو نواز دیا کہ ان کے یہاں اللہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا خوبیوں والا بیٹا عطا فرما دیا۔

عبادت کی طاقت

میری دینی بہنو! اللہ نے تمھاری عبادت، تمھاری بندگی کو اتنا طاقت والا بنایا

ہے، اس میں ایسی تاثیر اللہ نے رکھی ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو باکمال اولاد جیسی نعمت سے نوازتے ہیں۔

میاں بیوی کو ضروری ہدایات

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیے ایک خاص بات بیان فرمائی ہے، وہ بھی میں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَالَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾ (الأعراف)

ترجمہ: اسی (اللہ تعالیٰ) نے تم کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس میں سے ان کی بیوی (حوّا) کو پیدا کیا؛ تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر جب اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانپ لیا تو (شروع میں) عورت کو بالکل ہلکا سا حمل رہ گیا تو وہ اس (حمل) کو لے کر (بے تکلف) چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ (حمل والی) عورت (حمل کے بڑا ہونے سے) بھاری ہوگئی تو وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ تعالیٰ۔ جو ان دونوں کے رب ہیں۔ سے دعا کرتے ہیں کہ: اگر ہم کو صالح (یعنی مکمل، تندرست، نیک) اولاد دیں گے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے ﴿۱۸۹﴾ سو جب اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کو صحیح سلامت (تندرست، نیک) بچہ دیا تو وہ دونوں اس (اللہ تعالیٰ) کی دی ہوئی نعمت میں شریک بنانے لگے، سو جو شریک وہ لوگ بناتے

ہیں سو اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت دور ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے میاں بیوی کے لیے بہت ہی اہم اور ضروری ہدایت ارشاد فرمائی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میاں بیوی کا ایک جنس سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

وہ اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا؛ یعنی حضرت آدم علیہ السلام میں سے تمام مرد و عورت کو اللہ نے پیدا فرمایا اور آدم علیہ السلام میں سے اللہ نے ان کی بیوی حوا کو پیدا فرمایا۔

یہ انسان کے لیے جوڑا (coupel) مرد کے لیے عورت، عورت کے لیے مرد دونوں ایک جنس اور ایک ذات میں سے ہیں، یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

میاں بیوی میں سکون ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ ہے

آگے اللہ فرماتے ہیں: اللہ نے مرد کے لیے عورت کو بنایا؛ تاکہ سکون حاصل کریں۔

اس لیے دینی بہنو! میاں بیوی کے درمیاں سکون اور چین ہو تو دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ بن جاتی ہے اور اگر سکون، چین زندگی میں نہ ہو تو دنیا جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو خاص طور پر بیان کیا۔

آج دنیا کی نئی ترتیب جس نے سکون چھین لیا ہے

آج کل اس دنیا کی جو ایک نئی ترتیب ہے اس ترتیب میں سکون ختم ہوتا جارہا

ہے، نئی ترتیب کون سی؟

عورتوں میں بے پردگی کا آنا، اس سے سکون ختم ہوتا ہے۔

عورت کا گھر سے باہر نکل کر کاروبار میں جانا، دکان پر جانا، یہ سکون کو ختم کرنے کا ذریعہ بننے والی چیز ہے۔

دینی بہنو! شریعت پر عمل کرنے کی برکت سے ان شاءاللہ! اللہ تعالیٰ میاں بیوی دونوں کو سکون اور چین عطا کریں گے، کام خدائی تقسیم کے مطابق کرو، مرد گھر کے باہر کے کام کریں اور عورتیں گھر کے اندر کے کام کریں۔

حمل کی حالت میں میاں بیوی کی فکر

آگے اللہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ ان دونوں میاں بیوی کو ان کی شادی والی زندگی میں بچہ عطا کرتے ہیں اور جب عورت حاملہ (pregnent) ہوتی ہے تو شروع میں بالکل پیٹ اس کا ہلکا ہوتا ہے، آسانی سے وہ چلتی پھرتی ہے، پھر جب پیٹ میں وزن زیادہ ہو جاتا ہے اور تکلیف بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور میاں بیوی کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں اولاد دیں گے تو دونوں کی فکر بڑھ جاتی ہے۔

اور فکر کرنے کی ضرورت بھی ہے دینی بہنو! اس لیے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے آپ نے بھی نیوز (news) میں اخبار میں کبھی سنا ہوگا کہ بچہ یعنی حمل وقت سے پہلے گر گیا یا عورت کے پیٹ سے جانور کی شکل کا بچہ نکلا یا بدن میں عیب والا بچہ پیدا ہوا؛ اس لیے حمل کے زمانے میں خوب دعا کریں اور دعا کروائیں بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں انسان بچہ عطا کرے، کوئی دوسرا جانور جیسا بچہ نہ آوے، ایک دعا اس کی بھی

کرنی چاہیے۔

دوسری دعا یہ کرنی چاہیے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بچہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کے اندر عیب ہوتا ہے، اندھا بچہ ہوا، کان کے بغیر کا ہو، کان والا ہے؛ لیکن بہرا ہے، بولتا نہیں، لولا لنگڑا ہوا تو اس طرح کا عیب والا بچہ اپنے والدین کے لیے بڑی آزمائش بن جاتا ہے۔

اللہ ہمارے گھر میں کامل تندرست بچے عطا فرمائے، آمین۔

اللہ سے دعا کرنی چاہیے اور ایک تیسرا عیب یہ کہ بچہ بڑا ہو کر نافرمان بن جائے؛ اس لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ بچے کو نیک اور صالح بناوے، بڑا ہونے کے بعد وہ اخلاقی اعتبار سے بھی عیب والا نہ ہو، اس کی بھی اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔

سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام

میں آپ کو ایک بڑی کام کی بات بتاؤں، ایک سیرت کی کتاب میں میں نے پڑھا ''سیرتِ حضورِ اکرم ﷺ'' حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ جو حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے، انھوں نے نقل کیا ہے: دستر خوان پر کھانا کھاتے وقت دانا اور لقمہ نیچے گر جاتا ہے تو اس لقمے کو اٹھا کر کھانا سنت ہے۔

لقمہ اٹھا کر کھالیوے تو اللہ تعالیٰ ان کے یہاں اولاد تندرستی والی پیدا کریں گے، ان کی اولاد میں عیب نہیں رہے گا، ان میں اندھا پن نہیں آئے گا، اس میں کوئی بیماری، کوئی معذوری بچپن سے نہیں آئے گی اور خوب صورت اولاد پیدا ہوگی، نبیٔ کریم ﷺ کی اس سنت پر عمل کرنے کا نقد انعام یہ ملے گا۔

حیض کے زمانے میں ہم بستری سے بچہ عیب والا

دوسری خاص بات جب بات آئی ہے تو میں عرض کروں: حیض کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میاں بیوی دونوں جماع کرنے سے الگ رہے یعنی ضرورت پوری نہ کرے، حیض کے زمانے میں ضرورت پوری کرنا حرام ہے، یہ بھی بزرگوں نے کتابوں میں لکھا ہے کہ حیض کے زمانے میں جماع کرنے سے بچے میں عیب آتا ہے، بدن میں کوئی کمزوری رہ جاتی ہے، اس کے ذمے دار ماں باپ بھی بنتے ہیں۔

اولاد اللہ ہی دیتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ جب اولاد عطا فرماوے تو زبان سے کبھی یہ مت کہنا کہ فلاں نے ڈاکٹر کی وجہ سے بچہ پیدا ہوا؛ بلکہ اس پیدا ہونے والے بچے کو اللہ کی نعمت سمجھنا اور ہمیشہ یہ کہنا کہ: یہ بچہ میرے اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے عطا کیا ہے۔

اس بچے کے پاس بھی کوئی غلط کام مت کروانا، بہت سے بچے کو لے جا کر درگاہ پر سر رکھواتے ہیں، بچوں کی بابری بڑھاتے ہیں، عجیب عجیب شرک وکفر والے کام کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، ایسا کوئی غلط کام نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت بچوں سے بھی کروانے کی۔

بچے کے نام اسلامی رکھنے چاہیے

بچے کے نام اسلامی رکھیں کہ اللہ کا شکر ظاہر ہو، جیسے کہ عبداللہ، عبدالرحمن ایسے

نام رکھیں گے تو ان ناموں سے اللہ کا شکر ظاہر ہوگا کہ یہ بچہ اللہ کی نعمت ہے، اللہ نے عطا فرمایا ہے۔

آج کل ہم بہت سارے نام غیر اسلامی رکھتے ہیں، پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ کسی مسلمان کا نام ہے کہ غیر مسلم کا نام ہے۔

یہ کچھ ضروری ہدایات جو قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں عطا فرمائی تھی وہ میں نے آپ کے سامنے ذکر کی۔

پاک دامنی کا ایک عجیب قصہ

اب آج کی مجلس کے اختتام پر ایک اہم واقعہ سناتا ہوں، اس سال ربیع الاول کے مہینے میں میرا مصر کا سفر ہوا تھا، عجیب وغریب وہاں قرآن وحدیث کی باتیں ہیں، مصر کے سفر کی پوری کارگذاری میں نے بیان کی ہے، وہ انٹرنیٹ پر موجود ہے، آپ اس کو سن سکتے ہیں، اور کتاب ''دیکھی ہوئی دنیا جلد: تین'' میں بھی چھپ چکی ہے، ایک خاص قصہ جو آپ کے لائق تھا وہ میں آپ کو سنانا مناسب سمجھتا ہوں۔

مصر میں ''قرافہ'' ایک علاقہ ہے، وہاں حضرت امام شافعیؒ کی قبر ہے، دوسرے بڑے بڑے اولیاء کی قبریں ہیں، وہیں پر امام ابوالحسن طاہر ابن غلبون کی قبر ہے، ان کے بازو میں ان کی بیٹی کی قبر ہے، اس کی قبر کو ''عَرُوْسَةُ الصَّحْرَاء'' یعنی جنگل کی دلہن کہتے ہیں، اس لڑکی کا ایک عجیب وغریب قصہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا، مشہور مؤرخ علامہ سخاوی حنفیؒ کی عربی میں ایک کتاب ''تحفة الأحباب وبغية الطلاب في الخطط والمزارات والتراجم والبقاع'' میرے پاس ہے جس میں مصر کی پوری

تاریخ لکھی ہوئی ہے، اس میں میں نے ایک قصہ پڑھا وہ قصہ میں آپ کو سناتا ہوں:

یہ لڑکی ایسی تھی کہ اس کے ابا بہت بڑے عالم اور بہت بڑے اللہ والے تھے، بہت بڑے قاری تھے، انھوں نے اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ بڑی نیک، صالحہ، بہت پارسا تھی، جب بیٹی جوان ہوگئی تو ابا جان نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے سگے بھتیجے سے کرایا، وہ لڑکی اتنی نیک اور صالحہ تھی کہ اس نے پوری زندگی کسی مرد کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، صرف اپنے ابا جان کو دیکھا تھا، اپنے ابا کے علاوہ کسی بھی مرد کا چہرہ پوری زندگی میں اس نے نہیں دیکھا تھا، کیسی عفیفہ اور پاک دامن، نیک، صالحہ وہ لڑکی ہوگی؟

جب اس کا نکاح ہوا تو نکاح کے بعد اس کا شوہر اپنی دلہن کے پاس گیا اور دلہن کے چہرے پر سے اس نے پردہ ہٹایا تو اس لڑکی کو اتنی حیا اور شرم آئی کہ اس کے پورے بدن پر پسینہ پسینہ ہوگیا اور پورے بدن سے پسینہ بہنے لگا اور مارے پسینے کے اس نے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَهْتِكْنِيْ عَلٰى يَدِ أَحَدٍ۔

ترجمہ: اے اللہ! کسی کے ہاتھ پر مجھے رسوا نہ فرما۔

چنانچہ اللہ نے اس کی دعا قبول کی اور اس کا اسی وقت انتقال ہوگیا، پھر لوگوں نے اس کو دفن کیا، اس کے ابا کی قبر بھی اس کے بازو میں بنی، آج تک اس لڑکی کی زندہ کرامت یہ ہے کہ اس لڑکی کی قبر کے پاس چھوٹے چھوٹے دو کھمبے بنے ہوئے ہیں، کھمبے پر وہ گول بنا ہوا ہے، کتابوں میں بھی لکھا ہے اور لوگ بھی وہاں جا کر مشاہدہ کرتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی اس لڑکی کی قبر پر جائے اور اس کھمبے کے پاس جو گول بنے ہوئے

ہیں وہاں ہاتھ رکھے تو سخت ٹھنڈی کے موسم میں بھی جو انسان ہاتھ رکھتا ہے اس کے بدن پر پسینہ نکل آتا ہے۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس لڑکی کی قبر کے پاس کھڑے رہ کر جو دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرما لیتے ہیں، ایسی وہ نیک اور پارسا اور صالحہ لڑکی تھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسی حیا اور پاک دامنی اور شرم عطا فرمائے، آمین۔

آج کے گندے ماحول سے حفاظت کے لیے حدیث میں آئی ہوئی چند اہم دعائیں:

پہلی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْـأَلُكَ الْهُـدٰى وَالتُّـقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى.(الحزب الأعظم:۳)

اے اللہ! میں آپ سے ہدایت، تقوی، پاک دامنی اور مال داری کا سوال کرتا ہوں۔ یہ چار چیزیں، ہدایت، تقوی، پاک دامنی اور مال داری، جن کی ہم سب کو ضرورت ہے۔

دوسری دعا

دوسری ایک دعا جو ترمذی شریف میں آئی ہے:

اَللّٰـهُمَّ إِنِّيْ أَعُـوْذُبِكَ مِـنْ مُّنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ.

اے اللہ! ایسے اخلاق جو آپ کو پسند نہ ہوں اور برے اعمال اور بری خواہش

اور امراضِ بد سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں۔

تیسری دعا

ایک تیسری دعا: اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ.

اے اللہ! میں اپنے کانوں کی برائی اور اپنی آنکھوں کی برائی اور اپنی زبان کی برائی اور گندی شہوت کی برائی سے آپ کی حفاظت میں آتا ہوں۔

اس لیے کہ گناہ کان سے ہوتے ہیں، آنکھ سے ہوتے ہیں، زبان سے بات کر کے ہوتے ہیں اور گندی خواہش سے ہوتے ہیں، یہ تینوں دعا جو حدیث میں آئی ہیں، بڑی زبردست، بڑی قیمتی دعا ہے، ان دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں مانگا کرو، نفل نماز کے آخری قاعدہ میں بھی مانگو، نماز کے علاوہ بھی مانگو، ان شاء اللہ! بری زبان سے بھی اللہ حفاظت کریں گے، زبان بھی اچھی اور میٹھی بنا دیں گے، برے اخلاق سے بھی اللہ بچائیں گے اور گندی خواہشات سے بھی اللہ بچائیں گے اور بری عادتوں سے بھی اللہ بچائیں گے، یہ حدیث میں آئی ہوئی دعائیں ہیں جو نبیٔ کریم ﷺ نے سکھلائی، بڑی عجیب وغریب دعائیں ہیں۔

چوتھی دعا

ایک اور دعا جو روایتوں میں آئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ: نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آدم علیہ السلام

کعبہ کے پاس گئے اور کعبہ کے پاس جاکر دو رکعت نماز پڑھی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک دعا سکھلائی اور ارشاد فرمایا کہ: یہ دعا پڑھو، تمھاری توبہ ہم قبول کرلیں گے اور جو بھی اس دعا کو پڑھے گا اللہ اس کے گناہ معاف کردیں گے، اس کی ضرورت کو پورا کریں گے، شیطان سے حفاظت کریں گے اور سب طرف سے اللہ تعالیٰ اس کو روزی عطا کریں گے اور دنیا اس کے پاس مجبور ہوکر آئی گی چاہے وہ اس کو نہ چاہے، یہ دعا حضرت آدم علیہ السلام کو سکھلائی گئی تھی، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی امت کو سکھلائی، وہ دعا یہ ہے، اس کو یاد کرکے ہمیں مانگنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَ عَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَأَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ، وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ. اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ، وَيَقِيْناً صَادِقاً حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّه لَايُصِيْبُنِيْ إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ، وَرِضاً بِمَا قَسَمْتَ لِيْ؛ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.(الحزب الأعظم:منزل:٦)

اے اللہ! آپ میری چھپی ہوئی اور میری ظاہری حالت کو جانتے ہیں، اے اللہ! میرے عذر کو قبول کر لیجیے۔ اے اللہ! آپ میری حاجت کو جانتے ہیں؛ لہٰذا میرے سوال کو آپ پورا کردیجیے۔ اے اللہ! میرے دل میں جو ہے آپ جانتے ہیں آپ میرے گناہ کو معاف کردیجیے۔

اے اللہ! میں آپ سے ایمان کا سوال کرتا ہوں، ایسا ایمان جو میرے دل میں رچ بس جائے اور سچے یقین کا سوال کرتا ہوں، ایسا یقین کہ مجھے اچھی طرح اعتقاد حاصل ہوجائے کہ جو مصیبت آپ نے میرے لیے لکھی ہے وہی پہنچے گی، اس کے علاوہ

کوئی چیز مجھے نہیں پہنچ سکتی اور آپ نے میرے لیے جو نعمت تقدیر میں لکھ دی، جو تقسیم میرے لیے کی ہے اس پر میں خوش رہوں، اے اللہ! ایسی مجھے توفیق عطا فر، بے شک آپ ہر کام کر سکتے ہیں۔

اس دعا کو بھی مانگو، اس کی برکت سے گناہ معاف ہوں گے، توبہ قبول ہوگی، روزی میں برکت ہوگی، شیطان سے حفاظت ہوگی، اللہ ضرورت کو پوری کریں گے اور خوب نوازیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی نیک اور اچھی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت عمران کی بیوی کا
اوران کی لڑکی حضرت مریم
رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا عجیب واقعہ

مختصر تعارف

نام: حنہ بنت فاقاذ بن فتیل۔
شوہر: بنی اسرائیل کا مردِ صالح حضرت عمران بن باشھم بن آمون۔
اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس گھرانے کو اپنی نعمتِ عظمیٰ کے لیے منتخب فرمالیا تھا۔
یہ گھرانہ اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ بہتر تھا۔
اسی لیے تو اللہ عزوجل نے تمام جہانوں میں سے انہی لوگوں کا انتخاب فرمایا۔
یہ گھر والے اس دور میں خیر و برکت والے لوگوں میں سے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَنَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: (اللہ کے یہاں دعا قبول ہونے کا واقعہ سنو!) جب کہ عمران کی بیوی (حنہ) نے کہا: اے میرے رب! میں نے آپ کے لیے منت مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (سب دنیوی کاموں سے) آزاد (ہوکر آپ کے لیے وقف) ہوگا سو آپ میری طرف سے (اس منت کو) قبول فرمالیجیے، یقینی بات ہے کہ آپ ہر ایک بات کو سنتے ہیں، ہر ایک بات کو جانتے ہیں ﴿۳۵﴾ پھر جب اس (عمران کی بیوی) کو لڑکی پیدا ہوئی تو وہ (افسوس سے) کہنے لگی: اے میرے رب! مجھ سے تو لڑکی پیدا ہوئی: حالاں کہ اللہ تعالیٰ تو پوری طرح جانتے ہیں اس (لڑکی کی شان) کو جوان کے یہاں

پیدا ہوئی ہے اور لڑکا (جس کی وہ تمنا کرتے تھے) اِس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا اور میں نے اس کا نام ''مریم'' رکھا اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں ﴿۳۶﴾

قرآنِ مجید کی ان آیات میں ایک بہت ہی نیک اور صالحہ، اللہ کی عبادت کرنے والی بندی کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، اس میں بہت ساری نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان باتوں کو سن کر ہماری تمام دینی بہنوں اور تمام مردوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری بہنوں کو خصوصاً ایسی نیک اور صالحہ بنادے۔

اللہ کی اس نیک بندی کا نام ''حِنّہ'' ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک عورت تھیں، ان کے شوہر کا نام ''عمران'' تھا، حضرت عمران بہت نیک آدمی تھے، بیت المقدس کے امام تھے، جیسے آج حرم شریف سے کوئی امام صاحب آجائے، تو ہم ان کو کتنی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اسی طرح حضرت عمران جو بیت المقدس کے امام تھے، ان کا بہت بڑا مرتبہ تھا، اللہ کے چہیتے اور لاڈلے بندے تھے، اللہ کے خاص بندوں میں سے تھے۔

حضرت عمران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں سے تھے، اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کا خاندان پیغمبروں کا خاندان ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی حسرت ودعا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اولاد نہیں تھیں، حیض بھی نہیں آتا تھا، ایک دن

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کے برآمدہ (Passage) میں باہر نکلی ہوئی تھیں، وہاں ایک درخت تھا، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی نظر اس درخت پر پڑی، اس پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا، اور اس پرندہ کے پاس اس کا بچہ تھا اور وہ اپنے اس بچے کو پیار کر رہا تھا۔

آپ نے بھی کبھی یہ منظر دیکھا ہوگا کہ ایک پرندہ اپنے چھوٹے بچے کی چونچ میں چونچ ڈال کر کتنے پیار سے دانا کھلاتا ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو ان کا دل بھر آیا، دل میں آرزوئیں پیدا ہونے لگیں کہ یہ کتنا خوش نصیب پرندہ ہے کہ اپنے بچے کو محبت کر رہا ہے، میرے پاس اگر کوئی بچہ ہوتا تو میں بھی اللہ کے لیے اپنے بچہ کو پیار کرتی۔

ہر عورت کا یہ فطری جذبہ ہوتا ہے کہ اس کی گود میں بچہ ہو اور وہ اس بچے سے پیار کرے۔ حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:

اے میرے اللہ! تو جانتا ہے، میرے پاس اولاد نہیں ہے، اے اللہ! تو اپنی مہربانی سے مجھے اولاد عطا فرما۔

انھوں نے اللہ کی بارگاہ میں پورے اخلاص کے ساتھ اولاد کے لیے دعا کی۔

اولاد حاصل کرنے کا نسخہ

میری دینی بہنو! اولاد حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر اگر کوئی چیز ہے تو وہ اللہ کے سامنے دعا ہے، دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! اولاد کی آرزو پوری فرمائیں گے اور دعا بھی اللہ تعالیٰ سے ایسی مانگنی چاہیے کہ اللہ نیک اور صالح اولاد عطا فرمائے، قرآن میں ایک پیغمبر کی دعا ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝۳۸ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: اے میرے رب! آپ مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے، یقینی بات ہے کہ آپ دعا کو بہت سنتے ہیں۔

اِس دعا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اولاد کی طلب اللہ کے نبیوں کی سنت ہے۔

اولاد دینا اللہ کی قدرت میں ہے

میری بہنو! اولاد دینا اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝۴۹ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۵۰ (شوریٰ)

ترجمہ: وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بیٹیاں عطا کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے عطا کرتے ہیں ﴿۴۹﴾ یا ان کو لڑکے اور لڑکیاں (دونوں) جمع کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں (اس کو) بانجھ (یعنی بے اولاد) رکھتے ہیں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بڑے جاننے والے، بڑے قدرت والے ہیں ﴿۵۰﴾

اِس لیے اولاد اللہ ہی سے مانگنی چاہیے، اللہ ہی حفاظت فرمائے، اولاد کی خاطر ہماری بعض بہنیں غیر شرعی طریقہ سے علاج، معالجے، تعویذ کرواتی ہیں، یہاں تک کے غیر مسلم عاملوں کے پاس بھی جاتی ہیں، یہ تو اپنا ایمان خطرہ میں ڈالنے والی چیز ہے۔

مبارک عورت: جس کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو

اِن آیات میں بچوں کے اقسام بیان کرنے میں حق تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے، اسی آیت کے اشارہ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جس

عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے۔ (قرطبی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ: جس کو ان لڑکیوں میں سے کسی کے ساتھ سابقہ پڑے اور پھر وہ ان کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو جائیں گی۔ (روح البیان)

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی کے پیدا ہونے کو بُرا سمجھنا جاہلیت کی بُری رسم ہے، مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اس کے بالمقابل جو اللہ کا وعدہ ہے اس پر مطمئن اور مسرور ہونا چاہیے۔

حصولِ اولاد کا دوسرا قرآنی نسخہ

قرآن میں ایک اور جگہ اللہ فرماتے ہیں:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ. (نوح)

ترجمہ: تم اپنے رب سے استغفار کرو، یقین رکھو وہ بہت معاف کرنے والے ہیں ﴿۱۰﴾ وہ تمھارے اوپر آسمان سے خوب بارش برسائیں گے ﴿۱۱﴾ اور تمھارے مال اور اولاد میں مدد کریں گے۔

اگر کسی کے پاس اولاد نہیں ہے تو اولاد حاصل کرنے کا وظیفہ، اللہ نے قرآن میں ایک دوسرا بھی بتلایا کہ استغفار کرو، خوب استغفار کرو، استغفار کی برکت سے اللہ

ان شاء اللہ! اولاد عطا فرمائیں گے۔

تو اولاد حاصل کرنے کے لیے یہ دو چیزیں یاد رکھنا:

① اللہ سے دعا مانگنا ② استغفار کرنا۔

ہماری ایک غلطی

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کی بارگاہ میں اخلاص اور دل میں تڑپ کے ساتھ دعا مانگی، وہ دعا اللہ کے یہاں ضرور قبول ہوتی ہے جو دل کی تڑپ، طلب اور رقت کے ساتھ مانگی جائے۔

آج جب ہم دعا کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو دل تو ہمارا مطبخ میں ہوتا ہے، اور زبان سے ہم اللہ تعالیٰ کو فہرست گنواتے ہیں، شاید ایسا لگتا ہے کہ کسی کو چیزوں کی فہرست نوٹ کروا رہے ہوں، یاد رکھو دل کی تڑپ کے ساتھ، دل کی طلب کے ساتھ جو دعا ہوگی اللہ تعالیٰ اس دعا کو ان شاء اللہ! قبول فرمالیں گے۔

قبولیتِ دعا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا، اسی وقت ان کو حیض آنا شروع ہوگیا، حیض سے پاک ہونے کے بعد شوہر سے ملاقات ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو حمل عطا فرمایا، یہ خدا تعالیٰ کی قدرت تھی، اس کے بعد جب حضرت حنّہ کو یقین ہوگیا کہ میرے پیٹ میں بچہ ہے تو انھوں نے ایک بڑا زبردست، عجیب کام کیا، جو میں ہماری دینی بہنوں کو بتلانا چاہتا ہوں، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ لڑکا ہے کہ لڑکی۔

اولاد کو دین کے لیے فارغ کرنا

اُس زمانے میں یہ رواج تھا کہ لوگ اپنے چھوٹے لڑکے کو اللہ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیتے تھے، ایسی مائیں اس زمانہ میں ہوتی تھیں کہ لڑکا پیدا ہوا تو نیت کر لیتی تھیں کہ میرا یہ لڑکا اللہ کے دین کی خدمت کے لیے ہے اور اس بچے کے پاس وہ دنیا کا کوئی کام نہیں کرواتی تھیں، اور اس زمانے میں ان کا مرکز بیت المقدس تھا، جیسے آج کعبہ شریف ہے، تو وہ مائیں نیت کرتی تھیں کہ میرے لڑکے کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے دے دوں گی۔

اللہ ہماری دینی بہنوں کو یہ جذبہ عطا فرمائے کہ اپنی اولاد کو دین کا علم سکھانے کے لیے فارغ کرنے کی نیت کریں کہ: ہمارے بچوں کو ان شاء اللہ! حافظ بنائیں گے، عالم بنائیں گے، دین کا داعی بنائیں گے، مفتی بنائیں گے، کامل مسلمان بنائیں گے، ایسی نیتیں کریں اور ایسی اللہ سے دعا بھی کریں۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی منّت

اب عام طور پر لوگ لڑکوں کو اللہ کے دین کے لیے فارغ کرتے تھے، حضرت حنّہ کو معلوم نہیں ہے میرے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ یہ اتنی نیک عورت تھیں کہ انھوں نے فوراً نیت کر لی کہ: اے اللہ! آج تک ہمارے گھر میں کوئی اولاد نہیں تھی، اب میرے پیٹ میں جو بچہ ہے جب وہ پیدا ہوگا تو مسجدِ اقصیٰ میں تیرے دین کی خدمت کے لیے دے دوں گی۔

منت کی نیت بھی پوری تاکید، قوی ارادے اور شدید رغبت کے ساتھ کی،

قرآن میں اس کے لیے ''انّی'' کا لفظ ہے وہ تاکید کو بتاتا ہے اور ''سمیع'' اور ''علیم'' اللہ کی دو صفتوں سے وسیلہ طلب کر کے منت مانی۔

اللہ تعالیٰ کو اس عورت کی منت اتنی پسند آئی کہ ان کی اس منت کو قرآن میں بیان فرمایا، کتنے پیارے الفاظ ہیں:

رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَكَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ.

ترجمہ: اے میرے رب! میں نے آپ کے لیے منت مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (سب دنیوی کاموں سے) آزاد (ہو کر آپ کے لیے وقف) ہوگا، سو آپ میری طرف سے (اس منت کو) قبول فرمالیجیے۔

عمل کی قبولیت کے لیے دعا کا اہتمام

میری دینی بہنو! حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا اپنی دعا میں ہم کو یہ سکھا رہی ہے کہ ہمارا عمل اللہ کے یہاں قبول ہو جائے اس کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیے، ہم نماز پڑھیں تو ہم کو دعا کرنی چاہیے، اے اللہ! ہماری نماز کو قبول فرما، روزے رکھیں تو اللہ سے دعا کریں، اے اللہ! ہمارے روزے کو قبول کر لے، ہم صدقہ کریں تو اللہ سے دعا کریں، اے اللہ تو ہمارے صدقہ کو قبول فرما۔

بغیر ضرورت سونوگرافی کروانا گناہ ہے

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہیں ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے کہ لڑکی ہے؟ بس اتنا معلوم تھا کہ پیٹ میں بچہ ہے اور منت مان لی۔

جب عورت حاملہ (Pragnent) ہو تو اس زمانے میں پیٹ کا حمل لڑکا ہے یا

لڑکی اس کو "سونو گرافی" کے ذریعہ سے چیک کروانا، یہ ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔
ہماری بعض بہنیں لڑکا یا لڑکی معلوم کرنے کے لیے سونو گرافی کرواتی ہیں، اس سے بچنا چاہیے۔

لڑکی کی پیدائش اور حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی پریشانی

بہر حال! وقت گذر گیا اور اللہ نے حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کو ایک لڑکی عطا فرمائی، جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا بہت پریشان ہوئی کہ اللہ میں نے تو منت مانی تھی کہ لڑکی کو مسجد میں خدمت کے لیے کیسے دیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی.

پھر جب ان سے لڑکی پیدا ہوئی تو وہ حسرت سے کہنے لگیں: یا رب! یہ تو مجھے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ﴾
اللہ کو معلوم ہی ہے کہ تمھارے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کا اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرنا

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے معذرت کے انداز میں اللہ کے سامنے عرض کیا:

﴿وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی﴾

ترجمہ: اور لڑکا (جس کی وہ تمنا کرتے تھے) اِس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا۔

معذرت پیش کرنے کی وجوہات

① اس دور میں ان کی شرعی روایت یہ تھی کہ لڑکوں کو اللہ کی راہ میں دیتے تھے،

لڑکیوں کو نہیں۔

② عبادت گاہ کی خدمت کی زیادہ صلاحیت مردوں میں ہوتی ہے، عورتوں کو حیض وغیرہ پیش آتا ہے، ان ایام میں مسجد میں آنا ممنوع ہے۔

③ لڑکوں میں طاقت بھی زیادہ ہوتی ہے، عورت میں کمزوری ہوتی ہے؛ اس لیے خدمت کے لیے لڑکے زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔

④ لوگوں سے ملنا جلنا بھی ہوگا، عبادت گاہوں میں ہر ایک آتا جاتا ہے، اس لیے اس میں لڑکے زیادہ مناسب ہیں، عورت پر اس میل جول میں تہمت بھی لگ سکتی ہے اور گناہ بھی ہے۔

اللہ کی مرضی

اِن سب وجوہات کے باوجود حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا جانتی تھی کہ اللہ کریم اپنے بندوں کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے وہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے، اپنی چاہت کو اللہ کی چاہت پر قربان کرنا یہ بندوں کی شان ہے؛ اسی لیے یہ جملہ بھی قرآن میں آیا ہے:

﴿وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ﴾

کریم اللہ خوب جانتا ہے جو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے جنا ہے، اِس جملے کے ذریعہ انھوں نے خود کو تسلی دی، حسرت کو دور کرنے کی کوشش کی۔

مرد اور عورت میں امتیاز

اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قدرتی طور پر مرد اور عورت میں امتیازات ہیں خود اللہ نے مرد اور عورت میں فرق رکھا ہے؛ اس لیے مساوات (Equal rights) کا

نعرہ لگانا سمجھ اور شریعت سے دور کی بات ہے، مرد و عورت دونوں کی جسمانی بناوٹ، صلاحیتیں، مزاج بالکل الگ الگ ہے، پھر مساوات کیسے؟

یہ ان لوگوں کا نعرہ ہے جو عورتوں کے جسم سے ناجائز طریقہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، وہ مساوات کی آڑ میں عورتوں کا استیصال (શોષણ) کرنا چاہتے ہیں۔

کیا کبھی یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بچوں کو جننا شروع کر دے، یہ نہیں ہوسکتا اس کے لیے صرف عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، پھر مساوات و برابری کیسے ممکن ہے؟

ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ایک وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمیؒ فرماتے تھے: پہلے سبزی گھی سے بنتی تھی، اب گھی سبزی سے بنتا ہے (سبزی سے بنا ہوا گھی Veg ghee کی طرف اشارہ ہے)۔

پہلے عورت جنتی تھی، اب پورا عالم جنتا ہے (عوام کے مجموعہ کو گجراتی زبان میں جنتا (જનતા) کہتے ہیں)۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے نام ''مریم'' رکھا

جب لڑکی پیدا ہوئی تو حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس کا نام ''مریم'' رکھ دیا، قرآن میں ہے: ﴿وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ﴾ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔ اس نام کے ذریعہ انھوں نے اچھی فال لی کہ اس بچی کا ہر کام اس کے نام کے مطابق ہو جائے۔

اولاد کے اچھے نام اور اس کے اچھے اثرات

دینی بہنو! اپنی اولاد کے اچھے نام رکھنا چاہیے، اچھے نام کے اچھے اثرات

اولاد پر پڑتے ہیں، مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنی ''عبادت کرنے والی'' ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ: ان کی والدہ نے ان کا نام مریم اس نیت سے رکھا کہ میری بیٹی عبادت گذار بن جائے، اللہ تعالیٰ کے یہاں والدہ کا یہ جذبہ مقبول ہوا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا واقعی بڑی عبادت گذار بنی۔

اچھے نام کون سے ہیں؟

بڑا سوال یہ ہے کہ اچھے نام کا معیار کیا ہے؟

کسی فلمی اداکار یا فلمی اداکارہ یا کھیل کود والے یا کسی فلمی ہیرو کے نام کو اچھا کہا جائے گا؟ یہ تو میں نے عرف کے لحاظ سے کہہ دیا؛ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جن کو دنیا کے لوگ ہیرو کہتے ہیں وہ زیرو (صفر) ہیں، یہ ہیرے نہیں، کیڑے ہیں۔

جو انسانیت کے لیے گمراہی کا ذریعہ بنے، وہ کبھی ہیرو نہیں ہوسکتا۔

بہت سے نام جو کبھی لوگوں میں متعارف نہیں تھے، اب کھیل والے یا فلم والوں کے نام کی وجہ سے مسلمانوں میں عام ہورہے ہیں۔

ایک صاحب مجھ سے سوال کرنے آئے: ''ثانیہ'' نام رکھنا ہے، کیا معنی ہوتا ہے؟ میں نے کہا: کوئی دوسرا نام رکھ لو؛ اس لیے کہ جس نسبت سے (ایک کھیل میں معروف لڑکی کا نام) آپ بیٹی کا نام ''ثانیہ'' رکھنا چاہتے ہو، وہ درست نہیں ہے۔

اچھے نام کا معیار یہ ہے کہ قرآن میں نبیوں کے مبارک نام آئے ہیں، احادیث میں صحابہ، صحابیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے مبارک نام آئے ہیں، اس کو معیار بنایا جائے۔

گجرات والوں کی ایک خوبی

پہلے ہمارے یہاں مشہور خطیب مولانا عبد المجید ندیم شاہ صاحبؒ پاکستان سے تشریف لاتے تھے، بیرون کے ممالک میں بھی اہلِ گجرات کو مولانا کا میزبان ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ: نبیوں کے مبارک ناموں پر تو گجراتیوں نے قبضہ کر رکھا ہے، جس کو نام پوچھو: موسیٰ، آدم، یحییٰ، ہارون، صالح وغیرہ۔

الحمدللہ! ہمارے علاقوں میں یہ نام بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز تم اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے؛ اس لیے اپنے اچھے نام رکھا کرو۔

نامناسب نیت سے نام رکھنے کی ایک معروف مثال

ایک مثال ہے، آج سے آٹھ دس برس پہلے مسلمانوں میں ایک شہرہ تھا کہ اپنے لڑکوں کے نام عمران رکھتے تھے، میں لوگوں سے کہتا تھا: عمران نام قرآن میں آیا ہے، بہت اچھا نام ہے، اللہ کے ایک نیک بندے کا نام ہے؛ لیکن مسلمان اولاد کا نام عمران اس لیے رکھتے ہیں کہ پاکستان کی کرکٹ ٹیم کے کپتان کا نام عمران ہے۔

دیکھو! نیت میں فرق ہو جائے تو بات کیسی بدل جاتی ہے کہ اگر عمران نام تم رکھو کہ قرآن میں یہ نام آیا ہے، اللہ کے نبی کے خاندان میں سے ایک فرد کا نام ہے تو بہت اچھی بات ہے؛ لیکن لوگ یہ نام رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ ایک کھلاڑی کا نام ہے تو نیت بدل گئی تو اس کا اثر اور فائدہ بھی بدل جائے گا۔

بچوں کے نام کون رکھے؟

قرآن کی اِس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم کی والدہ نے ان کا نام رکھا تھا، ہمارے یہاں بس پھوپھیوں نے نام رکھنا اپنا حق سمجھ رکھا ہے، ان سے رائے مشورہ نہ لو تو وہ ناراض ہوجاتی ہیں، یہ رواج غلط ہے، پتہ نہیں کس طرح ہمارے معاشرہ میں یہ آ گیا؟ قرآنِ مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ خود بچے کی ماں بھی اولاد کا نام رکھ سکتی ہے۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کی دعا

یہ حنّہ اتنی نیک عورت تھیں کہ بیٹی پیدا ہوئی تو فوراً اللہ سے دعا مانگی اور کہا:

وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝۳۶

ترجمہ: اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی حفاظت میں دیتی ہوں ﴿۳۶﴾

اے اللہ! تو میری اس بیٹی مریم کو شیطان سے بچا کر رکھنا اور میری بیٹی مریم کی جو اولاد ہوں، ان کو بھی تو شیطان سے بچا کر رکھنا۔

ولادت کے وقت شیطان کی حاضری

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال النبيُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كُلُّ بَني اٰدمَ يطعنُ الشيطانُ في جنبه بإصبعه حين يولدُ غير عيسى بنِ مريم ذهب يطعن فطعن في الحجاب. (البخاري:۹۷۹)

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جب انسان پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے وقت شیطان اس کو چھوتا ہے (اور بچہ شیطان کے چھونے سے روتا ہے) سوائے مریم کے بیٹے (عیسی) کے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ کو شیطان نے ولادت کے وقت نہیں چھویا، اس سے معلوم ہو کہ اولاد کو شیطان سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے ہمیشہ شیطانی کوشش سے محفوظ رکھنے کی فکر کرنی چاہیے۔

بچوں کی حفاظت کے لیے بہترین دعا

صحیح بخاری شریف میں بچوں کی حفاظت کے لیے خاص دعا آئی ہے:

أَعوذُ بِكلماتِ اللّٰه التّامّاتِ مِن كُلِّ شَيطَانٍ وَّهامّةٍ وَّمِن كُلِّ عَينٍ لّامّةٍ.

ترجمہ: میں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں، ہر ایک شیطان اور زہر والے جانور سے اور نقصان پہنچانے والی بری نظر سے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خود حضرت نبیٔ کریم ﷺ بھی ان کلمات سے پناہ مانگتے اور فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے ان کلمات سے پناہ مانگتے تھے۔

ماں کی فکر

میری دینی بہنو! اس زمانہ کی عورتیں کیسی تھیں کہ ابھی تو بچہ پیٹ میں تھا، پھر بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کے مستقبل (Future) کے لیے کتنی بڑی بڑی نیک امید، نیک آرزو اور نیک دعا اللہ سے کر رہی ہیں، کیسی وہ عورتیں تھیں!!!

منت پوری کرنے کا جذبہ

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے دعا کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ: مجھے میری منت پوری کرنی ہے، اپنی معصوم لڑکی کو گود میں اٹھایا اور بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئیں۔

اندازہ لگاؤ میری دینی بہنو! ابھی تو بچی پیدا ہوئی، اور ماں کو فکر ہے کہ میں نے اللہ کے سامنے نیت کی تھی کہ اس کو اللہ کے دین کے لیے دے دوں گی تو فوراً نام رکھا اور نام رکھ کر دعا کی اور بچی کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور اس کو لیکر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئی، سبحان اللہ! کیسی جذبہ والی ماں ہے!

کہتے ہیں کہ: حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عمران کا تو انتقال ہو گیا تھا؛ گویا کہ حضرت مریم یتیم ہو کر پیدا ہوئی، ہمارے حضور ﷺ بھی یتیم ہی پیدا ہوئے تھے۔

ماں اور بیٹی بیت المقدس میں

اس یتیم بچی کو لے کر ماں حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا مسجدِ اقصیٰ کے دروازہ پر جاتی ہے، وہاں پر بہت سارے اللہ کے نیک بندے رہتے تھے، ان کو جا کر کہا کہ: میں اپنی چھوٹی سی بچی کو لے کر آئی ہوں، تم میری بچی کو اللہ کے دین کے لیے قبول کرلو۔

سارے کے سارے اللہ کے نیک بندے جو بیت المقدس میں رہتے تھے، سب جمع ہو گئے، حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے صاف صاف بات کی کہ: مجھے معلوم ہے کہ اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے لڑکوں کو فارغ کر کے دیتے ہیں اور میں تو لڑکی لے کر آئی ہوں، لڑکی کو حیض وغیرہ بھی پیش آتا ہے، یہ مسئلہ بھی ہے۔

حیض آنا بعض مرتبہ عجیب رحمت بنتا ہے

جب حضرت نبئ کریم ﷺ زندگی کا آخری حج کرنے کے لیے تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ باقی رہ گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہوگئی تو حضرت نبئ کریم ﷺ نے ان کے بھائی حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ: تمھاری بہن کو لے کر 'تنعیم' جاؤ اور وہاں سے احرام باندھ کر لے آؤ اور عمرہ کی قضا کرلو۔

میری دینی بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آنا اور عمرہ قضا ہو جانا، قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے رحمت بن گیا کہ آج مکہ میں رہتے ہوئے جس کو بھی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو، تو وہاں چلے جاؤ، جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احرام باندھنے گئی تھیں اور وہاں سے احرام باندھ کر آؤ اور عمرہ کرلو۔

تنعیم میں جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھا تھا، آج اس جگہ عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے، جس کو ''مسجدِ عائشہ'' کہا جاتا ہے اور وہیں سے لوگ عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے منت پوری کی

حضرت حنّہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ بچی ہے، جس کے متعلق طبعی طور پر بہت سارے مسائل ہیں، پردہ کا مسئلہ بھی ہے، یہ سب مسائل ہیں؛ لیکن میں اپنی لڑکی واپس گھر نہیں لے جاؤں گی، میں نے اللہ سے منت مانی ہے، منت پوری کر کے رہوں گی۔

بیت المقدس کے عالموں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ جب یہ عورت اتنا مبارک جذبہ رکھتی ہے تو ہم اس لڑکی کو اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے قبول کر لیتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾

ترجمہ: پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کرلیا اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا۔

کیسی جذبہ والی عورت ہوگی! اللہ نے ان کے جذبہ کی رعایت کی اور ان کی لڑکی کو قبول کرلیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے پاکیزہ جذبات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذوقِ عبادت اور ان پر اللہ کی عنایتوں کا عجیب واقعہ

(پہلی قسط)

مختصر تعارف

نام: مریم بنت عمران۔

خاندان: آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی خاندان اور نسل میں سے تھیں۔

آپ بنی اسرائیل کے ایک معزز گھرانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

آپ بیت المقدس کے معزز امام: حضرت عمران کی بیٹی تھیں۔

آپ نے تمام بنی اسرائیل میں سے نہایت اعلیٰ قسم کی نشوونما پائی تھی۔

مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنیٰ ہے "عابدہ"؛ یعنی عبادت کرنے والی، اللہ کے لیے خدمت کرنے والی۔

آپ کی نشوونما اللہ کی طرف سے حیرت انگیز طریقے پر ہوئی: چنانچہ آپ ایک دن میں عقل ومعرفت کے اعتبار سے اتنی بڑھ گئیں جتنا نومولود بچہ ایک سال میں نشوونما پاتا ہے۔

صحیح احادیثِ مبارکہ میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بڑی تعریف آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورتوں پر عائشہ بنت ابی بکر کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی، مردوں میں سے تو کامل بہت گزرے ہیں؛ لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں پیدا ہوئی۔ (موسوعہ التفسیر الماثور: ۲۲/ ۵۴)

آپ بھی جنت میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہوں گی۔

ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک قدرت ظاہر ہوئی کہ ان کو بغیر مرد کے لڑکا پیدا ہوا، اور آپ کی برکتیں بھی ظاہر ہوتی تھیں کہ بے موسم پھل ملتے تھے۔

قدس میں مسجدِ اقصیٰ کے قریب آپ کی قبر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۷ (آل عمران)

ترجمہ: اور اس (اللہ تعالیٰ) نے وہ لڑکی زکریا (علیہ السلام) کی نگرانی میں دے دی جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں (یعنی عبادت اور رہنے کے حجرے میں) آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے، اس (زکریا علیہ السلام) نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تیرے پاس کہاں سے آئیں؟ تو اس (مریم) نے جواب دیا کہ: وہ (کھانے کی چیزیں) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (آئی) ہیں، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں ﴿۳۷﴾

قرآنِ مجید کی ان آیات میں اللہ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والی ایک نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا پورا قصہ قرآن کی دو الگ سورتوں میں آیا ہے، اس میں بہت ساری نصیحت اور فائدے کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان باتوں کو پڑھ کر ہماری تمام دینی بہنوں کو بھی ایسا ذوقِ عبادت عطا فرمائے۔

بنی اسرائیل کا تعارف

بنو اسرائیل ایک خاندان کا نام ہے، یہ کسی زمانے میں بہت نیک خاندان تھا،

اللہ کے ہزاروں پیغمبر اس خاندان میں پیدا ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی پیغمبر آئے تقریباً سب کے سب اسی خاندان میں سے تھے، سینکڑوں برس تک نبوت و پیغمبری اس خاندان میں رہی ہے۔

بنو کا معنی: بیٹے، اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے؛ گویا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولاد کو اور ان اولاد کے خاندان کو بنو اسرائیل کہا جاتا ہے۔

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ''اللہ کا بندہ'' ہوتا ہے، یعنی یہ بنو اسرائیل اللہ کے نیک بندے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ ان کو یاد دہانی کرائی کہ تم اللہ کے نیک بندے کی اولاد سے ہو؛ اس لیے تم کو بھی نیک اور اللہ کا بندہ بن کر رہنا چاہیے۔

بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ''سيدة نساء بني اسرائيل''؛ یعنی بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار کہا جاتا ہے۔

عظیم عورت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہیں، یہ وہ عظیم عورت ہیں کہ اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر مرد کے ان کو بیٹا عطا فرمایا تھا، یہ وہ مبارک عورت ہیں کہ اللہ ان کو غیب سے کھانے کے لیے پھل اور میوے عطا فرماتے تھے۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جن پانچ عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، ان میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

یہ وہ عظیم عورت ہیں کہ اللہ نے ان کے متعلق ایک ایک چھوٹی چھوٹی بات بھی قرآن میں بیان فرمادی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کے واقعے میں ان کی پیدائش کا ذکر گزر چکا، اور یہ بھی آچکا کہ ان کی والدہ نے اپنی منت پوری کرتے ہوئے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیت المقدس میں علما کو سپرد کردیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کون کرے؟

اب وہاں رہنے والے جتنے بھی بڑے بڑے علما اور اللہ کے نیک بندے تھے وہ سب بحث کرنے لگے، کوئی کہتا کہ: میں بچی کو رکھوں گا، کوئی کہتا ہے کہ میں بچی کو رکھوں گا، ہر ایک تیار ہے کہ اس لڑکی کی میں خدمت کروں گا، اس کو میں بڑا کروں گا۔

مریم کے ابا حضرت عمران مسجدِ اقصیٰ کے سابق امام تھے اور تقریباً سب موجودہ اماموں کے استاذ تھے؛ اس لیے انھوں نے چاہا کہ ہمارے بڑے بزرگ، ہمارے استاذ کی بیٹی ہماری خدمت میں رہے، ہم کو خدمت کرنے کا موقع ملے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی پیشکش

اس زمانے میں مسجدِ اقصی میں اللہ کے ایک نبی حضرت زکریا علیہ السلام رہتے تھے، آپ مسجدِ اقصی کے امام بھی تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نے تمام عالموں سے فرمایا کہ: یہ لڑکی مجھے دے دو، اس بچی کی کفالت میں کروں گا۔

اس کی وجہ ظاہر تھی؛ اس لیے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت بیت المقدس کے بڑے امام تھے اور دوسری خاص وجہ بتائی کہ: مریم کی خالہ، حضرت زکریا علیہ السلام کی

بیوی ہیں، اور خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہوتا ہے۔

ایک انوکھی تجویز

پھر بھی سب اماموں نے قبول نہیں کیا، پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کرو، جس کے نام کی چٹھی نکلے اس کو ہم مریم دے دیں گے، چنانچہ چٹھی ڈالی، کیسی عجیب چٹھی ڈالی، اللہ نے یہ چٹھی ڈالنے کا منظر بھی قرآن میں بیان فرما دیا:

﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾

ترجمہ: تم ان لوگوں کے پاس (اس وقت) موجود نہیں تھے جب وہ (بیت المقدس کے اس دور کے علما) اپنے قلموں کو (دریا میں) ڈال رہے تھے، (اپنی اس بات کو طے کرنے کے لیے) کہ ان سب میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا۔

یہ انتیس (۲۹) علما تانبے کے قلم سے اللہ کی کتاب تورات لکھتے تھے، طے یہ ہوا کہ وہ تانبے کے قلم لے کر ''نہرِ اُردُن'' کے کنارے پر جاتے ہیں اور سب اپنا اپنا قلم ندی کے پانی میں ڈال دیتے ہیں، جس کا قلم پانی میں سلامت رہے گا، اس کو مریم ملے گی اور جس کا قلم پانی میں ڈوب جائے اس کو مریم نہیں ملے گی، یہ فیصلہ ہوا؛ چنانچہ تمام علما ندی کے کنارے گئے، سب نے اپنا قلم ڈالا۔

ایک عجیب بات

سب نے اپنے اپنے قلم ڈالے، حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنا قلم ڈالا تو سب علما کے قلم پانی میں ڈوبنے لگے، اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی میں سلامت رہا۔

اِس واقعہ میں دو معجزات ظاہر ہوئے:

① تانبے کا وزن دار قلم پانی میں ڈوبا نہیں، تیرنے لگا۔

② پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت میں بہنے لگا۔

یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا، لگتا ایسا ہے کہ خود باری تعالیٰ کو ہی یہ منظور تھا کہ حضرت مریم کی کفالت ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کریں، ارشاد فرمایا:

﴿وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ اور زکریا اس کے سرپرست بنے۔

تفسیر میں لکھا ہے کسی بندے پر اللہ کا یہ بڑا انعام ہوتا ہے کہ وہ نیک اور صالح بندوں کی کفالت اور پرورش میں ہو۔

ضرورتِ مرشد

ہر انسان کو اپنے اعمال اور احوال کی نگرانی کے لیے کسی نہ کسی مرشد کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی دین دار، متقی، کامل علم و عمل والے، اللہ کے نیک بندے، صاحبِ نسبت ولی کو اپنا بڑا مان لیں، اور اپنے احوال و اعمال کا ان کو نگران بنائیں، اصلاحی ضروریات میں ان کے مشورہ سے کام کریں، یہ بہت ضروری ہے۔

ایسے نگران آدمی کو ''مرشد'' کہتے ہیں، اسی کو ہم نے ''پیر صاحب'' کا لقب بھی دیا ہے، قرآن و حدیث اور سلفِ صالحین کے طرزِ عمل سے اس کی اہمیت اور ضرورت کا ثبوت ہوتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نورانی ماحول میں

فیصلہ ہو گیا کہ مریم حضرت زکریا علیہ السلام کو دے دی جائے، حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو گھر لے گئے، اللہ تعالیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ایک نبی کے

ذریعہ تربیت کرانا چاہتے تھے؛ تا کہ ایک نبی کے گھر کا نورانی ماحول مل جائے اور وہ بھی اللہ کی نیک بندی بن جائے، ایسے تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد، ماں، خالہ، خالو، خالو کے بیٹے پورا گھرانہ متقی اور صالح لوگوں کا تھا۔

حیرت انگیز نشو ونما

کہتے ہیں کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا عجیب وغریب عورت تھی، قرآن میں ہے:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾

ترجمہ: پھر اس (لڑکی) کو ان کے رب نے اچھی طرح قبول کرلیا اور بہترین طریقے سے اس کو بڑھایا۔

ہمارے یہاں مدرسوں میں جلالین شریف پڑھائی جاتی ہے اس میں لکھا ہے کہ "عام طور پر بچہ ایک سال میں جتنا بڑھتا ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ایک روز میں اتنا بڑھ جاتی تھیں اور بڑی ہو جاتی تھیں۔

صرف جوان ہی نہیں ہوئی؛ بلکہ نیک ماحول اور عمدہ تربیت کی برکت سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا بہت نیک مزاج، ایک بہت نیک زندگی گزارنے والی ہوگئ؛ گویا حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں دو طرح کی خوبیاں ہوئیں:

① بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرنے والی۔

② ان کا نشو ونما اور جسمانی بڑھاؤ بھی عام بچوں سے زیادہ ہی تھا۔

پیغمبر کی احتیاطی تدبیر

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا بڑی ہوگئ تو حضرت زکریا علیہ السلام نے مسجدِ اقصی کے

بالکل بازو میں ایک کمرہ خاص کروایا اور اس کمرہ میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قیام کروادیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو جب کبھی کہیں جانا ہوتا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس کمرہ میں رکھتے، وہ پورا دن اس کمرہ میں رہتی، اللہ کی عبادت کرتی، اور جب رات ہوتی تو حضرت زکریا علیہ السلام ان کو گھر لے جاتے اور ان کی خالہ کے پاس لے جا کر رکھتے، پھر صبح ہوتی تو مسجد میں لے آتے، اور مسجد کے کمرہ میں رکھ دیتے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل

بعض مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کہیں جانا ہوتا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کمرہ میں چھوڑتے اور باہر سے تالا لگا دیتے تھے، سبحان اللہ! کیسی فکر رکھنے والے تھے؟

اب اللہ کی عجیب قدرت دیکھو! یہ کوئی کہانی نہیں ہے، اللہ قرآن میں فرما رہے ہیں: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا﴾

ترجمہ: جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس (مریم) کے پاس مسجد میں (یعنی عبادت اور رہنے کے حجرے میں) آتے تو اس کے پاس کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز پاتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اور کمرے کا دروازہ کھول رہے ہیں، عجیب چیز دیکھتے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس پھل اور فروٹ رکھے ہوئے ہیں!

حضرت زکریا علیہ السلام حیران کہ میں تو تالا لگا کر گیا تھا، پھر مریم کے پاس یہ فروٹ کہاں سے آتا ہے؟ یہ فروٹ کون دے جاتا ہے؟

آج کل کے حالات میں ماں باپ کی ایک خاص ذمہ داری

میری دینی بہنو! ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ ہماری اولاد کے پاس کیا کیا ہے؟

اس کے کباٹ میں، اس کے سونے کا کمرے (Bed room) میں کیا کیا ہے؟ یہ کبھی کبھی چیک کرنا چاہیے، ہم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے الگ روم تو بنا دیتے ہیں، ان کو الگ کباٹ تو دے دیتے ہیں؛ لیکن کبھی کبھی چیک بھی کریں، کہیں کوئی غلط چیز تو ان کے کمرے میں نہیں ہے؟ اللہ حفاظت میں رکھے۔

آپ میری اس جسارت کو معاف کرنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے لڑکے کے کمرے میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو کسی لڑکی (Girl friend) نے دی ہو، آپ کی جوان لڑکی کے کمرے میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کو کسی اجنبی لڑکے (Boy friend) نے دے رکھی ہو، اور لڑکے اور لڑکی کا ناجائز تعلق چل رہا ہو؛ اس لیے کبھی کبھی چیک کر لینا چاہیے، یہ ماں باپ کا فرض ہے۔

آج ہماری اولاد بہت ساری ایسی چیزیں استعمال کر رہی ہیں جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہی نہیں کہ وہ کہاں سے لا کر وہ چیزیں استعمال کر رہے ہیں؟

حضرت مریم رضی اللہ عنہا والا تقویٰ کا مقام تو نہیں ہے کہ غیب سے رزق آوے، ظاہر ہے کہ کوئی چھپا ہوا ناجائز تعلق ہو گا جس کی نحوست سے یہ سب چیزیں آ رہی ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا جواب

حضرت زکریا علیہ السلام نے سوال کیا: ﴿قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا﴾

اے مریم! یہ فروٹ تم کو کون دے جاتا ہے؟ یہ کہاں سے آئے؟

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾

یہ پھل مجھے میرے اللہ نے دیے ہیں، اللہ کے غیبی خزانہ سے آئے ہیں۔

آگے کہتی ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ﴾
اللہ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے روزی دیتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کتنی نیک ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے لیے پھل بھیجے!

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، اللہ کی ولیہ اور پکی مؤمنہ تھی، قرآن میں ان کے لیے ''صدیقہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے: ﴿وَاُمُّهٗ صِدِّیۡقَةٌ﴾

ترجمہ: اور اس (عیسیٰ) کی اماں بڑی سچائی پر چلنے والی (یعنی ولیہ) تھی۔

یہ نبوت کے بعد کا درجہ ہے۔

میری دینی بہنو! اگر تم نیک بن جاؤ گی، اللہ کی عبادت کرنے والی بن جاؤ گی، اپنی عفت کی حفاظت کرو گی، تو اللہ تم کو بھی غیب سے روزی دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایمان تازہ کرنے والا واقعہ

اِس پر مجھ کو ایک حدیث یاد آ گئی، حدیث میں ایک بڑا عجیب قصہ آیا ہے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کئی دنوں کے بھوکے تھے، آپ سب بیویوں کے گھر گئے، کسی کے پاس کچھ کھانا مل جائے، تمام بیویوں نے جواب دیا: اللہ کے رسول! گھر میں کوئی چیز کھانے کے لیے نہیں ہے، حضور ﷺ اخیر میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے، فرمایا: فاطمہ! تمھارے ابا جان بھوکے ہیں، کچھ کھانے کے لیے ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے ابا! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

اللہ، اللہ! حضور ﷺ کا کیسا خاندان تھا، تمام بیویوں کے پاس کچھ نہیں اور جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی کچھ نہیں!

میری دینی بہنو! اللہ کا شکر ادا کرو، اللہ نے ہم کو کھانے پینے کی کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے منع کر دیا تو حضور ﷺ وہاں سے نکل کر روانہ ہو گئے، اتنے میں ایسا ہوا کہ ایک باندی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک برتن میں دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا لے کر آئی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئی اور ایک بڑے برتن میں جس کو ''لگن'' کہتے ہیں (ہمارے یہاں آٹا گوندھنے کا برتن) اس برتن میں وہ دو روٹی اور گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا اور اس کو ڈھانک دیا، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو بھیجا کہ: جاؤ! تمھارے نانا حضور ﷺ کو بلا کر لے آؤ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ دوڑ کر گئے، حضور ﷺ ابھی راستے میں تھے، غرض! آپ ﷺ گھر تشریف لائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کا جذبہ کیسا ہے؟ وہ خود بھوکی ہے، حسن وحسین بھوکے ہیں، شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بھوکے ہیں، پورا گھرانہ بھوکا ہے؛ لیکن جو دو روٹی ملی، وہ اللہ کے نبی ﷺ کو کھلا رہی ہیں، خود بھوکے رہنا پسند ہے، اپنے بچوں کو بھوکا رکھنا پسند ہے، اپنے شوہر کو بھوکا رکھنا پسند ہے؛ لیکن جذبہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو کھلاؤں گی۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: ابا جان! یہ کھانا قبول فرما لیجیے، میں نے آپ کے لیے رکھا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹی! وہ کھانا لاؤ! کہاں ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ بڑا برتن لے کر گئی، وہ بہت بڑا برتن تھا اور اس میں صرف دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا تھا، حضور ﷺ نے وہ برتن طلب فرمایا اور کھولا، اللہ کی عجیب قدرت ظاہر ہوئی، وہ پورا کا پورا برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا، یہ اللہ کی

غیبی مدد آئی کہ دو روٹی اور ایک ٹکڑا تھا؛ لیکن اللہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخلاص اور محبت کی برکت اور آپ ﷺ کے معجزہ کے طور پر پورا برتن روٹیوں اور گوشت سے بھر دیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اتنا سارا کھانا تمھارے پاس کہاں سے آیا؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بہت اچھا جواب دیا: یہ کھانا اللہ کے یہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتے ہیں بغیر حساب کے روزی دیتے ہیں۔

یہ نہیں کہا کہ: فلاں دے گیا، شوہر کما کر لایا ہے، بیٹا کما کر لایا ہے۔

اللہ ہمارے لڑکے، لڑکیوں اور ہماری بہنوں کو ایسا ایمان ویقین سے بھرا ہوا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور ﷺ بہت خوش ہوئے، اور فرمایا: فاطمہ! آج تمھاری زبان سے وہ جواب نکلا ہے جو بنی اسرائیل کی سردار مریم کا جواب تھا۔

نعمت پر خدا کا شکر

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اِس واقعہ کو نقل فرمایا ہے، اس میں ایک اہم بات یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ: جب یہ گوشت اور روٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تھی تو فوراً آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا، درود شریف پڑھا اور جب نبیٔ کریم ﷺ نے بھی اس گوشت اور روٹی کو دیکھا تو اس پر اللہ کا شکر کیا۔

معلوم ہوا نعمت کے ملنے پر دل وزبان سے اللہ کا شکر ادا کرو، الحمد للہ پڑھو، کوئی بھی نعمت ملے دینی، دنیوی یا کوئی خوشی کی خبر پائے ہماری عادت اور مزاج ایسا بن جائے کہ فوراً اللہ کی تعریف اور شکر کے مبارک الفاظ زبان سے نکلے۔

بہر حال! حضور ﷺ نے وہ کھانا کھایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا اور حضور ﷺ نے پھر اپنی تمام بیویوں کو پیٹ بھر کر کھلایا؛ لیکن ایسی برکت ہوئی کہ سب کے پیٹ بھر کھانے کے باجود اس برتن میں سے ذرا برابر کمی نہیں ہوئی، حضور ﷺ نے فرمایا: اڑوس پڑوس والوں اور محلے والوں کو تقسیم کرو۔

حقیقت ہے کہ اگر اللہ پر یقین ہو جائے، اللہ کی عبادت کا جذبہ آ جائے تو اللہ تعالیٰ غیب سے ایسی روزی عطا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قدرت پر یقین عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی کامل محبت عطا فرمائے، آمین۔

عجیب عبادت

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا اللہ کی عجیب وغریب عبادت کرتی تھیں، اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتی تھیں اور اتنی دیر تک اللہ کے سامنے کھڑی رہتی تھیں کہ ان کے دونوں ٹخنوں پر ورم آ جاتا تھا، دونوں پیر سوجھ جاتے تھے، دونوں پیروں میں سے پیلے پیلے رنگ کا پانی۔جس کو ہم اردو میں پیپ اور گجراتی میں (પરુ) کہتے ہیں۔ نکلنے لگتا تھا، ساتھ ہی جب بیت المقدس کی خدمت کے لیے ان کی باری آتی تو اس کو بھی برابر انجام دیتیں اور ضروری حاجت کے علاوہ کبھی اس حجرے سے باہر نہ جاتی تھیں۔

ہمارا حال

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ ایک عورت ذات اللہ کے سامنے اتنی دیر کھڑی رہے کہ دونوں پیر سوجھ جائے اور پیر میں سے پیپ نکلنے لگے، کیسی عبادت

کرنے والی اللہ کی بندی ہوں گی۔ آج ہم لوگ فریاد کرتے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے پیر درد کرنے لگتے ہیں، بیٹھے بیٹھے ہمارے پیر سوجھنے لگتے ہیں اور وہ اللہ کی نیک بندی تھیں، کہ عبادت کرتے کرتے ان کے پیر سوجھ جاتے تھے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کمرے میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے آکر ان کو بشارت سنائی۔

میری دینی بہنو! سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو خوش خبری دے رہے ہیں، سبحان اللہ! وہ کیسی نیک عورت تھیں!

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا کہ: اے مریم! یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو منتخب فرما لیا ہے اور تجھے (ہر قسم کے گندے اخلاق واعمال سے) پاک رکھا ہے اور تمام عالَم کی عورتوں پر تجھ کو چن لیا ہے۔

فرشتوں نے آکر کے کہا کہ: ① ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ﴾

اے مریم! خوش ہو جا، اللہ نے تجھے منتخب کر لیا ہے، تو اللہ کی پسندیدہ ہے، تو اللہ کی پیاری ہے، خدا کی نعمتوں پر جو خاص تم پر ہوئیں غور کر کہ: شروع ہی سے اللہ نے تم کو کیسا نوازا؟ عورت ہونے کے باوجود تجھے مسجد کی خدمت کے لیے قبول کر لیا، پھل وغیرہ کی عجیب کرامات عطا فرمائی۔

میری دینی بہنو! کتنی خوش نصیب ہے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کہ دنیا میں فرشتوں کے ذریعہ سے اللہ کہلوا رہے ہیں کہ تو میری چنی ہوئی ہے۔

② ﴿وَطَهَّرَكِ﴾ اللہ نے تجھے ستھرا بنایا ہے، صاف ستھرے اخلاق والا بنایا، کیسا قدرتی نظم بنایا کہ کوئی مرد تجھ کو ہاتھ نہ لگائے، ظاہری و باطنی صفائی عطا فرمائی۔

③ ﴿وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ دنیا کی تمام عورتوں پر اللہ نے تجھے عزت کا اونچا مقام عطا فرمایا۔

عورتوں کی سردار

اِس موقع پر آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، اس آیت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کہا گیا: ﴿وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ عورتیں اس دنیا میں ایسی گذری ہیں کہ وہ تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں، ان کے مبارک نام سن لو، یہ جنت میں آپ کی سردار ہوں گی، یہ پانچ عورتیں ایسی ہیں جو اللہ کی برگزیدہ ہیں، اس دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہیں:

① حضرت مریم رضی اللہ عنہا۔ ② فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

⑤ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

حدیث میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی

فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضلیت حاصل ہے۔

ثرید ایک کھانا ہے جو حضور ﷺ کو بھی بہت پسند تھا، آپ بھی سنت کی نیت سے ثرید بناؤ، سالن کا شوربہ ہوتا ہے، اس میں روٹی توڑ کر تیار کرلو، اس کو ''ثرید'' کہتے ہیں، حضور ﷺ بہت پسند فرماتے تھے۔ دودھ وغیرہ میں روٹی توڑ کر بھی ثرید تیار کر سکتے ہیں۔

ثرید میں کفایت شعاری، نعمت کی قدردانی اور لذت بھی ہے اور جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔

نعمت کی قدردانی

حرمین شریفین کی مسعود حاضری کے موقع پر اہلِ حرمین کے یہاں اپنے بزرگوں کے طفیل دعوتِ طعام کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ میں میرے مرشدِ ثانی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی کے ایک عرب شاگرد: شیخ عبدالحلیم ہیں، ان کے یہاں پُرتکلف دعوت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ مسجدِ نبوی (علی صاحبها علیه الصلوة والسلام) میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد شیخ کی گاڑی میں مختلف متبرک مقامات پر حاضری ہوئی، واپسی میں شیخ کے یہاں ناشتے کی دعوت تھی، ناشتے میں لذیذ ثرید بھی تھا۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ: روزانہ جو روٹی پوری یا ایک آدھ ٹکڑا کھانے سے بچ جاتا ہے، اس کو اہتمام سے حفاظت سے رکھا جاتا ہے، پھر جب چند روٹیاں جمع ہوجاتی ہیں، وہ خشک ہوچکی ہوتی ہیں اس کو شوربہ میں بھگو کر اس سے ثرید بناتے ہیں، کبھی دودھ میں بھگو کر شہد ڈال کر میٹھا ثرید بھی تیار کرتے ہیں۔

یہ بات سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ روٹی کے ٹکڑوں کی کیسی قدر دانی یہ لوگ کرتے ہیں، اور ہم بے دھڑک اس کو ادھر ادھر پھینک دیتے ہیں۔ اس طرح روٹی کو جمع کیا جائے تو اس سے نعمت کی قدردانی بھی ہوگی، لذیذ ثرید والی سنت سے بھی آسانی سے محظوظ ہوتے رہیں گے اور حدیث شریف پر بھی عمل ہوگا کہ روٹی کا اکرام کرو۔

جامعہ ڈابھیل میں میرے بعض اساتذہ کے گھروں کے متعلق بھی اس طرح سے ثرید بنانے کا معمول سنا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا عمل

جب میں جامعہ ڈابھیل میں درجۂ عربی دوم میں متعلم تھا، تو دارالعلوم دیوبند میں اول مرتبہ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، دیکھا کہ طلبہ کے حجروں میں ٹوکروں میں خشک روٹی کے ٹکڑے جمع ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہاں طلبہ کو جو کھانا دیا جاتا ہے، جب اس میں سے روٹی بچ جاتی ہے تو طلبہ اس کو جمع کرتے ہیں، اہلِ دیوبند خود طلبہ کے حجروں سے وزن کرکے وہ خشک روٹی خرید کر لے جاتے ہیں اور اس کو پانی میں بھگو کر جوش دے کر بھینس، گائے، بکریوں کو کھلاتے ہیں، اس سے جانور فربہ ہوتے ہیں، دودھ بڑھ جاتا ہے۔ اِس طرح طلبہ کے لیے اسی خشک نان کی قیمت سے چائے کے خرچ کا نظم ہوجاتا ہے۔

اہلِ مدینہ کا طرزِ عمل

مدینہ منورہ میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب بداتؒ کے یہاں ایک مرتبہ دعوت میں دیکھا کہ خشک روٹیوں کو شیخ عبدالوحید صاحب دہلوی جیسے آدمی خود اپنے ہاتھ

سے اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھ رہے ہیں، پتہ چلا کہ وہ ان روٹیوں کو لے جا کر اونٹوں کو کھلائیں گے۔ بہت خوشی ہوئی کہ نعمت کی قدر دانی ہو رہی ہے، اس کو ضائع ہونے سے بچایا جا رہا ہے، اس طرح کفایت شعاری اور نعمت کی قدر دانی کا مزاج بنانا چاہیے، خاص کر جن مقامات پر ضرورت سے فراغت کے بعد کا کھانا لے جانے کے لیے فقرا، مساکین، گھر کے خدام نہ ہوں وہاں اس طرح کی کوئی مناسب تدبیر سے نعمت کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

اونچا مقام زیادہ عبادت

میری دینی بہنو! اگر اونچا مقام چاہیے تو اللہ کی ویسی عبادت بھی کرنی پڑتی ہے، جب عورت اخلاص سے زیادہ عبادت کرے، اللہ اس کو اونچا مقام عطا فرماتے ہیں، نیز اونچا مقام ملنے کی شکر گزاری بھی عبادت میں زیادتی ہے۔ ارشاد ہوا:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۝۴۳

ترجمہ: اے مریم! تو اپنے رب کی بندگی میں لگی رہ اور تو سجدہ کرتی رہ اور تو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہ۔

روایت میں ہے کہ خود فرشتوں نے مریم رضی اللہ عنہا سے روبرو یہ بات کی تھی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں خداداد خوبیاں

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا میں کتنی خوبیاں تھیں:

① وہ اللہ کی بہت عبادت کرنے والی تھیں۔

② دنیا سے ان کو کوئی رغبت نہیں تھی۔

③وہ بڑی شریف عورت تھیں، بہت پاک دامن عورت تھیں۔
④شیطان کے انگلی لگانے سے اور شیطان کے وسوسہ سے ان کو بچایا گیا تھا۔
⑤اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع سے رہنے والی عورت تھیں۔
⑥ کثرت سے رکوع وسجدہ؛ یعنی نماز ادا کرنے والی تھیں۔
⑦ آپ کو اللہ کے دین کے کام کے لیے وقف کر دیا گیا تھا۔ یہ خوش نصیبی آپ سے پہلے کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔

جنت پر کسی کا ٹھیکہ نہیں

میری دینی بہنو! جب ماں اتنے اونچے درجہ کی ہوتی ہے تو اللہ اس کی گود میں بیٹا بھی اس درجہ کا عطا فرماتے ہیں، اگر اونچا درجہ چاہیے تو نیک بن جاؤ، پاک دامن بن جاؤ، شریف بن جاؤ، اللہ بہت اونچے مقامات عطا فرمائیں گے۔

جنت پر کسی کا ٹھیکہ نہیں ہے، جنت تو اچھے اعمال پر ملتی ہے، جنت تو نیکیوں کی برکت سے، اللہ کے فضل سے ملتی ہے، اپنے آپ کو اچھا بنانے پر ملتی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک بات پھر میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، شاید پہلے سنا چکا ہوں، ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی، جنت کی عورتوں کی سردار، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: بیٹی فاطمہ! یہ بات یاد رکھنا کہ: تو اللہ کے نبیوں کے سردار کی بیٹی ہے، تو یہ چیز تجھے جنت میں نہیں لے جائے گی۔

من بطّأ به عمله لم يسرع به نسبه. (المسلم: ۲/۳۴۵)

جس کے اعمال کمزور ہوں گے، جس کے اعمال ڈھیلے ڈھیلے ہوں گے، اس کی

خاندانی نسبت اس کو اڑا کر جنت میں نہیں لے جائے گی۔

اگر تجھے جنت میں جانا ہے تو تجھے بھی نیک اعمال کرنے پڑیں گے۔

اللہ کی قدرت کی عجیب نشانی

اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کتنا بڑا تحفہ عطا فرمایا؟

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے ایک کلمے کی (پیدائش کی) خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام "مسیح عیسیٰ" ہوگا جو دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا ہوگا اور (اللہ تعالیٰ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا ﴿۴۵﴾ اور وہ (عیسیٰ) گہوارے میں اور بڑی عمر (یعنی اڈھیر پن) میں لوگوں سے بات کرے گا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے) نیک بندوں میں سے ہوگا ﴿۴۶﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اللہ کی عبادت میں لگی ہوئی ہے، مردوں سے اپنے آپ کو بچائے ہوئی ہے، اللہ کے فرشتے نے آ کر خوش خبری دی:

اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قدرت کی نشانی بنانا چاہتے ہیں، اللہ تیری گود میں ایک بیٹا دینا چاہتے ہیں، اور وہ بیٹا کیسا ہوگا؟

اس کو اللہ نے عجیب خوبیوں اور کمالات والا بنایا ہے، اللہ اس کو حیرت انگیز معجزات عطا فرمائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خداداد خوبیاں اور عجیب معجزات

① اس میں ایک خوبی یہ ہوگی: ﴿بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ﴾

یعنی بغیر مرد کے اللہ کے ''کلمۂ کُنْ'' سے پیدا ہوں گے۔

عام طور پر انسانوں کی پیدائش میں مرد وعورت دونوں کا حصہ ہوتا ہے؛ لیکن تمھارے اس بچہ کو بغیر مرد کے اللہ محض اپنے حکم سے کلمۂ کن سے پیدا فرمائیں گے

② اس بیٹے کا نام بھی اللہ نے بتا دیا:

﴿اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾

یعنی ان کا نام ''عیسیٰ'' ہوگا اور لقب ''مسیح'' ہوگا۔

بعض لوگ اپنی اولاد کے دو دو نام رکھتے ہیں یا نام کچھ اور ہے اور پیار سے ''مُنّا''، ''گورا'' وغیرہ کہہ کر بلاتے ہیں، اس کو ''لقب'' کہتے ہیں۔

مسیح کا معنیٰ ''سفر کرنے والا'' ہوتا ہے؛ یعنی وہ دنیا میں دین کے لیے بہت زیادہ سفر کریں گے۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ: آپ کی ذات سے گندگیاں صاف کر دی گئیں، آپ کو گناہوں سے پاک رکھا گیا، آپ کو یہ خوبی بھی عطا کی گئی کہ بیمار کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کا مبارک ہاتھ لگنے سے ٹھیک ہو جاتا، نیز آپ کا وجود بہت سی برکتوں کا ذریعہ ہے۔

عیسیٰ کا معنیٰ ''سردار'' ہوتا ہے؛ گویا جو نام اور لقب آپ کے لیے تجویز کیا گیا اس میں بھی بڑی برکت اور بھلائی ہے۔

③ تیسری خوبی یہ ہوگی کہ: ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

یعنی دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو اونچا مرتبہ عطا فرمائیں گے، طعن اور بدنامی سے اللہ تعالیٰ ان کو بچا کر رکھیں گے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ کے دل میں یہ ڈر تھا کہ لوگ تہمت لگائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے تسلی عطا فرمائی کہ: ڈرو نہیں، ہم ان کے نسب کے بارے میں جو الزام لگے اس کو علی الاعلان دور کر دیں گے، اور آخرت میں سب کے سامنے براءت کا اعلان ہوگا۔

④ چوتھی خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

یعنی اللہ کے خاص مقرب بندوں میں سے ہوں گے۔

⑤ پانچویں خوبی یہ ہوگی:

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ﴾

یعنی ماں کی گود میں ہوں گے تب بولیں گے، ابھی تو دودھ پی رہے ہیں، ابھی پیدا ہوئے ہیں یا صرف چالیس دن کی عمر ہوئی ہے اور بولنے لگے۔

اس خوبی میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو تسلی دی گئی کہ: گھبراؤ نہیں! لوگ الزام لگائیں گے تو تمھارا بچہ بول کر تمھارے بری ہونے کا اعلان کرے گا۔

⑥ چھٹی خوبی:

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾

پوری عمر کے ہوں گے یعنی جس عمر میں عقل پوری ہوتی ہے اس عمر میں بھی

بولیں گے، جیسے چالیس سال کے بعد کی عمر، ایسے تو اس عمر میں سب انسان بولتے ہیں؛ لیکن آپ کا اس عمر میں بولنا ایک معجزہ ہے؛ چونکہ آسمان پر اٹھائے جانے تک میں یہ عمر نہیں ہوئی تھی، تقریبا! تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آپ اٹھا لیے گئے، اب جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو اس وقت بات فرمائیں گے۔

⑦ ساتویں خوبی:

﴿وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

نہایت درجہ کے نیک اور صالح ہوں گے، نبیوں میں یہ خوبی خاص ہوتی ہے۔

⑧ آٹھویں خوبی:

﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾

اللہ ان کو انجیل کتاب آسمان سے دیں گے۔

⑨ نویں خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

ان کے ہاتھ میں اللہ وہ معجزہ دیں گے کہ مٹی سے چڑیا بنائیں گے، پھر اللہ کے مبارک نام سے پھونک مار کر اس چڑیا کو زندہ کریں گے۔

⑩ دسویں خوبی یہ ہوگی کہ: قیامت کے دن وہ جس کی شفاعت کریں گے، وہ قبول ہو جائے گی۔

⑪ گیارہویں خوبی یہ ہوگی کہ: ﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ﴾

جو بچے ماں کے پیٹ سے اندھے اور کوڑھ والے ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو اچھا کر دیں گے۔

⑫ بارہویں خوبی یہ ہوگی کہ:

﴿وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾

مُردوں کو زندہ فرمادیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی کی قبر پر جاتے اور اس مردے کو اللہ کے مبارک نام سے آواز دیتے تو وہ مردہ زندہ ہو جاتا، بات چیت کرتا، پھر اس کا انتقال ہو جاتا۔

ایک قابلِ توجہ بات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبیوں کو زمانے کے حالات کے اعتبار سے معجزات عطا فرماتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب، حکمت، دوا، علاج، معالجہ کی بڑی ترقی کا زمانہ تھا، Medical Science بہت آگے بڑھ رہا تھا؛ لیکن سارے حکیم، ڈاکٹر لوگوں کے پاس دو بیماریوں کی دوا نہیں تھی:

① موت؛ یعنی مُردے کو زندہ کرنا۔

② ماں کے پیٹ سے عیب کے ساتھ آنے والے بچے کا علاج۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں بطورِ معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی۔

ایک غلط مشہور بات کی اصلاح

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب سے دنیا شروع ہوئی تب سے دنیا ختم ہونے

تک جو بھی انسان مر گیا اس کو دوبارہ اللہ دنیا میں زندہ نہیں فرمائیں گے، یہ ایسی مشہور بات ہے کہ اس کی کوئی دلیل ہماری نظر میں نہیں آئی۔ دیکھو! ان واقعات سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اپنے کرم سے ایسے معجزات عطا فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم سے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقیہ خوبیاں

⑬ تیرھویں خوبی یہ تھی کہ:

﴿وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ﴾

آپ کی مجلس میں دین سیکھنے کے لیے آنے والوں کو بتلا دیتے کہ: تم نے کیا کھایا؟ گھر میں کیا کر کے آئے ہو؟ اور گھر میں کیا چیز بھر کر رکھی ہے؟

⑭ چودھویں خوبی یہ تھی کہ: ''تورات'' کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اس کی بھی آپ نے تصدیق فرمائی، آپ لوگوں کو بتاتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی تھی وہ صحیح اور سچی تھی۔

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ''مجدد'' بن کر تشریف لائے، تورات کے احکام، مسائل اور قانون کی تکمیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوئی۔

نبیوں کی ایک خاص خوبی

اللہ کے نبیوں کی یہ خاص خوبی اور شان رہی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دنیا میں

آنے والے ہر نبی کو سچا بتاتے ہیں اور جتنی کتابیں اتر چکیں ان کے بارے میں سچائی کا اعلان فرماتے ہیں؛ خصوصاً حضرت نبیٔ کریم ﷺ آخری نبی تشریف لانے والے ہیں، اس بات کا ہر نبی نے اپنے زمانے میں اعلان فرمایا۔

⑮ پندرھویں خوبی یہ تھی کہ: اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا، پھر دوبارہ دنیا میں زندہ اتارے جائیں گے، اور آکر لوگوں کو دین سکھائیں گے، اور اسی امتِ محمدیہ کے ایک امتی بن کر رہیں گے۔

غرض یہ ہے کہ ایسی ایسی عجیب خوبیوں اور کمالات والا بچے دینے کی اللہ کی طرف سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بشارت ہوئی، ساتھ میں ان کو عجیب عجیب معجزات دیے گئے، اس کا بھی قرآن میں بیان آیا ہے۔

جیسی ماں ویسی اولاد

میری دینی بہنو! ایک عورت جب نیک ہوتی ہے، پارسا ہوتی ہے، پاک دامن ہوتی ہے تو اللہ اس کو صلاح، تقوی والا بیٹا دیتے ہیں۔

اگر ہماری بہنیں نیک بن جائیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی گود میں بھی نیک اولاد عطا فرمائیں گے، اگر ہماری بہنیں شکر گذار بن جائیں تو اللہ ان کی گود میں شاکر، ذاکر اولاد عطا فرمائیں گے، جیسی ماں ویسی اولاد۔

اگر ہماری بہنیں نیک بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو اپنے زمانے کا ولی بنائیں گے، قطب اور ابدال بنائیں گے، عالم، مفتی، ذاکر، دین کا داعی بنائیں گے، ان کی اولاد اللہ کی فرماں بردار اور کامل مسلمان ہوگی۔

ایسی ہی کامل فرماں برداری والی اولاد کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے مانگی تھی: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور آپ ہم کو اپنا پورا فرماں بردار بنا دیجیے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (یعنی امت) پیدا کر دیجیے جو آپ کی پوری فرماں بردار ہو۔

صحیح بات یہ ہے کہ ''بڑی اولاد بڑی ماؤں کے پیٹ سے دنیا میں آیا کرتی ہیں'' اس لیے تمھاری زندگی اسلامی بنے گی تو ان شاء اللہ! تمھاری اولاد بھی دین دار بنے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے پیدا ہوئے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کیسے ولادت ہوئی؟ وہ عجیب واقعہ سورۂ مریم میں ہے، ان شاء اللہ! آئندہ مجلس میں پورا واقعہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری ماں بہنوں کو ان باتوں کو سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

(دوسری قسط)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا عجیب واقعہ)

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

اگرکوئی شیطان صفت انسان آپ کی طرف گندی نیت رکھتا ہوتو اس کو اللہ کے نام سے ڈراؤ، یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا مبارک سبق ہے۔

ایک لفظ ہے ''لڑکا'' دوسرا لفظ ہے ''لڑکی'' دونوں کے آخر سے ''کا'' اور ''کی'' نکال دو، باقی رہے گا ''لڑ،لڑ'' یعنی دونوں جو تنہائی میں ملے، غلط طریقہ سے ملے تو لڑائی: یعنی گناہ وجود میں آئے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے؛ اس لیے کسی بہن کو شادی کے چھ مہینے یا ساڑھے چھ مہینے بعد اگر بچہ ہو گیا تو ہماری بہنیں نعوذ باللہ! اس پر تہمت لگاتی ہیں کہ یہ شادی سے پہلے کے حمل کا بچہ ہے۔

میری دینی بہنو! تہمت لگا کر اپنی زبانوں کو گناہ میں مت مبتلا کرو۔

''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' آج تم نے تمھارے ماں باپ کا دل دکھایا، کل تمھاری اولاد تمھارا دل دکھائے گی، یہ خدا کا نظام ہے.

حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ: تم تمھارے والدین سے اچھا برتاؤ کرو، تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ (مریم)

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم اس کتاب (قرآن کے خاص حصے) میں مریم کا بھی تذکرہ کرو، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہوکر ایک ایسے مکان (جگہ) میں چلی گئی جو مشرق میں تھا﴿۱۶﴾ پھر اس (مریم) نے (اپنے اور) ان (لوگوں) کے درمیان میں پردہ ڈال دیا، سو ہم نے ان کے پاس اپنے ایک فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا جو اس (مریم) کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا﴿۱۷﴾ وہ (مریم) بولی: میں تجھ سے (اللہ) رحمٰن کی حفاظت چاہتی ہوں، اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے (تو یہاں سے چلا جا)﴿۱۸﴾ وہ (فرشتہ) بولا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں (اس لیے بھیجا گیا ہوں) تاکہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا دوں﴿۱۹﴾

بات حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے متعلق ہو رہی تھی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادت کی، پاک دامن رہی، تو اللہ نے ان کو نیک اور صالح بیٹے کی خوش خبری سنائی۔

تیرہ یا پندرہ سال کی عمر میں سب سے پہلے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حیض کا خون آیا، جب حیض کا خون شروع ہوا تو ان کو شرم آئی جس کی وجہ سے وہ بیت المقدس کی مشرقی

جانب یعنی (east side) میں چلی گئی۔

عورتوں میں فطری حیا

ایسے بھی جو نیک اور پاک دامن لڑکیاں ہوتی ہیں وہ اس قسم کی چیزوں کو گھر میں اپنے باپ، بھائی وغیرہ کے سامنے ظاہر کرنے کو نامناسب سمجھتی ہیں، یہ ان کی حیا، شرم اور پاک دامنی کی بات ہوتی ہے۔

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حیض کا خون آیا تو حیض کا غسل کرنے بیت المقدس سے تقریباً آٹھ میل کی دوری پر ایک جگہ ہے جس کو ''بیت اللحم'' کہا جاتا ہے اور آج کل اس کو انگریزی میں Bethlhome کہتے ہیں، وہاں پر چلی گئی، اور پہاڑ کے اس پار کسی دیوار کی آڑ میں پردہ تان لیا، ایسے تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے کمرہ میں عبادت میں مشغول رہتی تھیں، ضروری حاجات کے لیے نکلتی تھیں، یہ بھی بعض روایات میں ہے کہ اس وقت بھی کسی ضرورت کی وجہ سے مشرق کی طرف گئی ہوئی تھیں اور وہاں کنگھی سے بال ٹھیک کر رہی تھیں۔

تفاسیر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس مرتبہ کے حیض سے پہلے دو مرتبہ حیض آچکا تھا اور دونوں مرتبہ اپنی خالہ کے یہاں چلی جاتی تھیں، جب حیض کے غسل سے فارغ ہوتی تب پھر مسجد میں آجاتی۔

حیض کے دنوں میں عورتوں کے لیے ایک مسئلہ

بہت سی عبادتیں وہ ہیں جو حیض کے زمانے میں کرنا جائز نہیں ہیں؛ جیسے قرآن پڑھنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، طواف کرنا یہ سب کام حیض کے زمانے میں جائز نہیں

ہیں؛ لیکن بہت سے کام وہ ہیں جو ہماری بہنیں حیض کے زمانہ میں بھی کر سکتی ہیں، جیسے زبان سے اللہ کا ذکر کرنا، تسبیح پڑھنا، درود شریف پڑھنا، دعائیں پڑھنا یہ سب کام حیض کے زمانے میں بھی ہو سکتے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ کی عبادت کی عادت تھی، وہاں بیت المقدس میں بھی تنہائی میں بیٹھ کر، کمرہ میں بند ہو کر اللہ کی عبادت کرتی تھی تو یہاں بھی جنگل میں دور جا کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئی ہوں گی۔

تنہائی میں خوب صورت نوجوان

وہاں جنگل میں وہ اکیلی ہے، کوئی نہیں ہے اور اچانک حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے ایک عجیب چیز دیکھی: فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا﴿۱۷﴾

ترجمہ: سو ہم نے ان کے پاس اپنا ایک فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا جو اس (مریم) کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ: ایک خوب صورت نوجوان آرہا ہے، اس کے بال بھی بڑے خوب صورت گھونگھریالو۔ تھوڑے تھوڑے مڑے ہوئے۔ تھے اور چہرے پر داڑھی نہیں تھی، بدن کی سائز بھی نہ زیادہ لمبی نہ زیادہ چھوٹی، درمیانی سائز کا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس کو دیکھ کر گھبرا گئیں، ڈر گئیں۔

اللہ کا ڈر ہر جگہ ہونا چاہیے

میری دینی بہنو! یہ ایک عجیب سیکھنے کی چیز ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نوجوان تھی، خوب صورت تھی اور جنگل میں جہاں کوئی نہیں تھا ایسی جگہ پر ایک نوجوان آیا اور وہ آنے

والا نوجوان بھی خوب صورت تھا؛ لیکن حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس کو دیکھ کر ڈر گئی، گھبرا گئی، کیسی عفیف اور پاک دامن عورت ہوگی؟ دل میں کوئی خوشی نہیں ہوئی کہ چلو! تنہائی میں ہم دونوں نوجوان مل گئے، یہ بھی جوان ہے میں بھی جوان ہوں، یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے دل میں خوشی کا کوئی جذبہ نہیں آیا، اس نوجوان کو دیکھ کر کے اپنی طرف سے کوئی مسکراہٹ بھی نہیں دی، اللہ ہماری دینی بہنوں کو ایسی پاک دامنی عطا فرمائے۔ حقیقت ہے کہ دل میں اللہ کا ڈر ہو تو گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

دوطرف سے گناہ کی دعوت

آج فتنہ دونوں طرف سے ہے، جہاں نوجوان لڑکے نوجوان لڑکیوں کے چکر میں رہتے ہیں، ہماری جوان بہنیں بھی جوان لڑکوں کے چکر میں رہتی ہیں، جہاں کہیں دیکھا کہ نوجوان لڑکا ہے، خوب صورت ہے تو موقع پا کر ہماری بہنیں ذرا مسکرا کر اس نوجوان لڑکے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، یہ حرام کام ہے۔

جس طرح کوئی نوجوان لڑکا قصداً کسی لڑکی کو دیکھے وہ گناہِ کبیرہ ہے، اسی طرح اگر ہماری بہنیں کسی نوجوان کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے، اپنی طرف للچانے کی نیت سے دیکھے تو یہ دیکھنا بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

نظر نیچی رکھنے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ. (النور: ۳۱)

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی سجاوٹ (کسی پر بھی) ظاہر نہ کریں؛ مگر جو اس میں سے (مجبوراً) ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں (دوپٹے) اپنے گریبانوں پر ڈال دیا کریں۔

فائدہ: قرآن میں عام طور پر مرد اور عورت دونوں کے لیے ایک ہی ساتھ احکام بیان کیے جاتے ہیں؛ لیکن نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کے لیے دونوں کو الگ الگ حکم دیا گیا، یہ اس کی اہمیت کو بتاتا ہے۔

بہر حال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا ڈر گئی اور ڈر کے مارے بولنے لگی:

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: وہ (مریم) بولی: میں تجھ سے (اللہ) رحمن کی حفاظت چاہتی ہوں، اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے (تو یہاں سے چلا جا)۔

دوسرا ترجمہ: اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہو تو بھی میں رحمن سے تیرے بارے میں پناہ مانگتی ہوں۔ یعنی متقی ہو تب بھی قریب مت آ، متقی کہے جانے والوں کو بھی ابلیس کسی وقت گمراہ کر سکتا ہے۔

اللہ کے نام کا واسطہ دے کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس نوجوان کو ڈرایا۔

نظروں کا ملنا فتنہ کا ذریعہ

آپ غور کرو، ایک لفظ ہے ''لڑکا'' دوسرا لفظ ہے ''لڑکی'' دونوں کے آخر سے ''کا'' اور ''کی'' نکال دو، باقی رہے گا ''لڑ، لڑ'' یعنی دونوں جو تنہائی میں ملے، غلط طریقہ

سے ملے تو لڑائی یعنی گناہ وجود میں آئے گا۔

جیسے پٹرول کی سلامتی اسی میں ہے کہ آگ قریب نہ جائے، اسی طرح یہاں بھی دونوں غیر شرعی طریقہ سے ایک دوسرے کے قریب نہ جائے، ورنہ گناہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔

اجنبی مرد حقیقت میں فرشتہ، اللہ کے نام کا ادب

یہ آنے والا نوجوان کوئی اور نہیں تھا وہ تو اللہ کے فرشتہ ''حضرت جبرئیل علیہ السلام'' تھے، اللہ نے ان ایک خوب صورت نوجوان کی شکل میں بھیجا تھا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب اللہ کا نام سنا کہ: اللہ سے ڈراور میرے پاس مت آ، تو اللہ کے نام کے احترام میں وہ پیچھے ہٹ گئے۔

گناہ سے بچنے کا آسان نسخہ: فکرِ آخرت

میری دینی بہنو! جب کبھی ایسا موقع آئے جس میں شیطان گناہ کا ماحول پیدا کرے تو فوراً اللہ کو یاد کرو کہ: میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، میرے دل کے ارادوں کو اللہ دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن مجھے جواب دینا ہے، قبر میں اللہ کے فرشتوں کو جواب دینا ہے۔

میری دینی بہنو! اتفاقاً ایسی کوئی بات ہو جائے، فوراً اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈر کر اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کی فکر کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور اگر کوئی شیطان صفت انسان آپ کی طرف گندی نیت رکھتا ہو تو اس کو بھی اللہ کے نام سے ڈراؤ، یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا مبارک سبق ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس فرشتے کو آنا ہی تھا، تو بوڑھے کی شکل بھی ہوسکتی تھی، بچہ کی شکل بھی ہوسکتی تھی؛ لیکن جوان کی شکل میں اس لیے بھیجا کہ اللہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ: یہ عورت کیسی پاک دامن ہے؟ ان کا اس نوجوان کو دیکھ کر کیا حال ہوتا ہے؟ اور اِس امتحان کے ذریعہ آپ کی عفت کو ظاہر فرمانا چاہتے تھے۔

اللہ کی طرف سے بندہ کا امتحان

میری دینی بہنو! اللہ ہم کو عزت اور عافیت سے رکھے؛ لیکن اللہ کی طرف سے اس طرح امتحان ہوتا ہے کہ میرا بندہ اور میری بندی گناہ کے موقع پر مجھ سے ڈرتے ہیں اور بچتے ہیں یا یہ کہ گناہ میں پھنس جاتے ہیں؟

کبھی کبھی اللہ بندوں کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں اور یہ تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ: ایمان کا امتحان لوں گا اور ایمان کا امتحان عملی زندگی میں ہوتا ہے۔

اس کے لیے کوئی امتحانی پرچہ (Exam paper) نہیں ہوتا، اور نہ کوئی سوال جواب (Quastion,Answer) ہوتے ہیں، وہاں امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً گناہ کا موقع آئے تو اللہ یہ دیکھتے ہیں کہ میری بندی گناہ سے بچتی ہے یا گناہ میں پھنس جاتی ہے؟

قرآن اللہ فرماتے ہیں:

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾
وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ

الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾ (عنکبوت)

ترجمہ: الم ﴿۱﴾ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے پر کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿۲﴾ حالاں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ہم ان (سب) کو آزما چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور معلوم کر کے رہیں گے جو (ایمان میں) سچے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کر کے رہیں گے ﴿۳﴾

اللہ فرماتے ہیں: تم زبان سے کہتے ہو کہ ہم ایمان لے آئے تو اللہ تم کو ایسے ہی تھوڑے چھوڑ دیں گے، اللہ تمھارے ایمان کا امتحان لیں گے۔

میری دینی بہنو! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اور صحابیہ رضی اللہ عنہن نے جو ایمان کا امتحان دیا ہے، ہم تو صرف ان کے واقعات پڑھتے اور سنتے ہیں، انھوں نے خون بہا کر، مار کھا کر، بھوکے، پیاسے رہ کر، کافروں کے ظلم کو برداشت کر کے ایمان کا امتحان دیا تھا، اللہ ایسے امتحان سے ہماری حفاظت فرمائے، ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمارے ایمان کو مضبوط فرمائے اور دنیا آخرت میں ہمارے ایمان کو سلامت رکھے۔

پردہ ہر غیر محرم سے ضروری

اس آیت کا دوسرا مطلب بھی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کہنے لگی:

اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ (مریم)

اگر تو تقویٰ والا ہے تو بھی میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ یعنی اگر تو تقویٰ والا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ برے کام کی طرف آگے مت بڑھ، پرائی عورت کی طرف

مت آ اور اگر تقویٰ نہ ہو تو بدرجۂ اولیٰ میرے قریب مت آ۔

کیسی عجیب بات فرمادی کہ سامنے والا مرد جو غیر محرم ہے وہ کتنا ہی بڑا اللہ کا ولی، متقی، پرہیزگار، عالم، مفتی، پیر ہو، کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو؛ لیکن پھر بھی اس سے آمنے سامنے ملنا، آمنے سامنے ہونا، بغیر پردہ اس کے قریب جانا، یہ ہماری شریعت میں ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔

بہت سی مرتبہ ہماری بہنیں جذبات میں بہہ جاتی ہیں اور بہت سے عاملوں اور عالموں کے پاس آمنے سامنے چلی جاتی ہیں اور نعوذ باللہ! اس کی نحوست سے گناہ وجود میں آتے ہیں؛ اس لیے کتنا ہی بڑا عالم ہو، کتنا ہی بڑا اللہ والا ہو؛ لیکن ہم کو شریعت کی حد (Border) کا لحاظ کرنا چاہیے۔

اور وہ ولی ہی کیا جو غیر محرم عورتوں سے بے پردہ بات چیت کرے؟

کوئی ضروری کام ہے تو پردہ کے پیچھے سے بات کرو اور بات کرنے کا طریقہ بھی پہلے میں نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ سخت اور اکھڑے ہوئے لہجہ میں بات کرو، نرم لہجہ میں بات مت کرو۔

غرض حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے دیکھا کہ: یہ مریم تو مجھ کو دور بھگا رہی ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی پہچان کروائی: ﴿قَالَ إِنَّمَآ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ﴾

اے مریم! میں کوئی اجنبی نہیں ہوں، میں انسان نہیں ہوں، میں تو اللہ کا فرشتہ جبرئیل ہوں۔

جب جبرئیل علیہ السلام نے اپنی پہچان کروائی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چہرے کا نور دیکھا تو اس چمکتے ہوئے نور کو دیکھ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا

پہچان گئی، حقیقت میں یہ اللہ کا فرشتہ ہے اور فرشتہ میں مرد و عورت کچھ نہیں ہوتا، وہ معصوم مخلوق ہے، ان سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا مقصد

جبرئیل علیہ السلام نے اپنے آنے کا مقصد بھی بتلا دیا: ﴿لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ میں اس لیے آیا ہوں تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

یعنی ایسا بیٹا جو نسب کے اعتبار سے پاک اور صاف ہوگا، اخلاق کے اعتبار سے پاک اور صاف ہوگا، گناہوں سے معصوم ہوگا، نیکی، پرہیزگاری، بزرگی میں ہمیشہ ترقی کرنے والا ہوگا، ایسا نیک لڑکا تجھے دینے کے لیے میں آیا ہوں۔

بشارت پر تعجب

مریم رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو تعجب میں کہنے لگی: ﴿اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ﴾ ارے! مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ مجھے کیسے اولاد ہوگی؟

اس لئے کہ: ﴿وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا﴾

آج تک پوری زندگی میں کسی مرد نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور میں کوئی زنا کرنے والی عورت بھی نہیں ہوں؛ یعنی میری شادی بھی نہیں ہوئی، اور میں کوئی گندی عورت بھی نہیں ہوں کہ کسی مرد سے میرا حرام تعلق ہو، پھر مجھے کیسے لڑکا ہوگا؟

اللہ ہماری بہنوں کو ایسی پاک دامنی دے، کیسے یقین کے ساتھ بول رہی ہے، کہ: آج تک زندگی میں مجھے کسی پرائے مرد نے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔

میری دینی بہنو! ایک عورت کسی انسان کے سامنے تو جھوٹ بول سکتی ہے، اپنے

نئے نئے شوہر کو خوش کرنے کے لیے تو جھوٹ بنا سکتی ہے کہ ''آج تک کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا''، لیکن یہ بات تو فرشتہ سے ہو رہی ہے، فرشتہ اللہ کے یہاں سے آتا ہے، گویا یہ معاملہ اللہ سے ہو رہا تھا، یہاں جھوٹ اور بناوٹ نہیں ہو سکتی۔

میری دینی بہنو! آج ایسی نیتیں لے کر جاؤ، ایسے جذبات لے کر جاؤ، ایسے ارادے لے کر جاؤ کہ کوئی پرایا مرد، غیر محرم ہم کو ہاتھ نہیں لگائے گا، ہمارے بدن کو نہ دیکھ سکے گا، اس طرح پاک دامن رہ کر بچ بچ کر زندگی گزارو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں ہم سے راضی ہو جائیں گے۔

چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں کہا:

﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾

فرشتے نے کہا: ایسے ہی ہو جائے گا، تمھارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لیے ایک معمولی بات ہے۔

یعنی اللہ اپنی قدرت سے بغیر مرد کے تجھے نیک صالح بیٹا عطا فرمائیں گے۔

خدا تعالیٰ کا نظامِ تخلیق

دیکھو میری دینی بہنو! ایک عجیب بات سمجھو، اللہ نے دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا فرمائے، جتنے مرد، جتنی عورتیں ان کو چار طریقوں سے پیدا فرمایا ہے:

① حضرت آدم علیہ السلام کو مرد و عورت دونوں کے بغیر پیدا فرمایا، کوئی مرد نہیں تھا، کوئی عورت نہیں تھی، اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا فرما دیا، یہ پہلا طریقہ ہے۔

② صرف مرد ہو، عورت نہ ہو، جیسے کہ ماں ''حوا'' کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا،

حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے اللہ نے ماں حوا کو پیدا فرمایا، اس میں کوئی عورت نہیں تھی، صرف مرد ہے حضرت آدم علیہ السلام۔

③ صرف عورت ہو، مرد نہ ہو، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بغیر مرد کے صرف عورت سے پیدا فرمایا۔

④ چوتھا طریقہ دنیا میں عام طور پر جو ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ﴿وَلِنَجۡعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾

مریم! تیرے بیٹے کو ہم قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں گے کہ ہم وہ قدرت والے ہیں کہ بغیر مرد کے ہم انسان کو پیدا کر سکتے ہیں، تمھارا بیٹا ہماری قدرت کی ایک نشانی ہوگا۔

اور آگے فرمایا: ﴿وَرَحۡمَةً مِّنَّا﴾

اور تمام انسانوں کے لیے رحمت ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تھے رحمت ہی رحمت تھے، قبروں پر جاتے اور مُردوں کو زندہ کر کے کھڑا کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ میں مٹی لیتے، مٹی سے پرندہ بناتے اور اس میں روح پھونک کر ہوا میں اڑا دیتے۔ کوئی ماں کے پیٹ میں سے اندھا پیدا ہوتا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی آنکھوں پر انگلی پھرا دیتے، اس اندھے کی آنکھیں اچھی ہو جاتیں۔ چمڑی پر کوڑھ کی بیماری والے آتے، جن کو ماں کے پیٹ سے یہ بیماری

ہوتی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ پھرادیتے وہ اچھا ہوجاتا تھا۔

میری دینی بہنو! آج کے زمانے میں میڈیکل سائنس اتنی آگے بڑھ گئی ہے؛ لیکن جو بچہ ماں کے پیٹ سے اندھا نکلے، جو بچہ ماں کے پیٹ سے کوڑھ کی بیماری والا نکلے اس کو آج کے ڈاکٹر لوگ اچھا نہیں کرسکتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ایسا رحمت والا بنایا تھا کہ ماں کے پیٹ سے اندھے پیدا ہونے والے اور کوڑھ والے کو اپنا ہاتھ پھراتے اور وہ اچھا ہوجاتا تھا۔

یہ تو دنیا میں تھے اس وقت رحمت تھے، ابھی آسمان سے اتر کر دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو اس وقت بھی رحمت بنیں گے۔

آپ کے آنے پر پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوجائے گا، مسلمانوں کو پوری دنیا میں حکومت ملے گی اور اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کو نکالیں گے، موسلا دھار بارش برسے گی، پھل بہت ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اتنے بڑے پھل فروٹ ہوں گے کہ ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک پوری جماعت اس کو کھاتے کھاتے تھک جائے گی اور اس کا جو چھلکا ہوگا، اس کو چھاتا (چھاتا) بنا کر لوگ سایہ حاصل کریں گے، اتنے بڑے بڑے انار دنیا میں پیدا ہوں گے۔

آپ علیہ السلام کے آنے پر پوری دنیا میں رحمت، برکت ہوجائے گی، جھگڑے ختم ہوجائیں گے، امن وامان ہوجائے گا، انصاف ہوجائے گا۔

اللہ نے عجیب بات فرمائی کہ: مریم! تیرا بیٹا ابھی بھی رحمت ہے، بعد میں بھی رحمت ہے۔

اس کے بعد آگے ارشاد فرمایا: ﴿وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا﴾

مریم! یہ اللہ تعالیٰ نے طے فرمالیا ہے کہ تیرے یہاں اولاد ہونی ہی ہونی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت

بہر حال! حضرت جبرئیل علیہ السلام پاس میں آئے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے کرتے کے گریبان کو چٹکی سے پکڑا اور کھینچا، پھر آستین میں پھونک ماردی، حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پھونک مارنے کی وجہ سے فوراً حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حمل ہوگیا، حمل ہونے کے بعد فوراً حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بچہ بھی ہوگیا، سیکنڈوں میں یہ کام ہوگیا، کوئی دیر نہیں لگی؛ چونکہ اللہ کی قدرت سے یہ سب ہورہا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝٢٢﴾

پھر ہوا یہ کہ مریم کو اس بچہ کا حمل ٹھہر گیا، اور جب ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ اس کو لے کر لوگوں سے الگ ایک دور مقام پر چلی گئیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جب حمل ہوگیا اور پیٹ بڑا ہوگیا تو شرم کی وجہ سے بیت اللحم میں ایک طرف بیٹھ گئی۔ کہتے ہیں کہ: یہ ولادت کا واقعہ زوال کے وقت کے بعد ہوا ،اس وقت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عمر ایک قول کے مطابق دس سال کی تھی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا دل ہی دل میں سوچتی ہے کہ اب کیا کروں؟ پہلی مرتبہ حمل ہے، کوئی مدد کرنے والا بھی نہیں ہے، کون میری مدد کرے؟ کیا کھاؤں؟ کیا پیوں؟

پریشان ہیں، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اسی پریشانی کے عالم میں اٹھ کر ایک طرف چلی گئیں۔

بچہ ماں کے پیٹ میں کتنے مہینہ رہتا ہے؟

میری دینی بہنو! یہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے فوری حمل اور فوری ولادت کا ہونا اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ ہماری شریعت کا قانون یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: ایک عورت کم سے کم چھ ماہ حمل سے رہ سکتی ہے؛ یعنی چھ مہینے میں کم از کم اس کو بچہ پیدا ہوسکتا ہے، یہ ثابت ہے۔

اس لیے اگر کسی بہن کو چھ مہینے میں بچہ ہو جائے تو اس پر غلط تہمت لگانا جائز نہیں ہے، ایسے عام حالات میں نو مہینے میں بچہ ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بچہ ماں کی پیٹ میں زیادہ سے زیادہ دو برس تک رہ سکتا ہے؛ یعنی کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کی مدت ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایک غلط بات چل پڑتی ہے، کسی بہن کو شادی کے چھ مہینے بعد، ساڑھے چھ مہینے بعد، سات مہینے کے بعد اگر بچہ ہو گیا تو ہماری بہنیں اس پر تہمت لگاتی ہے -نعوذ باللہ- کہ یہ شادی سے پہلے کا بچہ ہے۔

میری دینی بہنو! تہمت لگا کر اپنی زبانوں کو گناہ میں مبتلا مت کرو۔

میرے مشاہدے کی بات

ایک نوجوان لڑکا مجھ سے تعلق رکھتا ہے، اس کے بچے سب کے سب صرف سات مہینے میں پیدا ہوئے تھے، اب تو ماشاء اللہ! وہ بچے بھی بڑے ہو گئے اور ہمارے مدرسے میں حفظ کرنے کے لیے آنے لگے، مدرسے میں وہ بچے میرے پاس آتے ہیں

تو میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے کہتا ہوں کہ: ''یہ سات مہینے والا آیا''۔

عورت ولادت کے وقت کہاں جائے؟

ہمارے یہاں عام طور پر جو رواج ہے کہ پہلی مرتبہ میں لڑکیاں اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہیں، یہ کوئی غلط رواج نہیں ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو پہلی ولادت میں زیادہ شرم آتی ہے، مدد کی ضرورت پڑتی ہے، ماں کے گھر میں اس کو انس ملتا ہے؛ اس لیے اگر ماں کے گھر جائے تو اس میں کوئی بری بات نہیں ہے۔

اب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ کہاں ٹیک لگاؤں؟

ان کو ایک کھجور کا درخت نظر آیا اور وہ کھجور کا درخت کیسا تھا؟ بالکل سوکھا، اس پر پتے نہیں تھے، اس پر پھل بھی لگے ہوئے نہیں تھے، صرف کھجور کے درخت کا لکڑا کھڑا ہوا تھا، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس درخت کے پاس پہنچ گئیں۔

اللہ کی مدد: بے جان میں جان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ﴾

پھر زچگی کے درد نے انھیں ایک کھجور کے درخت کے پاس پہنچا دیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو درد شروع ہوا، وہ کھجور کا درخت اللہ کے فضل سے تازہ ہو گیا۔

عورت کو حمل کی وجہ سے درد

اس سے معلوم ہوا کہ درد کا ہونا یہ فطری چیز ہے اور جو درد ہوتا ہے اتنا خطرناک

ہوتا ہے کہ اللہ نے خود اس درد کو قرآن میں ذکر فرمایا:

﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (الأحقاف:۱۵)

ترجمہ: اس کی ماں نے اس کو بڑی تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف سے اس کو جنا۔

اور جب بچہ باہر آتا ہے تب بھی بہت درد ہوتا ہے۔

ولادت کے وقت عورت کو ایسا درد ہوتا ہے کہ موت اور درد میں صرف ایک درجہ باقی رہ جاتا ہے؛ اسی لیے بچے کی پیدائش کے وقت کسی عورت کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو شہید کا درجہ عطا فرماتے ہیں۔

ماں کو ستانے سے پہلے سوچو

میں اپنے نو جوان بھائیوں اور بہنوں کو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ: اپنی ماں کی نافرمانی کرنے سے پہلے سوچو، جس ماں نے اتنے درد کے ساتھ، اتنی تکلیف کے ساتھ تم کو جنم دیا، تم کیسے اس ماں کے دل کو دکھاتے ہو؟ اس کی نافرمانی کرتے ہو؟

کبھی ماں کا دل مت دکھانا، ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے؛ اس لیے کبھی ماں کی بددعا مت لینا؛ ورنہ تمھاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائے گی۔

ایک ماں کی درد بھری نصیحت

ایک بات یاد آئی، ہمارے یہاں ایک قصہ ہوا، وہ میں آپ کو سناتا ہوں: ہمارے یہاں ایک لڑکے نے ایک لڑکی کے ساتھ غلط تعلق کر کے شادی کر لی، اس لڑکی کی فیملی والے ناراض تھے؛ لیکن عدالت کے سہارے سے شادی ہو ہی گئی، شادی

ہونے کے بعد بہت دنوں تک لڑکی والے ناراض رہے، وہ میاں بیوی زندگی گزارنے لگے، وہ لڑکی حاملہ ہوئی اور ولادت کے وقت اس کو ہسپتال لے گئے۔

دیکھو! اللہ کی شان، آخر ماں، ماں ہوتی ہے

اس لڑکی نے ماں کا دل دکھا کر شادی کی تھی؛ اس لیے ماں اس لڑکی سے تعلق نہیں رکھتی تھی؛ لیکن جب سنا کہ میری لڑکی کو ہسپتال لے گئے ہیں اور بچہ ہونے والا ہے تو ماں اپنے دل پر پتھر رکھ کر ہسپتال پہونچ گئی۔

ادھر بچہ پیدا ہوا اور فوراً مر گیا، اب وہ لڑکی ادھر ادھر کی باتیں بولنے لگی، اس میں اس کی زبان سے -نعوذ باللہ- اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخی ہوگئی کہ:

اچھا! یہ بچی نو مہینے تک میرے پیٹ میں رہی اور پیدا ہو کر مر گئی، اللہ نے مجھے اتنی تکلیف دی۔

یہ بے ادبی اس لڑکی کی زبان سے ہوئی۔

دینی بہنو! مصیبت میں ایسے کلمات نہیں بولنے چاہیے؛ بلکہ صبر کر کے اجر و ثواب حاصل کرنا چاہیے، جو بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں وہ آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اب سنو! جب اس کی ماں نے اس کی بے ادبی کی بات سنی تو اس کی ماں اس کے بستر کے پاس کھڑے ہو کر کہتی ہے کہ: بیٹی! آج تجھے اتنی تکلیف ہو رہی ہے، تیری لڑکی پیدا ہوئی، مر گئی؛ حالاں کہ تو نے اس لڑکی کو اپنی چھاتی سے ایک قطرہ بھی دودھ نہیں پلایا، تو نے ایک مرتبہ بھی اپنی اس لڑکی کو غسل نہیں کرایا، تو نے اپنی اس بچی کا ایک

مرتبہ بھی پاخانہ صاف نہیں کیا۔

میری لاڈلی بیٹی! میں نے تو تجھے بچپن میں دو برس دودھ پلایا تھا، میں نے تیرا پاخانہ صاف کیا تھا، نہلا دھلا کر محنت سے تجھے بڑا کیا تھا، آج بغیر محنت کی تیری لڑکی مرگئی تو تجھے اتنا دکھ ہورہا ہے تو جس ماں نے تیرے پیچھے محنت کر کے تجھے بڑا کیا تھا جب اس ماں کا دل دکھا کر تو نے ناجائز تعلق کے ذریعہ شادی کر لی تو تیری ماں کا دل کیسا دکھا ہوگا؟ اس کو ذرا سوچ لے۔

ماں باپ کو ستاؤ گے تو اولاد تم کو ستائے گی

اس لیے میں اپنی جوان بہنوں اور بھائیوں کو کہا کرتا ہوں کہ: آج اگر حد سے باہر نکل کر ماں باپ کا دل دکھاؤ گے تو یاد رکھو اللہ کی قدرت ہے ''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' آج تم نے تمھارے ماں باپ کا دل دکھایا، کل تمھاری اولاد تمھارا دل دکھائے گی، یہ خدا کا نظام ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ تم تمھارے والدین باپ دادا سے اچھا برتاؤ کرو، تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔

سمجھانے کے لیے ایک لطیفہ کے انداز کا واقعہ

ممبئی ائیر پورٹ کے بالکل قریب میرے ایک عزیز رہتے ہیں (اب تو وہ دوسری جگہ رہنے کے لیے چلے گئے) بہت ذہین، بہت ہوشیار اور انگلش بھی ان کو اچھی آتی ہے، ان کی طالبِ علمی کے دور میں میں کہا کرتا تھا کہ: یہ اپنے زمانہ کا ''مفتی تقی عثمانی'' بنے گا، اس نے آکر ابھی مجھے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ:

میری شادی کے بعد میرے یہاں لڑکی کی ولادت ہوئی، اب یہ بچی چار سال کی ہوئی، اس کی حالت یہ ہے کہ وہ مستی اور شرارت کرتی ہے، وہ ایسی طوفانی لڑکی ہے کہ رات کو بھی سونے نہیں دیتی، دن میں بھی سونے نہیں دیتی، اس کی وجہ سے میں بھی پریشان رہتا ہوں، اس کی ماں؛ یعنی میری بیوی بھی پریشان رہتی ہے۔

کہا کہ: ایک دن میری والدہ اور میری بیوی میری چھوٹی بچی کو لے کر ہمارے پرانے گھر گئے تو میری بیٹی کی طوفان مستی کو دیکھ کر پرانے گھر کے پورے محلے والے میرا نام لے کر یہ کہنے لگے کہ: آج تو تیری بچی کی شرارت دیکھ کر تیرا بچپنا ہم کو یاد آ گیا کہ جب تو بچہ تھا تو تو تیرے ماں باپ کو اسی طرح ستاتا تھا، آج تیرے گھر میں جو لڑکی ہوئی وہ بھی ایسی ہی ہوئی جو اپنے ماں باپ کو خوب ستاتی اور پریشان کرتی ہے، یہ تو بچپن کی ایک غیر شعوری دور کی بات ہے۔

اللہ کا نظام

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ: آج اپنے ماں باپ کو پریشان کروگے تو کل تمھاری اولاد تم کو پریشان کرے گی؛ اس لیے میری جوان بہنوں سے درخواست ہے کہ اپنے ماں باپ کا دل خوش رکھنا، کبھی ان کے دل کو ناراض مت کرنا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے یہاں اولاد

بہرحال! حضرت مریم رضی اللہ عنہا اٹھ کر اس کھجور کے درخت کے پاس پہونچی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ

هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ (مریم)

ترجمہ: پھر ولادت کے وقت کا درد اس (مریم) کو کھجور کے درخت کے پاس لے گیا، وہ (مریم) بولی: کاش کہ اس حالت سے پہلے ہی میں مرگئی ہوتی اور مر کر ایسی ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی!۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ایک طرف درد ہورہا ہے، درد کی وجہ سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا پریشان ہیں، دوسری طرف جنگل میں اکیلی ہیں، کوئی مدد کرنے والا نہیں، کھانے پینے کا سامان نہیں۔

موت کی آرزو

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ بات نکلی: اے کاش کہ میں مرگئی ہوتی، مجھے یہ دن دیکھنے نہ ملتا، لوگ مجھے بھول چکے ہوتے، میں بھولی بسری ہوجاتی۔

ایسی پریشانی ہوئی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا موت کی تمنا اور آرزو کررہی ہے۔

میری دینی بہنو! ہماری شریعت کے قانون میں ہم موت کی تمنا نہیں کرسکتے، اور خودکشی (આપઘાત) حرام ہے، یہ مرنے کی تمنا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کرلی، ان کی شریعت میں اس وقت جائز ہوگا، بہت سی مرتبہ مارے دکھ کے ہماری بہنیں بول دیتی ہیں "میں مرجاؤں، میری موت آجائے" ایسا کبھی اپنی زبان سے نہیں بولنا چاہیے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر حال کا غلبہ تھا اور حال کے غلبے میں بے اختیار و بلا ارادہ ایسا جملہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکل گیا، وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بشارت بھول گئی کہ تمھارے گھر میں نیک بیٹا آرہا ہے۔

دوسری طرف بدنامی کا ڈر تھا کہ بغیر شادی کا بچہ ہے، لوگ بدنام کریں گے۔

جنگل میں سہارا

اب جا کر اس کھجور کے درخت کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں، جنگل میں ایک درخت کا سہارا مل گیا؛ لیکن بھوک لگی ہے، پیاس لگی ہے، کیا کروں؟ بچہ پیٹ میں ہے اور پورا بچہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کیسے عجیب طریقہ سے غیب سے کھانے پینے کا انتظام فرما دیا؟

خود حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی لحاظ کر رہے ہیں

دیکھو! اللہ کی قدرت حضرت جبرئیل علیہ السلام پھر وہاں آئے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا ذرا اونچی جگہ پر کھجور کے درخت کو ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نیچے کھڑے رہے، اوپر نہیں آئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی لحاظ کیا کہ مریم رضی اللہ عنہا کو شرم محسوس ہوگی؛ اس لیے کہ پیٹ میں بچہ ہے، پیٹ بڑا ہے، ٹیک لگا کر بیٹھی ہیں۔

اِس سے سیکھنے کو ملا کہ اس طرح کے موقع پر محرم مردوں کو بھی لحاظ کرنا چاہیے۔

تسلی

نیچے کی جانب کھڑے کھڑے ہی جبرئیل امین علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو آواز لگائی اور یہ آواز تسلی دینے کے لیے دی:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝۲۴

ترجمہ: سو اس (جبرئیل) نے اس (مریم) کو اس کے نیچے (کی جگہ) سے آواز دی کہ: تو غم نہ کر، تیرے نیچے تیرے رب نے پانی کا ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

جنگل میں پانی کا نظم

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پاؤں مارا اور جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں وہاں سے بہترین ٹھنڈا پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ: وہاں ایک نہر تھی، وہ بالکل سوکھی تھی، اسی میں پانی جاری ہوگیا۔

آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مریم! گھبراؤ مت، تمھارے نیچے سے اللہ تم کو ایک سردار بیٹا عطا فرما رہے ہیں۔

دنیا میں اسباب اختیار کرنا ہے

پانی تو مل گیا، اب کھانا چاہیے، کھانے کے لیے اللہ نے کیا کروایا؟ فرمایا:

وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ بِجِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ تُسَٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبٗا جَنِيّٗا ﴿٢٥﴾

ترجمہ: اورتو اپنی طرف کھجور کے تنے کو (پکڑ کر) ہلا (اس ہلانے سے) تازہ پکی کھجوریں تجھ پر گریں گی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے دل میں سوچا ہوگا کہ خداوندا! اس پر تو پتے بھی نہیں ہے تو کھجور کہاں سے آئے گی؟ یہ تو سوکھا درخت ہے، اس میں تو جان بھی نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: مریم! درخت کو ہلانا تمھارا کام ہے تازی تازی کھجور گرانا ہمارا کام ہے، تم محنت کرو، ہم تم کو عطا کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے دل میں الہام فرمایا کہ ''درخت ہلاؤ اور اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرو۔

سوکھے درخت کو ہلاتے ہی درخت کی چوٹی پر شاخیں آئیں، پتے آنے لگے، اور اس پر کھجوریں آگئیں۔ یہ دنیا دار الاسباب ہے، اس میں محنت کرنی پڑتی ہے، دیکھو!

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے چھوٹے چھوٹے اسباب اختیار کروائے اور اسباب کو اپنانا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

ہماری بہت سی بہنیں ایسی ہوتی ہیں، شوہر بیمار ہے، کما نہیں سکتا یا شوہر کا انتقال ہو گیا، تو وہ بے چاری کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتی، سوال نہیں کرتی، پردہ کے پیچھے رہ کر چھوٹا موٹا ہنر کر کے روزی کما کر اپنا گزران چلاتی ہے، یہ شریعت کی مبارک تعلیم ہے کہ حلال روزی کے لیے کچھ اسباب اختیار کرنا پڑے تو کرو اور اس کے ذریعہ سے حلال روزی حاصل کرو۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی بہت بڑے کاروبار والی عورت تھی، مکہ سے لے کر ملکِ شام تک حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی تجارت چلتی تھیں؛ لہذا جس بہن کے لیے روزی کا کوئی نظم نہ ہو، وہ شریعت کی حد میں رہتے ہوئے حلال روزی کمائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

مردہ درخت زندہ ہو گیا

اللہ کے حکم کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس درخت کو ہلایا، ایک مرا ہوا درخت جس پر پتے بھی نہیں ہے اللہ کی نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے مبارک ہاتھ لگاتی ہیں، اللہ اس درخت کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں سے تازی تازی کھجور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس گرنے لگی۔

بے موسم کھجور اللہ کا انعام

غرض! اٹھ کر کہیں جانا بھی نہیں پڑا، وہیں پانی ہے، وہیں کھجور ہے۔

اور کھجور بہترین کھانا ہے خصوصاً ان لوگوں کے لیے جن کے بدن میں خون کی کمی ہو، حدیث میں آتا ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب رخصتی ہونے والی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن کمزور، دبلا، پتلا تھا تو ان کی امی جان نے ان کے بدن میں طاقت آئے اس کے لیے کھجور اور ککڑی کھلائی۔

بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور بہت فائدہ والی چیز ہے

یہ کھجور اور ککڑی کھانا صحت (Health) کے لیے بہت اچھی چیز ہے، اس سے خون پیدا ہوتا ہے؛ اس لیے ولادت کے زمانے میں عورتوں کو کھجور، چھوہارے وغیرہ چیزوں کو زیادہ استعمال کرنا چاہیے، بہت فائدہ کی چیز ہے۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے زمانے میں کھجور سب سے زیادہ فائدہ والی چیز ہے؛ اس لیے کہ اگر اس حالت میں اس سے بہتر کوئی فائدہ کی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو وہ کھلاتے۔

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بات ہو رہی ہے، ایک عورت پاک دامن رہے، ایک عورت اپنی عفت کی حفاظت کرے، اللہ سے ڈرے، اللہ کی عبادت کرے تو اللہ اس کو جنگلِ بیابان میں کھجور کھلاتے ہیں، ٹھنڈا پانی پلاتے ہیں، اس کی تسلی کے واسطے جبرئیل امین علیہ السلام کو بھیجتے ہیں اور اللہ اس کی مدد فرماتے ہیں، اس کو نیک صالح بیٹا عطا فرماتے ہیں، آگے کی بات ان شاء اللہ آئندہ مجلس میں ذکر کی جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

(تیسری قسط)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا عجیب واقعہ)

اس بیان کی اہم اہم باتیں

اپنے بچوں کو یہ عقیدہ بھی سکھاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو پیدا فرمایا تھا، اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کسی سے کوئی غلط تعلق نہیں ہوا، وہ پاک دامن تھیں۔

حکما کا کہنا ہے کہ: کھانے سے پہلے اور درمیان میں پانی پینا فائدہ مند ہے اور کھانے کے فورا بعد پانی نہ پیو، کچھ دیر کے بعد پیو تو ACDT کی تکلیف سے راحت ہوتی ہے۔

خاموش رہنا بہت سے فتنوں کا علاج ہے، خاموشی بہت قیمتی دولت ہے، ہاں! ضرورت کے موقع پر ضروری بات کرنی چاہیے، ضروری وضاحت کر دینی چاہیے۔

جس نے کسی کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تو طعنہ دینے والے کی اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے؛ اس لیے کبھی کسی کو گناہ پر طعنہ مت دینا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَنَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ﴿۲۶﴾ (مریم)

ترجمہ: اب تو (کھجور) کھا اور تو (چشمے کا) پانی پی اور (بچے کو دیکھ کر) آنکھ ٹھنڈی رکھ، پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھ لیوے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: میں نے (اللہ) رحمٰن کے لیے ایک روزے کی منت مانی ہے؛ اس لیے میں آج کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی ﴿۲۶﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ تعالیٰ کی چار بڑی نعمتیں

گذشتہ کل بات یہاں تک پہونچی تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واسطے اس جنگلِ بیابان میں چار بڑی بڑی نعمتوں کا انتظام فرمایا:

① اکیلی تھی تو تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔

② ٹیک لگانے کے لیے ایک کھجور کے درخت کا انتظام ہوا۔

③ ٹھنڈے پانی کا بہترین چشمہ جاری کر دیا۔

④ کھانے کے واسطے بہترین تازی تازی کھجور اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

جب یہ چاروں نعمتوں کا انتظام ہو گیا تو اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا: ﴿فَكُلِي وَاشْرَبِي﴾

مریم تازی تازی کھجور کھاؤ اور یہ ٹھنڈا میٹھا (پانی) پیو۔

کھانا، پانی اور دستر خوان کی ترتیب

یہاں آیتوں میں غور کرنے کا مقام ہے کہ جب انتظام کرنے کا موقع تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے پانی کا انتظام ہوا: ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾

پھر کھانے کی کھجور کا انتظام ہوا اور جب استعمال کرنے کی باری آئی تو فرمایا کہ: پہلے کھجور کھاؤ، بعد میں پانی پیو۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ دستر خوان پر پانی، مشروبات (Drinks) وغیرہ پہلے رکھ دیے جاتے ہیں، کھانا بعد میں آتا ہے۔

بلکہ بعض بزرگوں کے یہاں یہ طریقہ رہا کہ پہلے گھر کے لوگ دستر خوان پر بیٹھ جائیں یا مہمان بیٹھ جائیں اس کے بعد دستر خوان پر کھانا رکھا جائے۔

پہلے سے اگر کھانا رکھ دیا جائے بعد میں آ کر لوگ بیٹھیں تو یہ کھانے کی ایک طرح بے ادبی سمجھی جاتی ہے، ایسا سمجھا جاتا ہے کہ گویا ''کھانا ہمارا انتظار کر رہا ہے'' اس

لیے جب لوگ آ کر بیٹھ جائیں، اس کے بعد کھانا رکھا جائے۔

میرے پیر و مرشد کے یہاں کا معمول

میرے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دیوبند کی چھتہ مسجد مہمانوں کو اولاً صف میں بٹھا دیا جاتا، پھر کھانے سے بھری پلیٹ دستر خوان پر ہم خدام کو رکھنے کی سعادت حاصل ہوتی۔

اور کھانے میں ترتیب یہی ہوتی ہے کہ پہلے کھانا کھاتے ہیں، بیچ میں یا بعد میں پانی پیتے ہیں۔

ACDT سے بچنے کا نسخہ

ایسے حکیم لوگ کہتے ہیں کہ: کھانے سے پہلے اور درمیان میں پانی پینا فائدہ مند ہے اور کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیو، کچھ دیر کے بعد پیؤ تو ACDT کی تکلیف سے راحت ہوتی ہے۔

کھانے کا ادب

جب کھانے سے لوگ فارغ ہو جائیں تو پہلے کھانا اٹھا لیا جائے، بعد میں کھانے والے لوگ دستر خوان سے اٹھے، یہ کھانے کا ایک ادب ہے؛ لیکن اگر دوسری صف لگنے والی ہو، کچھ لوگ اور باقی ہوں تو پھر کھانا اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، پہلے جو لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے وہ اٹھتے جائیں اور دوسرے لوگ آ کر دستر خوان پر شامل ہوتے جائیں، یہ کھانے کا ایک ادب ہے۔

تکمیلِ ضروریات کے اسباب کا انتظام، یہ بھی اللہ کی نعمت ہے

یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہماری تمام ضروریات کو پورا فرمایا اور اس کے لیے اسباب کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرما دیا، کھانا پینا ہماری ضرورت ہے، وہ ضرورت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی اور اس کے لیے اسباب کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرما دیا۔

نیک اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک

آگے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَرِّيْ عَيْنًا﴾

مریم! اپنے بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔

جس اولاد کو دینی کاموں میں دیکھ کر دل کو اطمینان اور سکون ملے وہ اولاد رحمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

جو اولاد نیک، دین دار، اللہ کی اور ماں باپ کی مطیع اور فرماں بردار ہو، وہ اولاد ماں باپ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ورنہ میری دینی بہنو! کھانے کی نعمتیں، پینے کی نعمتیں، پہننے کی نعمتیں، رہنے کی نعمتیں، گاڑی کی نعمت سب کچھ حاصل ہو؛ لیکن اگر اولاد نافرمان ہے تو ماں باپ کی زندگی کا سکون ختم ہوجاتا ہے، پھر عالیشان بنگلوں میں بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا، پھر شاندار گاڑیوں میں بھی چین نصیب نہیں ہوتا۔

ہاں! اگر اولاد نیک، دین دار اور ماں باپ کی خدمت گذار ہیں تو چھوٹا سا مکان، سیدھی سادی زندگی میں بھی انسان کو بڑا مزہ آتا ہے؛ اس لیے ہمیشہ اللہ سے

دعا بھی کرو اور اولاد کی ایسی تعلیم و تربیت کی فکر کرو کہ اولاد مستقبل (Future) میں تمھارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون بنیں۔

اللہ کے نیک بندوں کی ایک جامع دعا

اس کے لیے قرآن میں بہت اچھی دعا آئی ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿۷۴﴾ (الفرقان)

ترجمہ: اور وہ (رحمٰن کے بندے دعا میں یہ) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو ہم کو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور تو ہم کو تقویٰ والوں کا امام بنادے ﴿۷۴﴾

یہ اللہ کے نیک بندوں کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے: عورتیں اِس دعا میں یہ نیت کریں کہ: اے ہمارے رب! تو ہمارے شوہر کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

اسی طرح اولاد کو بچپن سے ہی مکتب، مدرسہ کے ذریعہ اچھی تعلیم دلواؤ اور گھر میں اسلامی اخلاق، اسلامی آداب، سنتیں سکھاؤ، اور اسلامی تربیت کرو۔

باقی اولاد کے پاس کاروبار بہت بڑا ہے؛ لیکن وہ دین دار نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کی نافرمانی اور گناہ میں زندگی گذار رہے ہیں تو وہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہیں، وہ ماں باپ کے لیے ''آنکھوں کا کانٹا'' ہے۔

جب ہماری اولاد دین دار اور پرہیز گار بن جائے گی تو ہم اس پرہیز گار اولاد

کی پوری جماعت کے لیڈر رہوں گے؛ کیوں کہ ماں اور باپ گھر کے بڑے ہوتے ہیں، ذمے دار ہوتے ہیں۔

نافرمان شوہر یا بیوی یا اولاد کے لیے ایک قیمتی نسخہ

یہ بہت پیاری دعا ہے؛ بلکہ میں تو آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ سنت اور نفل نمازوں میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھو، خاص کر جن بہنوں کی اولاد نہیں ہیں یا جو بہنیں اولاد کی لائن سے پریشان ہیں وہ فرض نماز کے بعد تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اس دعا کو پڑھا کریں، اسی طرح جن کو شوہر کی لائن کی تکلیف ہو وہ بھی یہ دعا سنت و نفل نماز میں آخری قعدہ میں التحیات و درود شریف کے بعد اور فرض نماز کے سلام کے بعد بھی پڑھیں، ان شاء اللہ! اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یقین

چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اس پر عمل کیا، ٹھنڈا پانی پی رہی ہیں، کھجور کھا رہی ہیں، دودھ پیتا معصوم بچہ اپنی گود میں ہے، اس کا چہرہ دیکھ رہی ہیں، دل کو سکون اور اطمینان مل رہا ہے؛ لیکن اب سوال یہ تھا کہ اس جنگل میں کب تک بیٹھی رہے؟

اس لیے کہ بیت المقدس سے تقریباً آٹھ میل دور بیت اللحم (Bethlhum) میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا تھیں، اب گھر بھی تو جانا ہے، اگر نہیں جاؤں گی تو وہ لوگ فکر کریں گے اور تلاش کریں گے۔

اس بات کا بھی ڈر تھا کہ بیٹے کو لے کر جاؤں گی تو گھر کے لوگ سوال کریں گے کہ: مریم! شادی سے پہلے یہ بچہ کہاں سے آیا؟ لوگ زنا کی تہمت لگائیں گے۔

لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ پر اطمینان اور یقین تھا کہ جس اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ بیٹا عطا فرمایا ہے وہ اللہ میرا پاک ہونا ظاہر فرمائیں گے، مجھے عزت عطا فرمائیں گے اور کوئی مجھے کچھ نہیں کر سکے گا۔

دینی بہنو! اگر اللہ کی ذات پر یقین ہو تو اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو ان شاء اللہ! آسان فرمائیں گے، آج تو یقین ہی کی کمزوری ہے، دل میں یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں اللہ یہ کام کریں گے؟ یا نہیں کریں گے؟

لوگوں کے سوال پر اللہ کی طرف سے بتایا گیا ایک عجیب طریقہ

اللہ تعالیٰ نے ایک طریقہ بتلایا کہ: لوگ اگر سوال کریں یہ جواب دینا:

فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ۙ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾

ترجمہ: پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھ لیوے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: میں نے (اللہ) رحمٰن کے لیے ایک روزے کی منت مانی ہے؛ اس لیے میں آج کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی ﴿۲۶﴾

پہلے روزے کی منت مان لینا اور اس کے بعد صحیح صحیح بتلا دینا کہ آج میرا روزہ ہے اور روزے کی حالت میں میں کسی سے بات نہیں کروں گی، یہ جواب دے دینا اور خاموش رہنا، تمھاری خاموشی ان لوگوں کے فتنے کو دبانے کے لیے بہترین علاج ہوگا۔

فتنوں سے حفاظت کا مجرب نسخہ

میری دینی بہنو! خاموش رہنا بہت سے فتنوں کا علاج ہے، اگر آپ نے اپنی

زندگی میں یہ صفت اپنائی تو اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ! بڑے بڑے فتنوں اور جھگڑوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے، یہ خاموشی بہت قیمتی دولت ہے، ہاں! ضرورت کے موقع پر ضروری بات کرنی چاہیے، ضروری وضاحت کر دینی چاہیے۔

میرے پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

میرے پیرومرشد حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: فتنے کے زمانے میں جب لڑائی، جھگڑے کا ماحول ہو، ایسے زمانے میں اگر اپنے آپ کو فتنے سے بچانا ہے تو کان اور آنکھ کھلی رکھو، اور زبان بند رکھو۔

یعنی کان کو کھلا رکھنا ہے، ان کو تو بند کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ بات سنتے رہو، کوئی بولے تو سنتے رہو، آنکھ سے دیکھتے رہو؛ لیکن زبان بند رکھو، فرمایا: جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ فتنوں سے اس کی حفاظت فرمائیں گے، یہ اللہ والوں کا بتایا ہوا عجیب علاج ہے۔

اِس امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم

میری دینی بہنو! اُس زمانہ میں ایسا روزہ بھی ہوتا تھا کہ صبح سے شام تک چپ چاپ رہنے کی منت مان لو کہ آج پورا دن میں چپ رہوں گی، بالکل نہیں بولوں گی، اس طرح کے روزوں کی منت اُس شریعت میں جائز تھی، گویا ان کے دین میں نہ بولنے کا روزہ رکھنے کی نیت بھی درست تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت پر بڑا کرم فرمایا کہ: ایسا روزہ ہماری شریعت میں نہیں ہے؛ لیکن ہم کو یہ تعلیم ہے کہ روزہ کی حالت میں اچھی بات بولو، غیبت مت کرو، جھوٹ

مت بولو، چغلی مت کرو، کسی کے ساتھ جھگڑے، فتنے مت کرو، قرآن اور تسبیح پڑھو، اللہ کا ذکر کرو، اللہ سے دعا کرو، دین کی باتیں بولو، اچھی باتیں بولو، اگر روزہ رکھ کر کسی کی غیبت کی، چغلی کی، جھوٹ بولے، گالی بولے تو روزہ کا نور اور ثواب کم ہو جاتا ہے۔

دو عورتوں کا عجیب واقعہ

فضائلِ اعمال میں آپ نے یہ قصہ سنا ہے کہ: دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا، پھر ان کو روزہ بہت لگا، روزے میں تکلیف ہوئی، مرنے کے قریب ہوگئیں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو ان دو عورتوں کے متعلق پوچھا گیا۔ حضور ﷺ نے ان کے پاس پیالہ بھیجا کہ اس میں قے (الٹی) کرو تو اس قے میں گوشت کے ٹکڑے نکلے، تازہ کھایا ہوا خون نکلا، لوگوں کو یہ منظر دیکھ کر بہت حیرت ہوئی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، گویا غیبت کرنا مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے، وہ ان کی قے سے ظاہر ہوا۔

غیبت کے نتیجے میں اس طرح گوشت، خون کا ظاہر ہونا نبیٔ کریم ﷺ کا معجزہ تھا۔

رمضان مشق کا زمانہ ہے

میری دینی بہنو! ہمیں پوری زندگی کیسے گذارنی چاہیے، روزہ اس کے لیے ایک مشق ہے، اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ رمضان کے دنوں میں مشق کرو کہ غیبت نہیں کروں گی، جھوٹ نہیں بولوں گی، چغلی نہیں کروں گی، تہمت نہیں لگاؤں گی؛ تاکہ یہ مشق پورے سال تم کو کام آئے، قرآنِ مجید کی آیت سے بھی یہ مفہوم نکلتا ہے، فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ (بقرۃ)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

یعنی رمضان کی برکت سے تم تقویٰ والے ہو جاؤ، ایسا تقویٰ جو پورے سال اور پوری زندگی حرام اور گناہ سے بچنے پر مدد کرے۔

کوئی بات آپ کو ناگوار گزرے تو میں پہلے ہی آپ کو Sorry کہہ دیتا ہوں، ہماری بہنوں کو روزہ رکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے، روزہ رکھنے میں وہ مردوں کے مقابلے میں بہت آگے ہیں؛ لیکن میں یوں کہا کرتا ہوں کہ: اگر چپ رہنے کا روزہ ہوتا تو شاید ہماری کوئی بہن روزہ نہ رکھ پاتی، اللہ صحیح سمجھ دیوے، اپنی زبانوں پر قابو رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، زبان کو غلط باتوں میں استعمال کرنے سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا تنہائی سے آبادی کی طرف

چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو گود میں لے کر جنگل سے بستی میں آئیں، بعض روایات میں ہے کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن لے کر آ گئیں اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ چالیس دن یعنی نفاس کے خون سے جب وہ پاک ہو گئی اس کے بعد آئیں۔

ایک غلط فہمی

ہمارے یہاں بعض بہنیں یہ سمجھتی ہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس روز

نماز معاف ہو جاتی ہے، چالیس روز بعد غسل کرے، پھر نماز پڑھے، یہ غلط بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے ساتھ عورت کو نفاس کا خون (M.c) چالو ہوتا ہے، جب تک نفاس کا خون چالو ہو وہاں تک نماز نہ پڑھیں، پھر غسل کر کے نماز شروع کر دیں۔

نفاس کا خون زیادہ سے زیادہ چالیس روز آ سکتا ہے، چالیس دن سے زیادہ ہو تو وہ بیماری ہے، اس میں نماز معاف نہیں۔

البتہ بہت ساری بہنوں کو چالیس روز سے کم نفاس کا خون آتا ہے، کسی کو تو ایک ہی دن یا چند ہی دن میں خون بند ہو جاتا ہے تو وہ عورت خون بند ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے، اور بعض بہنوں کو بالکل ہی نہیں آتا، ایسا بھی ہوتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی گود میں بچہ دیکھ کر لوگوں کا سوال

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾

ترجمہ: وہ (مریم) اس (لڑکے) کو (گود میں) اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی، وہ (قوم کے لوگ) کہنے لگے: اے مریم! تو نے تو بڑا غضب ہی کا کام کیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو گود میں اٹھایا اور لے کر اپنی قوم کے پاس آئی، سب نے دیکھا کہ مریم جنگل کی طرف گئی اور یہ بچہ لے کر آئی، کہنے لگے:

اے مریم! ابھی تو تیری شادی نہیں ہوئی تو یہ لڑکا کہاں سے لے کر آئی؟

❁❁❁

دوسروں کی بے جا فکر میں رہنے والے افراد

ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے ہیں جن کا کام ہی یہی ہوتا ہے کہ کس کے یہاں کیا ہوا؟ کون کیا کر رہا ہے؟ بس اسی فکر میں لگے رہتے ہیں، دوسروں کی بے جا فکر کرنا انھوں نے اپنی زندگی کا مشغلہ بنا رکھا ہے۔

اللہ ایسی عادت سے ہماری حفاظت فرمائے، اپنے کام سے کام رکھو، کہاں کیا ہوا؟ کس کے یہاں کیا ہوتا ہے؟ ان سب چیزوں میں اپنے آپ کو مت مشغول رکھو، اس کی وجہ سے نیکیاں کم ہو جاتی ہیں، گناہ بڑھ جاتے ہیں۔

لوگوں کا طعنہ

اس کے بعد لوگوں نے طعنے کے انداز میں کہا:

يَٰٓأُخۡتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمۡرَأَ سَوۡءٖ وَمَا كَانَتۡ أُمُّكِ بَغِيّٗا ﴿٢٨﴾

ترجمہ: اے ہارون کی بہن! تیرے والد کوئی برے آدمی نہیں تھے اور تیری ماں بھی کوئی بدکار عورت نہیں تھیں۔

یعنی اے ہارون جیسے بھائی کی بہن! تمھارا بھائی ہارون تو کتنا نیک آدمی تھا اور تم نے کتنا غلط کام کیا، شادی کے بغیر تجھے بچہ ہو گیا؟ لوگ طعنہ دینے لگے۔

طعنہ زنی خطرناک گناہ

میری دینی بہنو! کبھی کسی کو گناہ پر طعنہ مت دینا، حدیث میں آتا ہے کہ:

جس نے کسی کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تو طعنہ دینے والے کی اس وقت تک موت

نہیں آئے گی جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

طعنہ دینے والا گویا کہ اپنے آپ کو اس طرح کی برائی سے بری اور پاک خیال کرتا ہے اور سامنے والے کو حقیر اور چھوٹا سمجھتا ہے، اور اس کی حقارت اور برائی لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر تم کو کسی مسلمان سے خیر خواہی ہے تو اس کو تنہائی میں اس کی برائی پر سمجھاؤ۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کی ایک وجہ

میرے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ فرمایا کرتے ہیں کہ: آج بہت سے لوگ، یہاں تک کے اچھے اچھے دین دار لوگ بعض خاص قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے انھوں نے کسی مسلمان کو کسی گناہ پر طعنہ دیا تھا جس کی نحوست سے بعد میں وہ خود اس گناہ میں مبتلا ہو گئے، اللہ ہی ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت ہارون

حاصل یہ ہے کہ سوال کرنے والوں نے آپ کو ایک نیک نسبت سے سوال کیا کہ: اے ہارون جیسے بھائی کی بہن مریم! شادی سے پہلے بچہ کیسے آیا؟

کہتے ہیں کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ایک بھائی کا نام ہارون تھا، جو بڑے نیک تھے۔

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ پہلے لوگ انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کے نام سے اپنے نام رکھتے تھے، گویا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے

بھائی کا نام ہارون جو رکھا گیا وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت کر کے رکھا گیا اور ایسی پاکیزہ نسبت کو یاد دلا کر لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت ہے؛ گویا ان کے ساتھ خاندانی رشتے کی نسبت۔

خاندان کے کسی نیک فرد کی برکت سے پورے خاندان کی نیک نامی

معلوم ہوا خاندان میں اگر کوئی نیک آدمی ہوتا ہے تو اس نیک آدمی کی وجہ سے پورے خاندان کی نیک نامی ہو جاتی ہے، پورے خاندان کا لوگ ادب کرتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کے خاندان کے لوگ ہیں۔

اور کبھی کوئی برائی ہو گئی تو انہی نیک آدمی کے نام سے لوگ طعنہ بھی دیتے ہیں کہ تیرے ابا کتنے نیک، تیرا بھائی کیسا نیک اور تو گناہ کر رہا ہے؟ تو برائی کر رہی ہے؟

تو یہاں لوگوں نے کہا کہ:

اے ہارون جیسے نیک بھائی کی بہن! تیرے ابا حضرت عمران بہت نیک تھے، بیت المقدس کے امام تھے، اماموں کے استاذ تھے، تیری ماں حضرت حنّہ وہ بھی بڑی نیک عورت تھیں اور تیرا بھائی بھی نیک، غرض! تیرا پورا خاندان نیک اور تو یہ شادی سے پہلے بچہ کہاں سے لے آئی؟

اب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم دی تھی اس تعلیم پر عمل کیا اور عمل کرنے کی برکت سے اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کام بنا دیا۔

حقیقت ہے میری دینی بہنو! اللہ کی طرف سے جو ہدایات ہم کو دی گئی ہیں اس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت میں ہمارا کام بن جاتا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصرت

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟

﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ﴾

اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا، مجھے مت پوچھو، اس بچہ سے پوچھو۔

اب لوگوں کو بہت غصہ آیا کہ ایک تو بغیر شادی کے بچہ لائی، اوپر سے ہمارا مذاق کر رہی ہے کہ ہم اس بچہ سے پوچھیں، کبھی بچے بولتے ہیں؟ کہنے لگے:

﴿قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾

ترجمہ: قوم کے لوگ کہنے لگے: جو بچہ گھوارے میں ہے اس کے ساتھ ہم کس طرح بات کریں گے؟

میری دینی بہنو! جب ہماری کوئی بہن پاک دامن رہے تو اللہ اس کی کیسی مدد فرماتے ہیں؟ دیکھو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کیسی مدد ہوئی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کی گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے، جب یہ سنا کہ ان کی والدہ پر تہمت لگ رہی ہے، فوراً ماں کی چھاتی کو چھوڑ دیا، اور کروٹ پر گھوم گئے اور گھوم کر اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر کرنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت: ایک دن کے بچے کی بے مثال تقریر

ابھی جو لڑکا پیدا ہوا، ابھی معصوم بچہ ہے، ایک دن کا بچہ ہے، وہ ماں کی گود میں سو کر آسمان کی طرف انگلی کر کے تقریر کرتا ہے اور ایسی زبردست تقریر کہ بڑے بڑے عقلمند لوگ بھی نہیں کر سکتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تقریر کی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی پوری تقریر قرآن میں نقل فرمادی:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا
اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ ۫
وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ
اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: (اس پر) وہ (بچہ) بولا کہ: میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس (اللہ) نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے (مراد یہ ہے کہ اس وقت انجیل کتاب اور نبوت کا دینا طے ہو چکا تھا، وعدہ بھی ہو چکا تھا؛ البتہ جب وقت آئے گا تب کتاب اور نبوت ملے گی) ﴿۳۰﴾ میں جہاں کہیں بھی رہوں اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھ کو برکت والا بنایا اور جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں مجھ کو نماز پڑھنے کا اور زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے ﴿۳۱﴾ اور مجھ کو میری ماں کا خدمت کرنے والا بنایا ہے اور مجھ کو شرارت کرنے والا، بدنصیب نہیں بنایا ﴿۳۲﴾ جس دن میں پیدا کیا گیا اور میں جس دن (قیامت کے قریب) مروں گا اور جس (قیامت کے) دن میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا (ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھ پر سلامتی ہوگی۔

یہ پوری تقریر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی گود میں سوتے ہوئے فرمائی۔

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ معصوم بچہ کو بولنا سکھادے اور اس کے ذریعے سے ماں کے پاک دامن ہونے کا اعلان کرادے۔

حدیث میں آتا ہے مسند احمد میں روایت ہے: چار بچے ایسے گذرے ہیں جو بچپن میں بولے ہیں یعنی بالکل چھوٹی عمر میں چار بچے بولے ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک چھوٹے بچے نے گواہی دی۔

(۳) فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ایک معاملہ ہوا تھا، تب فرعون کی عورتوں کے بال بنانے والی عورت کے بچے نے گواہی دی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی اور فرعون کا منہ کھینچ کر جھکا دیا اور طمانچہ مار دیا، اس پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا تھا تو ایک بچے نے کہا کہ اس کا امتحان لے لو، اس کے سامنے انگارہ اور ہیرے رکھ دو، اگر انگارہ منہ میں رکھ لے تو سمجھنا کہ نادانی میں یہ کام کیا ہے، ایسا ہی کیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت ہوئی، یہ بات بھی ایک چھوٹا بچہ بولا تھا۔

(۴) بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے عابد: حضرت جریج پر کسی عورت نے زنا کی تہمت لگائی تو ایک چھوٹا بچہ بولا تھا کہ یہ اللہ کا ولی پاک دامن ہے۔

یہ چار مواقع ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بچے کو بولنا سکھایا اور ان کے بولنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے براءت کا اعلان فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان سن کر سب لوگ سمجھ گئے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پاک ہیں، انھوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

یہ بات بھی یاد رکھنا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو پاک بتانا تھا اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولے، پھر بولنا بند ہو گیا، پھر عام طور پر جس عمر میں بچے بولتے ہیں تب پھر بولنا شروع ہوا، یہ بولنا معجزہ تھا، بس! اس وقت بولے، پھر بولنا بند ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا خلاصہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عجیب تقریر کی، ماں کی گود سے کہا:

① ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾

میں اللہ کا بندہ ہوں، میری ماں پر شک مت کرو، میری ماں پر تہمت مت لگاؤ، اللہ نے اپنی قدرت سے مجھے پیدا کیا ہے۔

اِس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ مستقبل میں لوگ میرے بارے میں غلط فہمی میں نہ رہیں، میں ہمیشہ اللہ کا بندہ ہوں، میں خدا نہیں ہوں۔

بندہ ہونے کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں تشریف لاتے ہی سب سے اول اعلان اپنے متعلق جو فرمایا وہ یہ ہے کہ: میں اللہ کا بندہ ہوں۔

عبدیت یعنی اللہ کا بندہ ہونا یہ انسان کے لیے سب سے بڑی سعادت ہے، اعلیٰ ترین عزت ہے؛ اس لیے قرآن میں خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لفظ آیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ

الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا. (بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں؛ تا کہ ہم انھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

حالاں کہ بے مثال سفر اور اللہ کی نوازش کے بیان کا موقع ہے، معراج کے قصے کی شروعات ہو رہی ہے، کوئی اور خطاب جیسے خلیل وغیرہ ہونا اچھا لگتا، یہ ہم جیسے کوتاہ نظر کو سمجھ میں آ سکتا تھا؛ لیکن لفظ ''عبد'' نے سارے احتمالات ختم کر ڈالے کہ اعلیٰ ترین شرافت، کمال کی بات عبدیت یعنی بندہ بن کر رہنا ہے۔

بندہ وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں اپنے مالک کی اطاعت، فرماں برداری کرے اور ہر حال میں مالک کے فیصلے پر راضی ہو۔

ایک غلط عقیدہ کی اصلاح

آج دنیا میں بہت سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو Jesus Is God سمجھتے ہیں؛ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔

میری دینی بہنو! اپنے بچوں کو یہ عقیدہ سکھاؤ کہ:Jesus Is Not God ؛ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں، وہ اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے نبی ہیں، اللہ تعالیٰ ایک ہی خدا ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا دونوں اللہ کے بندے ہیں۔

پتہ نہیں یہاں کی نصاب کی کتاب (Syllabus Book) کا کیا حال ہے؟

ہمارے یہاں انڈیا میں جو عیسائی اسکول ہوتے ہیں، وہاں کا حال یہ ہے کہ: اسکولوں کے کورس میں ایک چیز اور غلط پڑھائی جاتی ہے کہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ۔نعوذ باللّٰہ۔ جنگل میں یوسف نجار (Josef Carpenter) سے غلط تعلق ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، ایسی من گھڑت داستان بچوں کو پڑھائی جاتی ہے۔

اس لیے اپنے بچوں کو یہ عقیدہ بھی سکھاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو پیدا فرمایا تھا، اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا کسی سے کوئی غلط تعلق نہیں تھا، وہ پاک دامن تھیں۔

تعلیم کے نام پر کفریہ عقائد

انڈیا میں دمن (Daman) نام کا ایک شہر ہے، وہاں کے حضرات کے ساتھ اور وہاں کے جامعہ کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر آنا جانا رہتا ہے، ہمارے ایک تعلق والے نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ: اتوار کو انھوں نے اپنے بچے کی اسکول کی کاپی دیکھی، وہ بچہ عیسائی اسکول میں جاتا تھا، کاپی کے پہلے صفحے پر چونکا دینے والی ایک بات بچہ نے لکھ رکھی تھی: The God is Three (یعنی خدا تین ہیں):

One jesus (ایک عیسیٰ علیہ السلام)

Second Mother Marry (دوسرے: ماں مریم)

Third ALLAH (تیسرے: اللہ)

دیکھیے! ایک نہایت غلط عقیدہ آج انگریزی تعلیم کے عنوان سے مسلمان بچوں میں آ رہا ہے، اللہ اس سے ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے؛ اس لیے اپنے

بچوں کی اسکول بک دیکھتے رہنا ضروری ہے۔

②﴿اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ﴾

اے لوگو! اللہ نے مجھے پکّا وعدہ فرمادیا ہے کہ: بڑے ہونے کے بعد اللہ مجھے انجیل کتاب عطا فرمائیں گے۔

③﴿وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾

اور بڑا ہونے کے بعد میں اللہ کا نبی بننے والا ہوں۔

④﴿وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾

میں جہاں رہوں گا میں برکت والا بن کر رہوں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکتیں میں نے آپ کو بتائی تھی کہ: کوئی آنکھ کا اندھا آتا، کوڑھ والا آتا، آپ اس پر اپنا برکتی ہاتھ پھیر دیتے، وہ اچھا ہو جاتا اور جب قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے تو آپ کے آنے کے بعد برکت ہی برکت ہو جائے گی، پھل فروٹ بھی بہت ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ: ایک بکری، ایک گائے، ایک اونٹنی میں سے اتنا دودھ نکلے گا کہ پورے پورے خاندان کو کافی ہو جائے گا، پھر بھی دودھ ختم نہیں ہوگا، اللہ جانوروں میں اتنی برکت دے دیں گے۔

⑤﴿وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾

اور مجھے تاکید سے حکم دیا ہے کہ: نماز پڑھوں، دوسروں کو پڑھاؤں، مال میں سے زکوۃ دوں، دوسروں کو کہوں کہ: زکوۃ نکالو، جب تک زندہ رہوں۔

۞ ﴿وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ﴾
اور میں اپنی ماں کی خدمت کروں۔

۞ ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾
اللہ نے مجھے بدبخت نہیں بنایا، برے اخلاق کا نہیں بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے نرم اخلاق کے، بڑے پیار والے، بڑے شفقت والے، بڑی محبت والے تھے۔

۞ ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾
اللہ تعالیٰ نے تین موقع پر میرے لیے خاص سلامتی رکھی؛ پیدا ہونے کے دن کہ شیطان مجھے ہاتھ نہیں لگا سکا، میری موت کے دن کہ شیطان مجھے ہاتھ نہیں لگا سکے گا، چناں چہ ابھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہے، قیامت سے قبل دنیا میں تشریف لائیں گے، اس کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ دنیا میں آکر شادی کریں گے، ان کی اولاد بھی ہوگی اور پھر جب ان کا انتقال ہوگا تو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ان کو دفن کیا جائے گا۔

تو ان کی موت کے دن بھی ان کے لیے سلامتی ہوگی اور قیامت کے دن جب قبر سے نکلیں گے اس دن بھی ان کے لیے سلامتی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جب حکمت بھری عجیب، معجزانہ تقریر لوگوں نے سنی تو سب حیران رہ گئے، اور یقین ہوگیا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں اور بچے کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ کی قدرت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندگی گذارو

میری دینی بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اطاعت کے ساتھ زندگی گذاری، انھوں نے اپنی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا صالح اور نیک بیٹا عطا فرمایا۔

حقیقی بات ہے میری دینی بہنو! جو اللہ کی اطاعت کر لے، اللہ کی مرضی پر زندگی گذار لے، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں نوازتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا وآخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک صالح، فرماں بردار بیٹا عطا فرماتے ہیں۔

میری دینی بہنو! اپنی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کرو، اپنے اخلاق کی حفاظت کرو، اپنی جوان لڑکیوں کی حفاظت کرو اور اللہ کی عبادت کرنے والیاں بن جاؤ۔

تہمت لگانا ایک گناہ

دیکھو! تہمت لگانا بڑا خطرناک گناہ ہے، اللہ کو یہ گناہ اتنا ناپسند ہے کہ جب کوئی کسی نیک عورت پر تہمت لگائے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے عجیب عجیب معجزہ سے ایسی پاک دامن عورتوں کی براءت ظاہر فرماتے ہیں، جیسا ابھی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعے میں آپ نے سنا؛ اس لیے اللہ کے واسطے تہمت لگانے کے گناہ سے بچو، یہ غیبت سے بھی زیادہ خطرناک گناہ ہے اور اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کی فکر کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں بہترین رزق اور میوے عطا فرمائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

ایک عورت کا ایمان تازہ کرنے

والا واقعہ

(اصحابِ اخدود کا واقعہ)

(پہلی قسط)

اقتباسات

ہماری پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم قسم نہ کھائیں، اگر ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ہوگی تو قسم کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر کبھی قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو صرف اور صرف اللہ کے پاک نام کی قسم کھائیں اور پھر اس کو پورا بھی کریں، غلط کام کے لیے قسم نہ کھائیں۔

تعویذ کا کام کسی دین دار، نیک، تقوی والے عامل سے ہی کروانا چاہیے۔

بچپن ہی سے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس لے جاؤ، علما کے پاس لے جاؤ، اللہ والوں کے پاس بھیجو، ان کے پاس دعائیں کرواؤ، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بچپن ہی سے نیک اور صالح بنا دیں گے۔

آج کل ہم لوگ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تب تو اللہ والوں کے پاس بھیجتے نہیں اور جب یہ بگڑ کر بڑے ہو جاتے ہیں تو بزرگوں کے پاس لے جاتے ہیں تب تو وقت بہت آگے نکل چکا ہوتا ہے۔

ہمیں اپنے بچوں کے اسکول، مدرسہ جانے کے اوقات (Time Table) پر خاص نظر رکھنی چاہیے کہ اس کے اسکول اور مدرسہ کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے، کتنے بجے ختم ہوتا ہے، کتنے بجے یہ گھر پر آتا ہے، کہیں ہمارا بچہ مدرسے سے نکل کر غلط دوستوں کے ساتھ ادھر ادھر گھومنے نہ چلا جائے اور اس کی زندگی برباد نہ ہو جائے۔

اپنی اولاد کے اچھے نام رکھنے چاہیے، اچھے نام کے اچھے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿۸﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۹﴾ (البروج)

ترجمہ:قسم ہے برجوں والے آسمان کی ﴿۱﴾ اور اس (قیامت کے) دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے ﴿۲﴾ اور اس کی جو حاضر ہوتا ہے اور اس کی جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں ﴿۳﴾ خندق کھود نے والے مارے گئے ﴿۴﴾ جو خندقیں ایندھن والی آگ سے بھری ہوئی تھیں ﴿۵﴾ جس وقت وہ (خندق کھود نے والے) اس (آگ) کے آس پاس بیٹھے تھے ﴿۶﴾ اور وہ ایمان والوں کے ساتھ جو ظلم کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے ﴿۷﴾ اور وہ (خندق کھود نے والے) ان (ایمان والوں) کو صرف اس وجہ سے سزا دے رہے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو بڑے زبردست تمام صفات والے تھے ﴿۸﴾ جس (اللہ) کے لیے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں ﴿۹﴾

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں چند قسمیں کھا کر ایک واقعہ بیان فرمایا ہے:

پہلی قسم

اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم آسمان کی کھائی: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ①

ترجمہ: قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔

کیسا عجیب آسمان اللہ تعالیٰ نے بنایا؟ جس میں الگ الگ منزلیں بنائیں، ان منزلوں میں اللہ کے فرشتے بیٹھتے ہیں۔

سورج، چاند، تارے اللہ کی یہ بڑی بڑی مخلوقیں آسمان میں ہیں، ایسی عجیب عجیب منزلیں اور بڑے بڑے قلعے اور بڑے بڑے ستارے والا آسمان اللہ نے بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی قسم کھانا

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی قسم کھانا چاہے کھا سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسم کھائی ہے، جب کسی مخلوق کے کسی خاص فائدے کو بتانا ہوتا ہے یا کسی خاص چیز کی کوئی اہمیت بتانی ہو تو اللہ تعالیٰ اس مخلوق کی قسم کھاتے ہیں، جیسے قرآن میں زمانہ، وقت کی قسم ہے، اللہ تعالیٰ بندوں کو سمجھاتے ہیں کہ وقت ضائع مت کرو، وقت برباد مت کرو، یہ وقت بہت اہم اور قیمتی ہے، اے انسانو! اس کی قدر کرو اور انسان جب وقت کی قدر کرتا ہے، برباد نہیں کرتا تو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

ہم صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھا سکتے ہیں

لیکن ہمارے لیے مسئلہ یہ ہے کہ پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم قسم نہ کھائیں،

اگر ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ہوگی تو قسم کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر کبھی قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو صرف اور صرف اللہ کے پاک نام کی قسم کھائیں اور پھر اس کو پورا بھی کریں۔

گناہ کے کام کی قسم

کسی گناہ کے کام کی اور غلط کام کی قسم نہ کھاویں، اگر گناہ کے کام کی قسم کھاویں تو اس کو توڑ دیویں اور قسم پر عمل نہ کریں، جیسے آج کل ہماری نوجوان بہنیں ناجائز تعلقات میں وفاداری کی قسمیں کھاتی اور کھلواتی ہیں، یہ گناہ کا کام ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس کو توڑ دیویں اور قسم کا کفارہ دیویں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم مت کھاؤ

حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی ماؤں اور باپوں کی اور بتوں کی قسم مت کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم مت کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی صرف اسی وقت کھاؤ جب تم اپنی بات میں سچے ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ابا کی قسم کھا رہے ہیں تو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار رہو، اللہ تعالیٰ نے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، جس کو قسم کھانا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ چپ رہے۔

اس لیے صرف ضرورت کے موقع پر آدمی قسم کھائے اور سچی بات پر ہی قسم کھائے اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی قسم کھائے اور قسم کھانے کے بعد اس کو پورا

بھی کرے۔

دوسری قسم

دوسری قسم کھائی: ﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ﴾

ترجمہ: اور قسم ہے اس (قیامت کے) دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

قیامت کے دن کی قسم کھائی، بڑا خطرناک اور بڑا ابھاری دن ہوگا۔

تیسری قسم

تیسری قسم اللہ نے ''شَاهِدٍ'' کی کھائی: ﴿وَشَاهِدٍ﴾

ترجمہ: اور قسم ہے اس کی جو حاضر ہوتا ہے۔

شاہد سے مراد

''شاہد'' کہتے ہیں جمعہ کے دن کو، جمعہ کے دن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ہوتی ہے، جو بندہ اس وقت اللہ سے بھلائی کی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو وہ بھلائی اور نیکی عطا فرما دیتے ہیں، کسی شر اور برائی سے پناہ کی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس شر اور برائی سے اس کی حفاظت فرما لیتے ہیں۔

''شاہد'' قرآن مجید کی دوسری آیتِ کریمہ میں نبیٔ کریم ﷺ کو بھی کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿۴۵﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی! یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور

(ایمان والوں کے لیے) خوش خبری سنانے والا اور (کافروں کو عذاب سے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔

تو قسم جمعہ کے دن کی یا قسم نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت کی اور یہ بہت بڑی فضیلت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قسم کھائے اور جمعہ کا دن مراد ہے تو قرآن میں جمعہ کے دن کی قسم آئی؛ اس لیے اس کی اہمیت زیادہ ہوگئی۔

چوتھی قسم

چوتھی قسم اللہ نے کھائی ''مشہود'' کی: ﴿وَّمَشْهُوْدٍ﴾

ترجمہ: اور قسم ہے اس کی جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں۔

مشہود سے مراد

عرفہ کے دن کو ''مشہود'' کہتے ہیں۔

اسلامی کیلنڈر کا آخری مہینہ جس کو ہم ''ذی الحجہ'' کا مہینہ کہتے ہیں، جس مہینے میں حج اور قربانی آتی ہے، اس مہینے کی نویں تاریخ کو عرفہ کا دن کہا جاتا ہے۔

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے اللہ اس کے اگلے سال کے اور پچھلے سال کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

اس لیے ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی بقرہ عید سے ایک دن پہلے روزہ رکھنا چاہیے

اور اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عید کے ایک روز پہلے پیٹ کو آرام مل جائے گا تو پھر قربانی کا گوشت مسلسل کھانے میں بھی خیریت رہے گی۔

بہرحال! اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں کی قسم کھائی:

① آسمان کی۔ ② قیامت کے دن کی۔

③ جمعہ کے دن کی یا نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ مبارک کی۔ ④ عرفہ کے دن کی۔

اور یہ چار قسمیں کھا کر اللہ ایک قصہ بیان فرما رہے ہیں۔

سوچو میری دینی بہنو! وہ قصہ کتنا عجیب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خود چار چار چیزوں کی قسم کھا کر وہ قصہ بیان فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس واقعے میں جو نصیحت کی باتیں ہیں اس کو سمجھنے کی، اس پر یقین کی، اس کے خیر اور معروفات پر عمل کرنے کی اور اس کے شر اور منکرات سے بچنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے لیے اللہ تعالیٰ اس واقعے کو ایمان اور یقین میں ترقی کا ذریعہ بنا دے، آمین۔

یہ واقعہ کب ہوا؟

کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کی پیدائش کے ستر (۷۰) سال پہلے یہ قصہ ہوا، موجودہ سعودیہ عربیہ کے بالکل پڑوس میں ''یمن'' ہے جس کی راجدھانی ''صنعاء'' ہے، یمن میں ایک بادشاہ تھا، جس کی پورے یمن پر حکومت چلتی تھی، اس بادشاہ کا نام ''یوسف'' تھا، لوگ اس کو ''یوسف ذونواس'' کہتے تھے۔

اس بادشاہ نے اپنے دربار میں ایک جادوگر کو رکھا تھا، وہ بڑا جادوگر تھا اور اس

جادوگر کی مدد اور اس کے جادو سے وہ اپنی حکومت کو چلاتا تھا، جہاں کہیں اس کو پریشانی پیش آتی وہ اس جادوگر سے مدد لیتا اور وہ جادوگر اس کی مدد کرتا اور اس کی حکومت چلتی رہتی تھی۔ ایسا پرانے زمانے میں بہت ہوتا تھا کہ لوگ جادوگروں سے مدد لیتے تھے:

دوسروں پر قبضہ جمانے کے لیے۔

دوسروں کو اپنا تابع کرنے کے لیے۔

دوسروں پر اپنا رعب جمانے کے لیے۔

برے لوگوں سے بچنا چاہیے

آج بھی نعوذ باللہ! بہت سے مسلمان جادو کا سہارا لیتے ہیں، کسی کو قابو میں کرنا ہو، کسی کو تابع کرنا ہو تو جادو کی ہوئی چیز اس کو کھلا دیتے ہیں، جادو کی ہوئی چیز پلا دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے دوسرے مرد یا عورت کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں۔

اس لیے کبھی بھی چلتے پھرتے تعویذ اور عملیات والوں کے پاس ہرگز نہ جانا چاہیے، خاص کر کسی غیر مسلم یا بے نمازی اور جس کی دین داری کا کوئی ٹھکانا نہ ہو، جو متقی اور پرہیزگار نہ ہو، جو پردہ کا اہتمام نہ کرتا ہو ایسے کسی تعویذ اور عملیات والے کے پاس کبھی غلطی سے بھی نہیں جانا چاہیے۔

بعض مرتبہ اگر وہ کوئی چیز کھلائے نہیں، پلائے نہیں تو بھی وہ کچھ گندے کلمات پڑھتے ہیں، شرک والے کلمات پڑھتے ہیں جن کلمات کو پڑھ کر دم کرنے (پھونک مارنے) کی وجہ سے ہماری بہنوں اور بھائیوں کو پتہ نہیں چلتا اور وہ ان کے ایسے فرماں بردار ہو جاتے ہیں کہ ''وہ جو کہیں گے کریں گے'' ''جیسا وہ چاہیں کریں گے''۔

ہماری دینی بہنوں کا حال

مجمع میں بظاہر غیر مناسب لگنے والی ایک اہم بات بتاؤں! لیکن آپ بہنوں کی حفاظت ہو، آپ اپنے آپ کو بچائیں؛ اس لیے کہہ دیتا ہوں، اپنے یہاں ہندوستان (India) میں آج کل ایسا بھی ہو رہا ہے کہ مسلمان عورتیں مندروں میں جاتی ہیں، سادھوؤں کے پاس جاتی ہیں، غیر مسلم تعویذ والوں کے پاس جاتی ہیں اور مسلمانوں میں بھی فاسق، فاجر، بے نمازی، بے دین، گنہ گاروں کے پاس جاتی ہیں، پھر وہ ان کو کچھ کلمات پڑھ کر کھلا دیں، پلا دیں تو ان بہنوں پر پتہ نہیں کیا ہو جاتا ہے کہ وہ پورے پوری اس کے کنٹرول میں آجاتی ہیں۔

اور کیا ہوتا ہے اس کو زبان پر لاتے بھی مجھ کو شرم آتی ہے، وہ سادھو، وہ فاسق، فاجر تعویذ والے ہماری دینی بہنوں کو ایسا قابو میں کر لیتے ہیں کہ جب ان کی مرضی میں آتا ہے ان کے ساتھ غلط کام کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں، ایسے عجیب عجیب حالات وہاں ہو رہے ہیں اور ایسی کارگزاریاں ہمارے پاس آتی ہیں، پھر بڑی محنت سے کسی دین دار، نیک، تقویٰ والے عامل سے علاج کروا کر ان کا اثر کم کروانا پڑتا ہے۔

اس لیے اس لائن سے آپ سب کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، میں آپ سے امید رکھتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ کبھی کسی غلط عملیات والے، تعویذ والے کے پاس - چاہے مسلمان ہو، چاہے غیر مسلم ہو - جانے سے اپنے آپ کو ضرور بچا کر رکھو گے۔

کبھی ایسی کوئی مجبوری ہو تو ایسے موقع پر کسی دین دار عالم، متقی، اللہ والے، مخلص

کے پاس جاؤ اور اس میں بھی اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے شوہر کو ساتھ میں رکھو۔

ہمارے تیسرے سال کے جو بیانات چھپے ہیں- اردو میں بھی اور گجراتی میں بھی، یہاں پر موجود ہیں اور وہ سی ڈیاں بھی آپ کے پاس ہیں- اس میں سنو اور پڑھو، عجیب عجیب قصے ہم نے ایسے غلط عاملوں کے غلط کاموں کے بیان کیے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری تمام دینی بہنوں کی ایسی چیزوں سے حفاظت فرمائیں۔

جادوگر کی ایک درخواست لڑکے کے بارے میں

تو یمن کے بادشاہ ''یوسف ذونواس'' نے اپنے پاس ایک جادوگر رکھا ہوا تھا اور وہ اس جادوگر کے ذریعہ جس پر چاہتا جادو کرواتا اور اس کو اپنے قابو میں کر لیتا، وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا اور اس جادوگر نے ایک دن اس بادشاہ سے کہا کہ: اے بادشاہ! میں بوڑھا ہو گیا، پتہ نہیں کب مجھے موت آجائے؟ پھر میرا یہ جادو ختم ہو جائے گا، کوئی چھوٹا لڑکا جو بہت ہوشیار ہو تو مجھ کو دے دے؛ تا کہ میں اس کو یہ جادو سکھا دوں اور میرے مرنے کے بعد وہ بچہ تیری مدد کرے۔

بادشاہ نے تلاش کیا اور ایک چھوٹا لڑکا اس کو مل گیا جو بہت ذہین، ہوشیار تھا، اس کا حافظہ بھی بہت عمدہ تھا، بہت آسانی سے وہ باتوں کو یاد کر لیا کرتا تھا، بادشاہ نے اس بچے کو اس کے ماں باپ سے کہہ کر لے لیا کہ ''یہ بچہ جادو سیکھے گا اور مستقبل میں ہم اس کو بڑا عہدہ اور درجہ دیں گے اور اس کو اپنے دربار میں رکھیں گے''۔

اس کے ماں باپ بھی اس کو جادو سکھانے کے واسطے راضی ہو گئے۔

اب اس جادوگر نے اس لڑکے کے لیے وقت مقرر کر دیا کہ ''تجھے اتنے بجے

میرے پاس آنا ہے اور اتنے بجے تک میرے پاس رہنا ہے، میں روز تجھ کو تھوڑا تھوڑا جادو سکھا دیا کروں گا‘‘۔

وہ لڑکا اپنے گھر سے نکلتا اور چلتے چلتے اس جادوگر کے گھر جاتا اور وہ جادوگر روزانہ اس کو تھوڑا تھوڑا جادو سکھاتا، جب جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کا وقت پورا ہوجاتا تو وہ بچہ چل کر اپنے گھر پر آجاتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو! بادشاہ نے اور جادوگر نے اس بچے کو جادو سکھانا چاہا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اس بچے کے لیے کچھ اور ہی فیصلہ تھا۔

اس بچے کا جو راستہ تھا اس راستے پر ایک بہت بڑے عالم، اللہ کے ولی رہتے تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے اور وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تھا اور انجیل کتاب کے وہ عالم تھے۔

یہ بچہ Detective Mind کا تھا اور بچوں کا دماغ کچھ قدرتی ایسا ہوتا ہے کہ وہ نئی نئی چیزوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔

ایک دن جب یہ بچہ اس جادوگر کے پاس جارہا تھا تو تھوڑی دیر کے لیے اس عالم کے پاس بیٹھ گیا، عالم نے اس کو اللہ کی کتاب انجیل پڑھائی، اللہ کی کتاب تھی اس میں نور تھا، اس میں برکت تھی، خیر تھی۔

اُس زمانے میں انجیل کتاب کی باتیں آسمانی تھیں، اب تو انجیل میں بہت ساری ملاوٹیں ہوگئیں، اس قدر ملاوٹ ہے کہ آسمانی بات کونسی اور ملاوٹ کونسی یہ سمجھنا بھی مشکل ہے اور اب تو دنیا میں انجیل ہی نظر نہیں آتی، بائبل نام سے کتاب ملتی ہے، اس میں باتیں کس نے جمع کیں؟ کہاں سے جمع کیں؟ یہ بتانا بھی مشکل ہے۔

بہر حال! اس بچے کو جادوگر کے پاس جو جادو سیکھنے کو ملتا اس میں گندگی تھی، برائی تھی، شر تھا، دونوں چیزوں کے درمیان بہت بڑا فرق تھا کہ عالم کے پاس کتاب میں نورانیت ملتی، اچھے اخلاق سیکھنے کو ملتے اور وہاں جادوگر کے پاس اس کو برائی ہی برائی، گندگی ہی گندگی سیکھنے کو ملتی، قدرتی طور پر اس بچے کا دل اس عالم کے ساتھ لگ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام اور اس کی کتاب کی نورانیت

دیکھو! اللہ تعالیٰ کا نظام اس دنیا میں کس طرح چلتا ہے، یہ سمجھنے کی چیز ہے، یہ بچہ جب صبح کے وقت جادوگر کے پاس جاتا تو اس عالم کے پاس بیٹھ جاتا، عالم اس کو انجیل پڑھاتے اور اس بچے کو اتنا مزہ آتا تھا کہ وہ بہت دیر تک وہاں بیٹھا رہتا تھا، پھر وہ عالم اس سے کہتے کہ: بیٹا! جاؤ وہ جادوگر تمھارا انتظار کر رہا ہوگا۔

وہ بچہ اٹھ کر جادوگر کے پاس جاتا تھا، دل نہیں چاہتا تھا؛ لیکن چوں کہ ماں باپ بھیجتے، بادشاہ کا آرڈر تھا؛ اس لیے وہ بچہ جاتا تھا۔

جادوگر کے پاس جانے کا جو ٹائم ہوتا اس میں اکثر دیر ہو جاتی؛ اس لیے وہ جادوگر اس کو مارتا تھا، یہ بچہ اس جادوگر کی مار کھا لیتا؛ لیکن روزانہ وہ اس عالم کے پاس ضرور جاتا اور کتاب کو وہ پڑھتا تھا اور جادوگر کے پاس دیر سے جاتا اور جادوگر کی مار کھاتا، پھر جب جادوگر کے پاس وقت پورا ہو جائے تو وہاں سے نکلتا اور آ کر پھر اس عالم کے پاس بیٹھ جاتا اور آ کر پھر اللہ کی کتاب انجیل پڑھتا تھا، اتنی دیر ہو جاتی کہ گھر جانے میں تاخیر ہو جاتی تھی تو گھر میں اس کی اماں اس کے ابا جان اس کو ڈانٹتے تھے کہ ”کہاں جاتا ہے؟ بہت دیر دیر سے آتا ہے، تیرا وقت تو اتنے بجے پورا ہو جاتا ہے پھر

بھی تو کیوں دیر کرتا ہے“؟ اور مارتے تھے۔

غرض میری دینی بہنو! یہ اس عالم کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا تو جادوگر کے پاس لیٹ جاتا اور جادوگر مارتا تھا اور جادوگر کے پاس سے نکل کر جب واپس اپنے گھر جانا ہوتا تو پھر وہ اس عالم کے پاس پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتا تو گھر پر دیر سے پہنچتا تو ماں باپ اس کو مارتے تھے، اس بچے کو دونوں طرف سے مار پڑتی تھی؛ لیکن وہ تکلیف برداشت کرتا اور صبر کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کا دین سیکھتا اور پڑھتا رہا۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نورانیت کی بات کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی مبارک کتاب کی مٹھاس معلوم ہو جائے، مزہ آجائے تو وہ چھوٹا سا معصوم بچہ بھی مار کھاتے کھاتے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہے، کیسا عجیب وہ بچہ ہوگا؟ لیکن دین کی تعلیم کی خاطر مار کھانے کی برکت ہوئی، وہ بچہ با کرامت اور علم والا بن گیا۔

ہمیں اپنے بچوں کے اوقات کی خاص فکر کرنی چاہیے

میری دینی بہنو! ایک سمجھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کے اسکول مدرسہ جانے کے اوقات (Time Table) پر خاص نظر رکھنی چاہیے کہ:

اس کی اسکول کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے؟

مدرسے کا وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے؟ کتنے بجے ختم ہوتا ہے؟

کتنے بجے یہ گھر پر آتا ہے؟

کہیں ہمارا بچہ مدرسے سے نکل کر کہیں ادھر ادھر گھومنے نہ چلا جائے، غلط دوستوں کے ساتھ نہ چلا جائے اور اس کی زندگی برباد نہ ہو جائے؛ اس لیے بچوں پر نظر

رکھنے کی خاص عادت بناؤ، یہ بہت ضروری ہے۔

اب ہوا یہ کہ اس عالم کی صحبت کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کی برکت سے وہ بچہ بچپن ہی میں اللہ کا ولی ہو گیا، بچپن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ولی بنا دیا۔

بچوں کو اللہ تعالیٰ کا ولی بنانے کا طریقہ

حقیقت بات یہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں بچپن ہی سے ان کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس لے جاؤ، علما کے پاس لے جاؤ، اللہ والوں کے پاس بھیجو، اولیاء اللہ کے پاس بھیجو، ان کے پاس دعائیں کرواؤ، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بچپن ہی سے نیک اور صالح بنا دیں گے۔

بچوں کے بارے میں ہماری ایک بری عادت

آج کل ہم لوگ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تب تو اللہ والوں کے پاس بھیجتے نہیں اور جب یہ بڑے ہو کر بگڑ جاتے ہیں تو بزرگوں کے پاس لے جاتے ہیں تب تو وقت بہت آگے نکل چکا ہوتا ہے، بچپن ہی سے ان کو اللہ کے نیک بندوں کے پاس لے جانے کی عادت بناؤ۔

خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمھارے گھر کا کوئی چھوٹا بچہ ہو تو ہمارے گھر کے کام

کاج کے لیے دے دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور مجھے آپ کے حوالے کیا کہ یہ آپ کی خدمت کے لیے ہے۔

اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال کی تھی اور دس سال انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال کی تھی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد ہوتے تھے، ان کے حقیقی والد کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تھا؛ اس لیے وہ ان کے سوتیلے ابا ہوتے تھے۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میری والدہ، خالہ، نانی وغیرہ گھر کی عورتیں مجھ سے پابندی کرواتی تھیں، یہ عورتیں تاکید کر کے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتی رہتی تھیں؛ چوں کہ بچوں کی طرف سے غفلت تو ہو ہی جاتی ہے، اگر میں ادھر ادھر ہو جاتا تو میرا خیال رکھا جاتا تھا اور میں نے دس سال خدمت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت اور کریمانہ اخلاق

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کسی کرنے کے لیے کہے گئے کام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ: یہ کیوں نہیں کیا؟

اور نہ کرنے کے لیے کہے گئے کام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ: یہ کیوں کیا؟

یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت اور اونچے اخلاق کا نمونہ تھا؛ ورنہ ظاہر ہے کہ

دس سال کے بچے سے بھول ہونا اور خدمت کے معاملے میں کوتاہی ہونا یہ تو فطری چیز ہے؛لیکن آپ ﷺ نے کبھی ٹوکا نہیں ؛ بلکہ کبھی تو حضور ﷺ کسی کام کے لیے فرماتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں بچہ ہونے کی وجہ سے کہہ دیتا تھا کہ نہیں جاؤں گا؛ حالاں کہ میرے دل میں ہوتا تھا کہ میں جاؤں گا؛لیکن زبان سے یوں کہتا تھا،اس طرح بچوں کی عادت ہوتی ہے۔

خیر! یہی حضرت انس رضی اللہ عنہ جو نبیٔ کریم ﷺ کے خادم تھے،ان کی والدہ نے ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ: آپ اپنے خادم انس کے لیے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں اور ان کے مال میں اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

حضور ﷺ نے دعا فرمائی، چنانچہ ان کی عمر سو سال کے قریب ہوئی اور اخیر میں جن صحابۂ کرام کی وفات ہوئی ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور انھوں نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد کی کئی پشتیں دیکھیں،انھوں نے اپنے ہاتھ سے خود کے ایک سو بیس (120) لڑکے لڑکیاں دفن کیے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے مال میں بھی اتنی برکت دی کہ ان کے باغات سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتے تھے،ان کے باغ میں ایک پھول تھا جس کے اندر سے مشک کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

ایک روایت میں اس طرح ہے،حضور ﷺ نے آپ کے لیے تین خاص دعائیں کیں:اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ۔

ترجمہ: اے اللہ! تو اس (انس) کے مال اور اولاد میں زیادتی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں انصاری صحابہ میں بہت مال دار تھا اور میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک سو بیس سے زائد صلبی لڑکے لڑکیاں دفن کیے ہیں، ان شاء اللہ جنت میں بھی داخل ہوں گا۔

میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے ذکر اور صحبت کی برکت

ہمارے سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں میں ایک بہت بڑے ہمارے پر دادا پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ گذرے ہیں۔

میرے پیر حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ۔

ان کے پیر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، فضائلِ اعمال کتاب والے۔

ان کے پیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ۔

ان کے پیر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ۔

ان کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ۔

اور حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ، وہ عجیب اللہ کے ولی تھے، آج بھی لوہاری۔ جو جلال آباد کے پڑوس میں ایک گاؤں ہے۔ وہاں حضرت کا حجرہ ہے، جہاں بیٹھ کر حضرت ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت میاں جیؒ کے انتقال سے تقریباً ایک سو اسی سال سے زیادہ سال گذر چکے؛ لیکن جس چھوٹے سے حجرہ میں بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، آج تک اس حجرہ میں ان کے ذکر کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، ایسا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور

چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو الف، با اور ناظرہ قرآن وغیرہ پڑھایا کرتے تھے، یوپی میں جو چھوٹے بچوں کو قرآن پڑھائے اس کو ''میاں جی'' کہتے ہیں، اسی سے ان کا لقب مشہور ہے ''قطبِ عالم حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ''۔

ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس جو چھوٹے چھوٹے بچے ''الف، با'' پڑھنے آتے، قرآن پڑھنے آتے ان کو بچپن ہی میں سلوک کے تمام مراحل طے کرا دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارے بچوں کو اپنی روحانیت کی طاقت کی برکت سے اپنے زمانہ کا ولی بنا دیا کرتے تھے۔

تو قصہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ وہ معصوم بچہ جو اس عالم کے پاس آنے جانے لگا تھا اس عالم کی برکت سے اپنے زمانے کا ولی بن گیا، ایک دن عجیب قصہ پیش آیا، ان بچوں کا دماغ Detective ہوتا ہے، وہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔

معصوم بچے کے سامنے دو چیزیں

اب اس بچے کے سامنے دو چیزیں تھیں:

ایک جادوگر استاذ تھا اور ایک عالم اس کے استاذ تھے۔

عالم کے پاس اپنی خوشی سے جاتا اور جادوگر کے پاس زبردستی جانا پڑتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے زمانے کے علما اور مکتب کے اساتذہ کو طلبہ سے ایسی شفقت، پیار اور محبت عطا فرمائے کہ بچے ان کے پاس خوشی خوشی جانے والے بن جائیں۔

الغرض! اس بچے کے معاملے میں دو چیزیں تھیں کہ جادوگر استاذ کے پاس زبردستی جاتا، عالم استاذ کے پاس خوشی خوشی جاتا، اب اس بچے کو دل میں یقین تو تھا کہ

میرا یہ جادوگر استاذ غلط راستے پر ہے، وہ گندی باتیں سکھاتا ہے اور یہ عالم استاذ بھلی اور پیاری اور دین کی باتیں مجھ کو سکھاتے ہیں؛ لیکن اس بچے نے سوچا کہ کبھی مجھ کو امتحان لینا چاہیے کہ ان دونوں استاذوں میں سے کون سے استاذ کا علم صحیح ہے؟ جادوگر استاذ کا علم صحیح ہے یا اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھانے والے استاذ کا علم صحیح ہے۔

امتحان کا ایک عجیب موقع

ایک مرتبہ قدرتی طور پر عجیب موقع آ گیا کہ ایک دن وہ بچہ دونوں استاذوں کے پاس جانے کے لیے صبح اپنے وقت پر نکلا تو دیکھا کہ راستہ بند (Block) ہے اور پورے شہر کے لوگوں کا ایک بہت بڑا مجمع بھیڑ لگا کر کھڑا ہے، اس لڑکے نے قریب جا کر پوچھا کہ: کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ: آج راستے کے بیچ میں ایک بہت بڑا اژدہا یا بڑا شیر بیٹھ گیا ہے، جس کی وجہ سے راستہ بند ہے، کسی کو آگے جانے کی ہمت نہیں ہے اور وہ جانور اتنا بڑا ہے کہ کوئی اس کو مارنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دیکھو! جب اللہ تعالیٰ کسی علاقے کے لوگوں کو ایمان کی دولت سے نوازنا چاہتے ہیں تو کیسے کیسے ایمانی حالات پیدا فرماتے ہیں، اس بچے کے دل میں ایک قدرتی بات آئی، اس نے سوچا کہ آج بہت اچھا موقع ہے کہ میں امتحان لے لوں کہ کس کا دین، کس کا علم صحیح اور اچھا ہے؟

اس نے ہاتھ میں ایک تیر لے کر اس کو کمان پر چڑھایا اور اس بڑے جانور کی طرف اس نے تیر تانا اور پھر اس نے اپنی زبان سے - چوں کہ اس کو پورا یقین تھا کہ جادوگر استاذ کا دین اور علم غلط ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھانے والے استاذ کا علم اور

دین صحیح اور سچا ہے تو اس بچے نے تیر چلایا، بعض روایات میں ہے کہ اس نے پتھر اٹھا کر پھینکا اور پتھر مارتے وقت۔ یہ نیت کی کہ ''میرے استاذ جن کے پاس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہوں، جن سے میں اللہ تعالیٰ کا دین پڑھتا ہوں اگراس کا دین صحیح ہے، اس کا علم صحیح ہے تو یہ بڑا جانور مر جائے'' یہ کہہ کراس نے زور سے ایک پتھر اس جانور کی طرف پھینکا یا تیر چلایا، سبحان اللہ!!!

جنگِ بدر میں آپ ﷺ کا کنکر پھینکنا

قرآنِ مجید میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں:

بدر کی جنگ کے موقع پر جب خطرناک حالات تھے، اسی طریقے پر جب ہجرت کے موقع پر مکہ کے کافروں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا تھا تو نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ میں ایک مٹھی کنکر اور ریت کی اٹھائی اور دشمنوں کی طرف پھینکی اور قرآن کی آیت پڑھتے گئے: ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال:۱۷)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں؛ بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

اللہ فرماتے ہیں کہ: ظاہر میں تو ایسا لگا کہ نبی نے ایک مٹھی کنکری ڈالی، دنیا نے ایسا دیکھا؛ لیکن حقیقت بات یہ ہے کہ وہ کنکریاں جو پھینکیں وہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

آپ ﷺ کی عجیب شان

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو عزت کا، محبت کا کیسا مقام اور مرتبہ عطا فرمایا کہ کنکریاں حضور ﷺ پھینکیں اور اللہ یہ فرمائے کہ ''اے میرے نبی! وہ کنکر آپ

نے نہیں پھینکے وہ تو اللہ نے پھینکے ہیں'' جس کام کو میرے حضور کریں اس کام کو اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ وہ کام میں نے کیا ہے۔

آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ کی دوسری مثال

قرآن کی ایک دوسری آیت میں ہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہورہے ہیں۔یہ بیعت ہونا اور کرنا حضور ﷺ کے زمانے سے مبارک سنت ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت ہورہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآنِ مجید میں بیان فرمایا، سبحان اللہ! کتنی پیاری بات اللہ نے فرمائی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (الفتح:۱۰)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کررہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کررہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

عجیب بات! بیعت فرمارہے تھے نبیٔ کریم ﷺ، حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک اوپر ہوتا صحابی کا ہاتھ مبارک نیچے ہوتا اور حضور ﷺ درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت فرمارہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ''جن صحابہ نے، جن خوش نصیب لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے حقیقت میں اللہ سے بیعت کی ہے''۔

وہ ہاتھ جو دکھنے میں حضور ﷺ کا تھا وہ حقیقت میں اللہ کا ہاتھ تھا، میرے حضور اللہ کے یہاں کتنے پیارے، کتنے لاڈلے، سبحان اللہ!!!

ہم بہت خوش نصیب ہیں

ایک قدم آگے چل کر سنو! ہم بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے ہم کو ایسے رحمت والے نبی کا امتی بنایا ہے، اللہ نے ہم گنہگاروں کی گندی زبان کو اس نبی پر درود پڑھنے کے لیے قبول فرمایا، کہاں ہماری گندی زبانیں؟ کہاں ہمارے گندے منہ اور کہاں حضور ﷺ پر مبارک درود؟ یہ مجھ پر اور آپ پر بڑا کرم ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ کے کروڑوں درود اتریں، اللہ کی کروڑوں رحمتیں اتریں، اللہ کے کروڑوں سلام اتریں ہمارے حضور ﷺ کے ان نورانی اور برکتوں والے ہاتھوں پر۔

ان شاء اللہ ہم بڑے خوش نصیب ہوں گے، ایسے نورانی اور مبارک ہاتھوں سے، جن ہاتھوں کو اللہ اپنا ہاتھ بتلائے، قیامت کے دن ہم پاپی اور گنہگار امتیوں کو اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر کا پانی عطا فرمائیں گے۔

ایک اور خوش نصیبی کی بات

اس سے بڑھ کر اور عجیب خوش نصیبی کی بات:

ایسے گنہگار امتیوں کو ان مبارک ہاتھوں سے ہاتھ ملانے کا اور مصافحہ کرنے کا موقع نصیب ہو، نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ مصافحہ کرنے اور ہاتھ میں ہاتھ ملانے کا موقع اللہ تعالیٰ امتیوں کو عطا فرمائیں گے۔

کتنا پیارا اور نورانی وقت ہوگا کہ قیامت کے میدان میں حضور ﷺ کا مصافحہ

اور آپ کی ملاقات نصیب ہو گی!!!

پچاس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حضرت عبدالرحمن بن عیسیٰؒ کی روایت میں ہے:

جو مسلمان روزانہ پچاس مرتبہ درود پڑھے (یہ Special الگ حدیث ہے) پچاس مرتبہ اسی نیت سے درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو قیامت کے دن نبیٔ کریم ﷺ کا مبارک مصافحہ، مبارک ملاقات عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ کا معجزہ

میری دینی بہنو! ایک کنکری مٹھی حضور ﷺ نے ڈالی اور تمام دشمنوں کے آنکھوں میں پہنچ گئی، کوئی حضور ﷺ کو دیکھ نہیں سکا اور حضور ﷺ اطمینان کے ساتھ گھر سے نکل کر مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے اور بدر میں ایک مٹھی کنکری دشمنوں پر گری اور تمام دشمن آنکھ ملتے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح اور کامیابی عطا فرمادی۔

ایسے زبردست معجزات ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جانور مر گیا

بہرحال! اس بچے نے تیر یا پتھر مارا اور یہ نیت کی کہ اگر عالم کا دین سچا ہے تو یہ جانور مر جائے، اللہ کی عجیب قدرت! وہ تیر لگا اور لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں نے بڑی خوشی سے اس مرے ہوئے جانور کو راستے سے ہٹایا اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔

پورے شہر میں یہ بات پھیل گئی اور اس بات کا چرچا ہو گیا کہ یہ لڑکا صحیح دین پر

ہے اور اس بچے کی پورے شہر میں لوگ تعریف کرنے لگے اور آہستہ آہستہ لوگ اس بچے کے پاس آتے، آکر اس بچے سے پوچھتے:

بیٹا! تیرا دین اور مذہب کیا ہے؟ تو کونسے دین اور مذہب پر عمل کرتا ہے؟

وہ بچہ ایک اللہ تعالیٰ کی بات بتلاتا تھا اور لوگ اس کے مذہب پر، ایک اللہ پر ایمان لاتے تھے اور اللہ پر ایمان لاکر مسلمان اور مومن بنتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک معصوم بچے کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ اپنے دین کو پھیلانا شروع کردیا اور یمن میں ایمان کا ماحول بننے لگا۔

اس بچے کا نام حدیث کی کتابوں میں ''عبداللہ بن تامر'' آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو پیارے نام

حدیث میں ہے کہ تم اپنے بچوں کا نام عبداللہ رکھو، عبدالرحمن رکھو، عبیداللہ رکھو، یہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں، اللہ کی نظر میں بڑے پیارے نام ہیں۔

''محمدؐ'' نام بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، حدیث شریف میں ہے:

اذا سميتم الولد محمداً فاكرموه وأوسعوا له في المجلس ولا تقبحوا له وجهاً. (طبرانی)

ترجمہ: جب تم اپنے لڑکے کا نام ''محمدؐ'' رکھو تو اس کی عزت کرو اور اس کو مجلس میں جگہ دو اور اس کو تکلیف پہنچے ایسا کوئی کام نہ کرو۔

بچوں کو سکھانے کی بات

میری دینی بہنو! ایک نکتے (Point) کی بات سمجھ لو، اس بچے نے لوگوں

کے لیے جو تکلیف کی چیز تھی، وہ ختم کردی اور لوگوں کے لیے راحت کا کام کردیا، راستہ بند تھا، اس بچے نے تیر یا پتھر مار کر اس جانور کو مار ڈالا اور راستہ کھول دیا اور لوگوں کو راحت نصیب ہوگئی۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بچپن ہی سے یہ بات سکھاؤ کہ بیٹا! لوگوں کو راحت پہنچانے کا کام کرو، لوگوں کی تکلیف دور کرنے کا کام کرو، لوگوں کی خدمت کا کام کرو، تمھارے ذریعہ سے اللہ لوگوں کی تکلیف اور مصیبت کو دور کردے، تمھارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو راحت پہنچائے، ایسے کام کرو۔

مکہ میں افطاری کے وقت عرب بچوں کی خدمت

آپ مکہ میں دیکھتے ہیں کہ عربوں کے چھوٹے چھوٹے بچے حرم شریف میں رمضان میں عمرہ کرنے والوں کی کیسی خدمت کرتے ہیں؟ زبردستی پکڑ پکڑ کر ان کو افطار کے دسترخوان پر بٹھاتے ہیں اور عربی میں کتنی پیاری پیاری باتیں بولتے ہیں:

أُمِّي، أَبِي، عَمِّي، اماں، ابا، چچا آؤ! ہمارے دسترخوان پر بیٹھ کر افطار کرلو۔

کیسا عجیب منظر حرم شریف میں دیکھنے کو ملتا ہے!!!

منیٰ، عرفہ، مزدلفہ میں پیدل چلنے والے حاجیوں کو اصرار کر کے زبردستی ٹھنڈا (Drinks) اور پانی کی بوتلیں دیتے ہیں۔

جنت کمانے کا بہت آسان راستہ

اپنے معصوم بچوں کو بھی لوگوں کی خدمت کرنا، لوگوں کو راحت پہنچانا سکھلاؤ کہ اگر بچپن سے اس کی عادت بنے گی تو یہ بڑے ہوکر ان شاء اللہ! لوگوں کے اور ماں

باپ کے خدمت گزار بنیں گے اور صحیح بات ہے کہ خدمت کے راستے سے آسانی سے جنت ملتی ہے، جنت کمانے کا یہ بہت آسان راستہ ہے، اللہ تعالیٰ یہ ماحول ہمارے یہاں عام اور قائم فرمائے، آمین۔

بادشاہ کے دربار کے ایک اندھے آدمی کا واقعہ

خدا کی قدرت دیکھیے! اس بادشاہ کے دربار میں ایک اندھا آدمی بھی بیٹھتا تھا، جو بادشاہ کا خاص آدمی تھا، بادشاہ اس پر بڑا بھروسہ کرتا تھا اور بادشاہ اس کے ساتھ بڑے محبت کا برتاؤ کرتا تھا، وہ آدمی اندھا ہو گیا تھا، پہلے اس کی آنکھیں اچھی تھیں بعد میں اس کی آنکھیں خراب ہو گئی تھیں، جب اس کو پتہ چلا کہ یہ کوئی عجیب وغریب بچہ ہے اور اس کے پاس کوئی اللہ کی کتاب کا علم ہے تو اس بچے کے پاس لوگ آنے لگے، بیمار لوگ آتے، پریشان لوگ آتے وہ ان سب کی خدمت کرتا تھا اور سب کو کہتا تھا کہ:

بھائیو! ایک اللہ پر ایمان لے آؤ، وہ تمھیں بیماری سے شفا دے دیں گے۔ اللہ تمھاری پریشانی اور مصیبت کو دور کر دیں گے۔ ہر ایک کو وہ بچہ یہی تعلیم دیتا تھا۔

اب اس اندھے آدمی کو پتہ چلا تو وہ بھی اس کے پاس گیا اور کہا کہ: بیٹا! میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں تو میری آنکھوں کو اچھا کر دے اور ساتھ میں بہت سارے تحفے بھی لے کر گیا اور بچے کو تحفوں کی لالچ دی۔

اس بچے نے جواب دیا کہ: تحفے تو تم واپس رکھ لو، اس بچے نے کتنا پیارا ایمان سے بھرا ہوا جواب دیا کہ: تیری آنکھوں کو اچھا کرنا میرے بس میں نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کی قدرت میں ہے، تو اللہ پر ایمان لے آ، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اللہ تیری آنکھوں

کو اچھا کر دیں گے۔

اس اندھے آدمی نے کلمہ پڑھا، اس بچے نے دعا کی ''اے اللہ! تو اس آدمی کو شفا دے دے۔ چنانچہ اللہ کے کرم سے اس کی دونوں آنکھیں اچھی ہو گئیں اور وہ آدمی صحیح سلامت بادشاہ کے دربار میں گیا تو بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ کل تک اندھا تھا اور آج کیسے اچھا ہو گیا؟ بادشاہ نے پوچھا: تجھے کس نے اچھا کر دیا؟

اس نے جواب دیا: میرے مالک اللہ نے میری آنکھوں کو اچھا کر دیا۔

اس پر بادشاہ کو بڑا غصہ آیا اور غصہ میں کہنے لگا کہ: تیرا مالک تو میں ہوں، کون تیرا دوسرا مالک ہے؟ اس نے کہا کہ: تو بادشاہ ہے، مالک نہیں ہے، مالک تو اللہ ہے، اسی اللہ نے مجھے اچھا کر دیا ہے۔

بادشاہ کو اور بھی غصہ آیا اور اس نے اس آدمی کو جیل میں بھیج دیا اور سخت سزا کا حکم دیا، بہت پٹائی کروائی، صحیح صحیح بتا کون تیری آنکھوں کو اچھا کرنے والا ہے؟ اس نے اس لڑکے کا نام بتا دیا اور اس عالم کا نام بتا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے پر ظلم

بادشاہ نے اس عالم کو بلوایا اور زبردستی کی، ظلم کیا اور کہا کہ: تو اپنا دین چھوڑ دے، ایمان چھوڑ دے۔

اس پر اس عالم نے ایمان چھوڑنے سے انکار کیا تو اس ظالم بادشاہ نے اس عالم کے سر پر آرہ (کروت) رکھوا کر دو ٹکڑے کر دیے اور زندہ قتل کر دیا۔

دیکھو! ایمان کی خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائیں، زندہ چیر دیا گیا اور اس آدمی کو جو اس

بادشاہ کا درباری تھا اور پہلے اندھا تھا، اب اس بچے کی دعا اور ایمان کی برکت سے اچھا ہو گیا تھا اس کو بھی قتل کر دیا، اس طرح ان دونوں کو بادشاہ نے قتل کر دیا۔

لیکن اس نے ابھی اس بچے کو قتل نہیں کروایا کہ اس کے ساتھ اس کی غرض لگی ہوئی تھی کہ وہ بچہ بڑا جادوگر بن جائے اور جادوگر بن کر اس کی مدد کرے؛ اس لیے اس نے اس بچے کو قتل نہیں کروایا؛ بلکہ بادشاہ نے خود اس بچے کو بلا کر کہا کہ:

بیٹا! تو نے جادوگر سے بہت جادو سیکھ لیا، تو اندھوں کو بھی جادو کے ذریعہ اچھا کرنے لگا ہے۔

لڑکے نے صاف جواب دیا کہ: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ ہی شفا دیتا ہے، بادشاہ نے بچے کو بہت تکلیفیں دی، تب لڑکے نے اس عالم کا نام بتا دیا کہ مجھے عالم صاحب آسمانی کتاب کی باتیں سکھاتے تھے۔

آگے والی آیت میں جو واقعہ ہے ان شاء اللہ آئندہ کل کی مجلس میں ہم ذکر کریں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو بھی ایسا ایمان اور یقین نصیب فرمائے اور ہمارے بچوں کو بچپن سے نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی اور رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے بچوں کو بھی اللہ تعالیٰ عالم اور زمانہ کا ولی اور متقی بنائے، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور ہمارے گھروں میں اللہ اپنے فضل وکرم سے علما، صلحا اور اولیاء اللہ پیدا فرمائے، جو ہمارے لیے آخرت میں صدقۂ جاریہ بنے اور اللہ ہمیں ایسا پاکیزہ ماحول اور پاکیزہ یقین عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قصدِ طیبہ

از: فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

بڑھاپا ہے، چلا ہوں سوئے طیبہ	لرزتا لڑکھڑاتا، سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری	پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا	تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی	کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی	کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی	وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے	دیا والا میری نیا لکھائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑگڑا کر	سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے
سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے	سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے	سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے	سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

❁❁❁

ایک عورت کا
ایمان تازہ کرنے والا واقعہ
(اصحابِ اخدود کا واقعہ)

(دوسری قسط)

اقتباسات

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ عورتیں اس دنیا میں ایسی گزری ہیں کہ وہ تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں:

① حضرت مریم رضی اللہ عنہا۔

② فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

⑤ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

اللہ کے ایک ولی کا ملفوظ ہے کہ اللہ والوں سے تعلق کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے اللہ ایمان پر موت عطا فرمائیں گے......ان شاء اللہ۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں لوگ بچوں کو دعا کروانے لاتے تو حضرتؒ **پانچ عین** سے دعا فرماتے: اللہ تمھارے بچے کو علم، عمل، عمر، عزت، عافیت سے نوازے، پھر فرماتے: ذاکر، شاکر، داعی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴿۱﴾ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ﴿۸﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴿۹﴾(البروج)

معصوم بچے کو قتل کرنے کی بادشاہ کی سازش

گذشتہ کل اس آیت میں جو واقعہ ہے وہ آپ کے سامنے شروع کیا گیا تھا، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ یمن کے بادشاہ یوسف نے اس عالمِ دین کو قتل کروا دیا اور وہ اندھا آدمی جس کو اس معصوم بچے عبداللہ کی دعا کی برکت سے شفا ہوگئی تھی اور آنکھوں سے دیکھتا ہو گیا تھا اس کو بھی قتل کروا دیا، اب بادشاہ کا پورا پورا غصہ اس چھوٹے سے معصوم بچے پر تھا، بادشاہ کی کوشش یہ تھی کہ کسی طریقے سے اس بچے کو بھی قتل کر دیا جائے۔

میری دینی بہنو! جیسا کہ جب واقعہ شروع ہوا تب آپ نے سنا تھا کہ اس بچے سے بادشاہ کو اپنی ایک غرض اور مطلب تھا، اس بچے کو جادو سکھایا جا رہا تھا اور جادو سکھانے کے لیے خود بادشاہ نے اس کو پسند کیا تھا؛ لیکن جب یہ بچہ ایمان لے آیا تو ایمان کی وجہ سے بادشاہ کو اس بچے سے دشمنی ہوگئی۔

دشمنی ایمان کی خاطر بھی ہوتی ہے

ایسا دنیا میں بہت سی مرتبہ ہوا کہ ایمان کی خاطر دشمنی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ میں یہی بات فرمائی:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِۙ۝۸ (البروج)

اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت قابل تعریف ہے۔

یعنی ان کی دشمنی بس اسی وجہ سے تھی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان لائے تھے۔

بچے کو پہاڑ پر لے جانا

اب بادشاہ نے اس معصوم بچے کو قتل کرنے کا پلان بنایا تو اپنی پولیس کو کہا کہ: اس بچے کو لے کر پہاڑ پر جاؤ، پہاڑ پر لے جا کر اس کو نیچے پھینک دو اور اس کو قتل کر دو۔

پولیس کے لوگ اس معصوم بچے کو لے کر ایک پہاڑ پر گئے، ان کی ناپاک نیت یہ تھی کہ اس معصوم بچے کو نیچے گرا کر قتل کر دیں۔

جب پہاڑ کے اوپر پہنچے ہیں تو۔ چوں کہ یہ بچہ اس عالم کی صحبت میں رہنے کی برکت سے بڑا عالم اور ولی بن گیا تھا۔ اس نے فوراً اللہ کے سامنے دعا مانگنی شروع کر دی:

اے اللہ! یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لیے لائے ہیں، مجھے اوپر سے نیچے گرانے کے لیے لائے ہیں تو میری مدد فرما اور تو میری حفاظت فرما۔

ایک چھوٹا سا معصوم بچہ ہے؛ لیکن اس کی سوچ کتنی پیاری ہے کہ ایسی تکلیف کے موقع پر بھی میرے اللہ میری مدد فرمائیں گے۔

بس! اس بچے نے معصوم معصوم ہاتھ اٹھا کر معصوم معصوم زبان سے کیا پیاری دعا مانگی کہ ایک دم زلزلہ شروع ہوگیا، ایسا خطرناک زلزلہ (Earthquake) آیا کہ جتنے بادشاہ کے آدمی اس بچے کو پکڑ کر لے گئے تھے وہ تمام پہاڑ کے اوپر سے نیچے گر گئے اور ان تمام ظالموں کی موت ہوگئی، ایک بھی نہیں بچ سکا اور اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو زندہ اور سلامت رکھا، یہ اس بچے کی دعا کی برکت تھی۔

جب وہ تمام آدمی مر گئے تو وہ بچہ آہستہ آہستہ نیچے اترا اور شہر میں داخل ہوا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا، بادشاہ اس کو دیکھ کر کہتا ہے:

ارے! تو کیسے زندہ آ گیا؟ میرے آدمی کہاں گئے؟

بچے نے پوری بات سنائی کہ: اے بادشاہ! میں نے میرے مالک اللہ کے سامنے دعا کی اور دعا کی طاقت اور دعا کی برکت سے زلزلہ آیا اور تیرے تمام آدمی مر گئے اور میرے اللہ نے مجھ کو زندہ اور سلامت رکھا، اس نے پوری ہمت کے ساتھ بادشاہ کے سامنے جواب دیا۔

بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان

پھر بادشاہ نے اس بچے کو قتل کرنے کا دوسرا پلان بنایا، اپنے بہت سارے لوگوں کو بلا کر کہا: اس بچے کو لے کر ایک کشتی میں بٹھاؤ اور گھومنے پھرنے کے نام پر اس کو دریا میں لے جاؤ اور وہ کشتی جب دریا کے بیچ میں پہنچے تو اس بچے کو اٹھا کر دریا میں پھینک دینا اور پانی میں ڈبو کر ختم کر دینا۔

چنانچہ بادشاہ کے آدمی اس بچے کو گھومنے پھرنے کے نام پر لے کر نکلے، کشتی

میں بٹھایا اور لے کر دریا میں آگے بڑھے، جب دریا کے بیچ میں کشتی پہنچی اور ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ بچے کو اٹھا کر دریا میں ڈال دیں، تو پھر اس بچے نے اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے دعا مانگنا شروع کی:

اے مصیبت میں مدد کرنے والے اللہ! یہ لوگ مجھے ڈبونا چاہتے ہیں تو میری حفاظت فرمالے، تو میری مدد فرما۔

چنانچہ خدا کی شان دیکھیے! آندھی اور طوفان شروع ہوا اور ایسی خطرناک آندھی اور طوفان آیا کہ پوری کشتی الٹ گئی اور جتنے لوگ اس بچے کو لے کر گئے تھے، تمام مرکر ختم ہوگئے اور اس بچے کو اللہ تعالیٰ نے پانی پر تیراتے ہوئے اطمینان کے ساتھ کنارے پر پہنچا دیا، دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی حفاظت فرمالی۔

دعا کی برکت سے مصیبت دور ہوجاتی ہے

میری دینی بہنو! ہمیشہ یہ بات یاد رکھو، بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت کے موقع پر دعا ایک ایسی طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مصیبت کو دور فرمادیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل:۶۲)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کردیتا ہے۔

کوئی مجبور مرد یا عورت اللہ کو پکارے تو اللہ اس کی دعا قبول فرمالیتے ہیں اور اس کی تکلیف کو دور فرمادیتے ہیں۔

پھر یہ بچہ کنارے پر آیا اور چلتے چلتے بادشاہ کے دربار میں پہنچا، بادشاہ اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور کہا: کہاں گئے وہ لوگ جو تجھے ڈبونے کے لیے گئے تھے؟

اس نے کہا: وہ سب ڈوب کر ختم ہو گئے اور میرے اللہ نے میری حفاظت فرمالی، بڑے ایمان اور یقین کے ساتھ اس نے جواب دیا۔

اب یہ بادشاہ یوسف ذونواس پریشان ہے کہ کس طرح اس بچے کو قتل کرے، یمن کے لوگوں میں یہ خبر بھی مشہور ہوگئی کہ یہ بچہ سلامت رہ جاتا ہے اور جو بھی اس کو مارنے جاتا وہ مرجاتا ہے۔

بچے نے اپنے قتل کا طریقہ خود بتایا

پھر اس بچے نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میں خود تجھے بتلاتا ہوں کہ تو مجھے کیسے قتل کرسکتا ہے؟ میں جو طریقہ بتلاتا ہوں، اس طریقے کے مطابق اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میں مروں گا، ورنہ میں نہیں مرسکتا۔

بادشاہ نے کہا: جلدی سے بتا! وہ کیا طریقہ ہے کہ جس طریقے سے تو مرجائے اور تو قتل ہوجائے؟

اس بچے نے جواب دیا کہ: ایک بہت بڑے میدان کے بیچ میں ایک لکڑی کھڑی کر اور اس لکڑی پر مجھے لٹکا اور پورے یمن کی عوام کو جمع کر اور سب لوگوں کے مجمع میں اس طرح مجھے قتل کر کہ: اپنے ہاتھ میں ایک تیر لے اور دور سے کھڑے ہو کر تو مجھ پر تیر چھوڑ؛ لیکن تیر چھوڑتے وقت اپنی زبان سے یوں کہنا:

بِسْمِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ.

ترجمہ: میں اس بچے کے رب کے نام سے تیر چلاتا ہوں۔

ایسا کہنا اور ایسا کہہ کر تو مجھ پر تیر چلا دینا تو میرا قتل ہو جائے گا۔

میری دینی بہنو! یہ بادشاہ جو ایک اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا، اسی ایمان کی خاطر وہ سب کا دشمن بن گیا تھا؛ لیکن آج جب اس بچے کو قتل کرنے کا موقع آیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بچے کے کہے ہوئے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا، یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے، ایمان کی دعوت کی تیاری ہو رہی ہے، یہ بچہ اپنی جان دے رہا ہے؛ لیکن ہزاروں انسانوں کے لیے ایمان کا ذریعہ بن رہا ہے۔

بچے کی شہادت اور اس کی برکت

بادشاہ نے ایک بڑا میدان تیار کیا اور اس کے بیچ میں ایک لکڑی لگائی اور اس پر اس بچے کو زندہ لٹکا دیا اور یمن کے لوگوں کو جمع کیا، پورے یمن کے لوگ اس بچے کو دیکھ کر حیران تھے، یہ کیسا بچہ ہے جو دعا کر کے بیماروں کو اچھا کر دیتا ہے!!!

سب لوگ جمع ہو گئے، بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں تیر لیا اور تیر لے کر زور سے اس نے پڑھا: بِسْمِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ.

یہ کہہ کر اس نے زور سے ایک تیر چلایا اور وہ تیر بچے کے کان کے پاس آ کر اس کے سر میں لگ گیا، خون کا فوارہ اڑا اور اس بچے کو شہادت نصیب ہو گئی، وہ معصوم بچہ شہید ہو گیا، انتقال کر گیا، اس نے اپنی جان دے دی، قربانی دے دی۔

اس کی قربانی پر اللہ نے یمن میں ایمان کی ہواؤں کو چلایا اور جو لوگ اس میدان میں جمع ہوئے تھے، سب نے اس حق چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر نعرہ لگایا اور تقریباً تمام کے

تمام لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، سب کی زبان پر کلمہ تھا:

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ.

ترجمہ: اس بچے کے اللہ پر ہم ایمان لاتے ہیں۔

ہزاروں لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا کہ جو بچہ کسی طرح قتل نہیں ہو سکا، صرف اس کے رب کا مبارک نام لیا گیا تو وہ شہید ہو گیا، معلوم ہوا کہ وہ بچہ جس رب کی دعوت دیتا تھا وہ حق ہے۔

جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو بادشاہ بہت پریشان ہوا کہ:

ارے! میں تو لوگوں کو ایمان سے روکنا چاہتا تھا۔

ایمان سے روکنے کے لیے اندھے کو قتل کر دیا۔

ایمان سے روکنے کے لیے عالم کو میں نے قتل کر دیا۔

ایمان سے روکنے کے لیے اس معصوم بچے کو قتل کر دیا۔

لیکن یہ تو الٹا ہو گیا کہ جیسے ہی بچے کو قتل کیا، ہزاروں لوگ کلمہ پڑھ کر ایمان میں داخل ہو گئے۔

ایمان قربانی سے پھیلتا ہے

حقیقت ہے کہ ایمان قربانی کی برکت سے پھیلتا ہے، جتنی قربانی ہوتی ہے اتنا ایمان چمکتا ہے، اس بچے نے جان دے دی، شہید ہو گیا؛ لیکن اس کی برکت سے ہزاروں لوگوں کو ایمان نصیب ہو گیا۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس بچے کے خون کا فوارہ نکلا، خون بہنا شروع

ہوا اور اس بچے نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

بادشاہ کا خندق کھدوانا

جب ہزاروں لوگ ایمان میں داخل ہوگئے تو بادشاہ اور کافر لوگ بہت پریشان ہوئے کہ یہ تو الٹا ہوگیا تو بادشاہ نے غصے میں اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ: یہ جتنے لوگ ایمان لا رہے ہیں ان تمام کو بھی قتل کر ڈالو۔

لیکن ہزاروں آدمی ایمان لے آئے ہیں تو ان کو کیسے قتل کریں؟

بادشاہ نے اپنی فوج کو بڑی بڑی خندقیں کھودنے کا حکم دیا، اسی خندق کی بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآن میں ''اُخدود'' سے تعبیر کیا۔

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ﴿۵﴾

ترجمہ: خدا کی مار ہے، ہلاکت ہے اس خندق (کھودنے) والوں پر، ان آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی۔

بادشاہ نے یمن میں چاروں طرف بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور اس میں آگ جلائی، کئی دنوں تک جل کر آگ تیار ہوگئی تو بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا ''جتنے کلمہ پڑھنے والے ہیں تمام کو پکڑ پکڑ کر لاؤ، رسیوں میں باندھ باندھ کر لاؤ اور سب کو زندہ آگ میں ڈال کر جلا دو''۔

چنانچہ ان ظالموں نے پورے یمن سے ایمان والوں کو پکڑنا شروع کیا، وہ ایمان لانے والے بھی عجیب ایمان والے تھے، ان کو جو ایمان نصیب ہوا تھا اتنا مضبوط ایمان، استقامت والا ایمان تھا کہ سامنے جلتی ہوئی آگ کو دیکھ رہے ہیں، اپنی آنکھوں

سے دیکھ رہے ہیں کہ کلمہ پڑھنے والوں کو پکڑ کر آگ میں ڈالا جا رہا ہے، جلایا جا رہا ہے؛ لیکن اس کے باوجود بھی وہ ایمان چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں، ایک ایک، دو دو، تین تین، چار چار مردوں، عورتوں، جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو پکڑ کر فوج والے لا رہے ہیں، سب کو آگ میں جلا رہے ہیں۔

میری دینی بہنو! وہ کافر لوگ آ کر اس خندق کے اردگرد بیٹھ گئے اور بیٹھ کر مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ کر خوش ہونے لگے:

واہ! تم نے کلمہ پڑھا اور اس کلمے کی وجہ سے آج تم جلائے جا رہے ہو۔

مسلمان آگ میں ڈالے جاتے، ان کو تکلیف ہوتی، پریشانی ہوتی تو وہ سب کافر بیٹھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور خوش ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ اس منظر کو قرآنِ مجید میں بیان فرماتے ہیں:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾

ترجمہ: خدا کی مار ہے ان خندق (کھودنے) والوں پر، اس آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی، جب وہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ کافر چاروں طرف بیٹھ گئے اور ایمان والوں کو جو تکلیف دی جا رہی تھی، اس تکلیف کو دیکھ کر وہ خوش ہو رہے تھے۔

تکلیف آئے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں

میری دینی بہنو! آج دنیا میں ایسا ہوتا ہے، مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس سے یہ دشمن خوش ہوتے ہیں؛ لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں، یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں فرمادی:

اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۫ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ

ترجمہ: اگرتم (مسلمانوں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تم کو کوئی برائی پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (آل عمران:۱۲۰)

مسلمان مارے جاتے ہیں، مسلمانوں پر کوئی بیماری آتی ہے، مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، مسلمان پریشانی میں ہوتے ہیں تو اس سے یہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی دو زبردست نصیحتیں

لیکن گبھراؤ مت اللہ تعالیٰ نے ہم کو دو زبردست نصیحتیں فرمائی ہیں:

وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا ؕ (آل عمران:۱۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کو اپنالو اور تم تقویٰ والے بن جاؤ تو ان کی سازش تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی اسکیموں کو کو ناکام فرمادیں گے، ان کی تدبیر کو، ان کی پلاننگ کو اللہ تعالیٰ ناکام فرمادیں گے۔

ایک خوشی کی بات

خوشی کی ایک بات اور سن لو! خوشی کی بات یہ ہے کہ قرآن کی ایک دوسری آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آج دنیا میں مسلمانوں کی تکلیف پر یہ کافر ہنستے ہیں؛ لیکن کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو موقع دیں گے کہ جب ان کافروں کو جہنم میں ڈالا جارہا ہوگا، مومن اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ خوشی ہمیشہ کی خوشی ہوگی،

جب فرشتے ان کو کھینچ کھینچ کر جہنم کی آگ میں ڈال رہے ہوں گے تو ایمان والے اس منظر کو دیکھ کر بڑے خوش ہوں گے۔

بارہ ہزار مسلمانوں کو جلا دیا

چنانچہ حدیث میں ہے، یہ واقعہ مسلم شریف کی روایت میں موجود ہے، ایک، دو، تین، چار، سو، ہزار نہیں؛ بلکہ بارہ ہزار مسلمانوں کو آگ میں جلا دیا گیا اور یہ ایمان والے بھی اتنے مضبوط تھے کہ آگ میں جل رہے ہیں، پھر بھی کلمہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اللہ نے ان کو اتنا مضبوط ایمان عطا فرمایا تھا۔

ایک عورت کا پیچھے ہٹنا اور چھوٹے بچہ کا بولنا

حدیث میں ہے کہ جب سب کو پکڑ کر آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو ایک عورت پکڑ کر لائی گئی، اس عورت کی گود میں چھوٹا سا دودھ پیتا بچہ تھا، وہ اپنی گود میں بچہ اٹھائے ہوئے ہے، کلمہ پڑھنے والی عورت ہے اور پولیس والے آگ میں ڈالنے کے لیے اس کو پکڑ کر لا رہے ہیں تو اس ماں کو اپنے دودھ پیتے بچے کی وجہ سے رحم آ گیا اور وہ آگ میں گرنے سے پیچھے ہٹنے لگی، اس کے دل میں بچے کی محبت جوش مار رہی تھی کہ میں جل جاؤں؛ لیکن میرا یہ دودھ پیتا معصوم بچہ ہے، اس کا کیا ہوگا؟ جب ماں جھجکنے لگی، پیچھے ہٹنے لگی تو عجیب اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس دودھ پیتے بچے کو زبان عطا فرمائی، وہ بچہ بولنے لگا اور اپنی ماں کو تسلی دینے لگا:

اے میری ماں! تو کیوں گبھراتی ہے؟ آگ میں گرنے سے کیوں ڈرتی ہے؟

آگ میں کود جا۔ تو حق بات پر ہے۔ تو ایمان پر ہے۔ اور ایمان کے واسطے جو

تکلیف آئے، اس تکلیف کو اٹھانے میں تجھے گبھرانا نہیں چاہیے۔

ایک دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کو تسلی دیتا ہے، جب اس بچے کی بات سنی تو ماں کو ہمت آئی اور وہ ماں اپنے معصوم بچے کو لے کر آگ میں کود پڑی، سبحان اللہ!!!

بارہ ہزار لوگوں نے اپنے ایمان کی خاطر جان کی قربانی دے دی۔

اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کے ساتھ مدد

میری دینی بہنو! حدیث میں ہے کہ کافر لوگ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ یہ مسلمان آگ میں گر رہے ہیں، ان کو جلنے کی تکلیف ہو رہی ہے؛ لیکن حقیقت بات یہ تھی کہ جب وہ خندق میں گرتے تھے تو آگ میں پہنچنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی روح کو قبض کر کے جنت میں پہنچا دیتے تھے، جتنے بھی لوگ آگ میں گرے ان میں سے کوئی بھی زندہ آگ میں نہیں گرا، سب کی مری ہوئی لاش آگ میں گری اور کسی مؤمن کو بھی آگ کی تکلیف نہیں ہوئی، یہ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلی مدد تھی۔

بارہ ہزار ایمان والے آگ میں جل گئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ آگے کی آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ (البروج)

ترجمہ: اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اس اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت قابل تعریف ہے، جس کے قبضے میں سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز

کو دیکھ رہا ہے۔

یعنی ان کی دشمنی کی وجہ یہی تھی کہ وہ آسمان اور زمین کے بادشاہ اور ایک اللہ پر ایمان رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے اتنا بڑا ظلم کیا کہ: بارہ ہزار ایمان والوں کو مار دیا۔

اس اندھے کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جاننے والے عالم کو قتل کر دیا۔

عبداللہ نام کے معصوم بچے اللہ کے ولی کو قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی

لیکن اے میرے اللہ! تو کتنا مہربان ہے کہ اتنے بڑے ظالموں کو بھی تو دعوت دے رہا ہے: اے کافرو! اے ظالمو! توبہ کرلو، معافی مانگ لو، معافی مانگ کر کلمہ پڑھ لو، میں تم سب کو معاف کرنے کے لیے تیار ہوں، آگے والی آیت میں کتنی زبردست بات ارشاد فرمائی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا﴾

ترجمہ: یقین رکھو کہ جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ظلم کا نشانہ بنایا ہے، پھر توبہ نہیں کی ہے۔

مفسرین نے خواجہ حسن بصریؒ کا ملفوظ نقل کیا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: یہ میرے اللہ کی مہربانی ہے، میرے اللہ کی شانِ رحمت ہے کہ یمن کے جن ظالموں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو جلایا، اللہ ان کو توبہ کی دعوت دے رہے ہیں، ایمان کی دعوت دے رہے ہیں، آؤ! ایمان لے آؤ، توبہ کرلو، میں تم کو معاف کر دوں گا، کیسا مہربان ہمارا اللہ ہے۔

میری دینی بہنو! جو اتنے ظالم کافروں کو توبہ اور ایمان کی دعوت دے، وہی اللہ ہم مؤمنوں کو بھی کہتے ہیں: اے میرے گنہگار بندو اور بندیو! آؤ! معافی مانگ لو، توبہ کر لو، اپنی زندگی کو صحیح کر لو، میں تمھارے بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دوں گا۔

اللہ ہمیں صحیح معنیٰ میں توبہ کرنے والا اور اس کے سامنے رونے والا بنا دے۔

توبہ نہ کرنے اور ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ

اللہ تعالیٰ نے دعوت دی پھر بھی وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو ان کے لیے اللہ کی طرف سے زبردست سزا آئی، اللہ نے فرمایا:

ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰

ترجمہ: پھر توبہ نہیں کی ہے، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کو آگ میں جلنے کی سزا دی جائے گی۔

میں نے ایسے ظالموں کو ایمان کی دعوت دی، پھر بھی انھوں نے ایمان قبول نہیں کیا، توبہ نہیں کی ایک سزا تو ان کو آخرت میں جہنم کی ہوگی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ایک نقد سزا دی اور وہ سزا یہ ہوئی کہ وہ آگ جو انھوں نے مؤمنوں کے واسطے بھڑکائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو خطرناک طریقے سے بھڑکایا، پھر اللہ کی عجیب قدرت کہ خندق میں سے آگ باہر نکلی اور باہر نکل کر چلی اور وہ کافر اس آگ کو بجھا نہیں سکے، وہ آگ ایسی چلی کہ یمن کے کافروں کے مکانوں اور شہر اور گاؤں کو جلا ڈالا اور سب کو جلا کر ختم کر دیا۔

وہ ظالم بادشاہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگا، آگ آرہی ہے، وہ بھاگ رہا

ہے، اس نے آگ سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو ایک کشتی میں سوار کیا کہ پانی میں آگ نہیں آسکتی، وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر دریا کی طرف بھاگا، اللہ تعالیٰ نے اس کی کشتی کو الٹ دیا اور وہ بادشاہ بھی ڈوب کر ختم ہوگیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمھارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے لوگو! میری پکڑ، میری سزا، میرا عذاب بڑا سخت ہے، جب میں عذاب دینے پر آتا ہوں تو آگ لگانے والوں کو اسی آگ میں جلا کر ختم کر دیتا ہوں، انھوں نے آگ لگائی تھی ان مؤمنوں کے لیے وہ تو سب جنت میں چلے گئے؛ لیکن یہی آگ ان سب کافروں کے لیے عذاب بن گئی اور وہ یوسف بادشاہ پانی میں ڈوب کر ختم ہوا۔

اللہ کی پکڑ، اللہ کا عذاب ایسی چیز ہے کہ جب اللہ عذاب دینے پر آتا ہے تو کوئی اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔

ایک عجیب بات

آگے کی ایک عجیب بات میں آپ کو سنا دوں، جیسا میں نے کل آپ کو بتلایا تھا کہ یہ واقعہ نبیٔ کریم ﷺ کی پیدائش سے ستر (۷۰) سال پہلے ہوا، پھر حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور حضور ﷺ کی تریسٹھ (۶۳) سالہ زندگی گذر گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے چلے گئے، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا یعنی تقریباً اس قصے کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال گذر گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں یمن میں ایک جگہ نہر کھودی جا رہی تھی، نہر کھودتے کھودتے اسی معصوم بچے عبداللہ کی قبر نکل آئی۔

جب کسی انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو تھوڑے عرصے میں تو اس کا کفن بھی ختم ہوجاتا ہے، انسان کا بدن بھی ختم ہوجاتا ہے۔

لیکن عجیب اللہ کی قدرت! جب انھوں نے اس کی قبر کو کھودا تو وہ معصوم، اللہ کے ولی عبداللہ کی لاش جیسی کی ویسی نکلی، اس کے بدن پر سے ایک بال بھی گرا نہیں تھا، ایسا لگتا تھا کہ آج ہی یہ لاش دفن کی گئی ہے، ایک دم تازہ اور نورانی اس کا بدن۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صحیح بات فرمائی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کیے گئے ان کو تم (عام مُردوں کی طرح) مرے ہوئے مت کہو؛ بلکہ وہ تو سب زندہ ہیں؛ لیکن تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہے ﴿۱۵۴﴾

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے، زمین پیغمبروں کی لاش کو کھا نہیں سکتی، زمین شہیدوں کی لاش کو کھا نہیں سکتی۔

آگے کی بات سنیے! اس کا داہنا ہاتھ اس کے زخم پر رکھا ہوا تھا، جس جگہ اس کو تیر لگا تھا اس جگہ اس کا ہاتھ رکھا ہوا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو نہر کے پاس تھے انھوں اس کے ہاتھ کو ہٹایا تو تازہ تازہ خون اس کے زخم سے بہنا شروع ہوا، ایسا لگ رہا تھا کہ آج ہی اس بچے کو تیر لگا ہے، پھر اس کے ہاتھ کو اس کے زخم پر رکھ دیا تو خون نکلنا بند ہوگیا،

اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی، اس انگوٹھی پر ایک پتھر میں لکھا ہوا تھا:

اللّٰہ ربي. یعنی اللہ میرے رب ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے کہ اس معصوم بچے کی لاش کو کیا کریں؟

انھوں نے فوراً یمن سے مدینۂ منورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھیجی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پورا قصہ بتایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ: اس معصوم اللہ کے ولی اور شہید کو جیسی اس کی لاش نکلی ہے بالکل اسی طرح دوبارہ دفن کردو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم نامہ پہنچا تو وہاں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے پھر سے ایک قبر تیار کی اور اس معصوم بچے کی لاش کو اس کے کفن، اس کی انگوٹھی، اس کے زخم اور زخم پر اس کے ہاتھ کے ساتھ دوبارہ اسی طرح دفن کردیا۔

اس پوری سورت میں ہمارے لیے بڑی نصیحت کی باتیں ہیں

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا، جیسا میں نے آپ سے عرض کیا تھا، چار قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو بیان کیا ہے۔

ایک نصیحت

میری دینی بہنو! اس میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے، ایک بات جو میں نے کل آپ کو عرض کی تھی کہ ''اپنے بچوں کو بچپن ہی سے عالموں کے پاس، نیک لوگوں کے پاس بھیجو'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی صحبت کی برکت سے تمھاری اولاد کو بچپن ہی سے اپنا ولی بنادیں گے۔

یہ چھوٹا سا بچہ ہے؛لیکن ایک اللہ کی کتاب پڑھانے والے عالم کی خدمت میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی خدمت سے اس کو اپنے زمانے کا ولی بنایا،شہید بنایا اور پورے یمن میں ایمان پھیلنے کا اس کو ذریعہ بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو بھی نیک اور صالح بنائے، ہماری اولاد میں بھی اللہ تعالی اولیاء اللہ پیدا فرمائے،صلحا، ذاکرین اور نیک لوگوں کو پیدا فرمائے؛لیکن اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم بچپن ہی سے اپنی اولاد کی تعلیم اور تربیت کی فکر کریں۔

بچوں کی تربیت کی بچپن ہی میں فکر کرنی چاہیے

آج تو ایسا زمانہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں اس زمانے میں ہم فکر نہیں کرتے؛ حالاں کہ ان کی تعلیم اور تربیت کا زمانہ بچپن ہے، جب یہ چھوٹے ہوتے ہیں اسی زمانے میں خاص ان کی تعلیم وتربیت کی فکر کرو، بچپن میں اگر آپ نے ان کی صحیح فکر کر لی تو ان شاء اللہ جوان ہو کر یہ بچے نیک اور صالح بنیں گے۔

آج ماں باپ بچوں کی محبت میں اندھے ہو کر بچپن میں ان کو گناہ کرنے دیتے ہیں،فلم دیکھنے دیتے ہیں، ٹی وی اور میوزک پر ان کو بٹھاتے ہیں، ان کو بڑے قیمتی قیمتی موبائل فون لا کر دے دیتے ہیں اور جب یہ بچے بگڑ جاتے ہیں تو ماں باپ پریشان ہوتے ہیں، روتے ہیں۔

بچوں کے ساتھ محبت کیا ہے؟

میری بہنو! بچوں کے ساتھ محبت یہی ہے کہ: ان کو پاکیزہ اخلاق سکھاؤ۔ ان کو دین داری سکھاؤ۔ گندی گندی بگاڑنے والی چیزوں سے بچاؤ۔

اگر یہ بچپن میں سدھر گئے، نیک ہو گئے تو بڑے ہونے کے بعد یہ ان شاء اللہ! تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گے، نیک بنیں گے اور بچپن میں اگر آپ نے ان کی فکر نہیں کی تو بڑے ہونے کے بعد ان کو قابو میں کرنا بہت مشکل ہو جائے گا، اللہ ہمیں اپنی اولاد کی صحیح تعلیم اور تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

گذشتہ سال آپ لوگوں کے سامنے اولاد کی تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں بہت تفصیلی بیانات کیے تھے اور وہ CD میں بھی موجود ہیں اور ابھی ہمارے بیانات کا جو دوسرا حصہ چھپ کر آیا ہے اس میں بھی وہ بیانات موجود ہیں؛ لیکن آج اس مجلس کے اختتام پر میں آپ کو چند بہت ہی اہم حدیثیں سناتا ہوں۔

تربیت اولاد کے بارے میں ایک حدیث

اولاد کی تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں ایک چیز حدیث میں آتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو جائے تو اس موقع پر کیا کرنا چاہیے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے داہنی طرف کے کان میں اذان دی جائے اور بائیں طرف اقامت کہی جائے اور بہتر یہ ہے کہ کسی عالم، کسی اللہ والے کو لاکر اس کے کان میں اذان دلوائی جائے۔

دوسری حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچوں کو

لایا جاتا تھا تو حضور ﷺ ان کے لیے کھجور چبا کر ان کے منہ میں رکھ دیتے تھے اور ان کے لیے برکت کی دعا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی اللہ والے کے پاس کھجور چبوا کر اس کے منہ میں رکھنی چاہیے۔

دیکھو! یہاں غلط فہمی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ہم پہلے دودھ پلا دیتے ہیں؛ حالاں کہ بچے کے منہ میں سب سے پہلے کسی نیک اللہ والے عالم کی چبائی ہوئی کھجور رکھنی چاہیے، بعد میں اس بچے کو دودھ پلانا چاہیے اور بچے کے لیے دعا بھی کروا دینی چاہیے۔

تیسری حدیث

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ساتویں دن بچے کا عقیقہ کیا جائے، عقیقے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس بچے کی حفاظت فرما لیتے ہیں۔

چوتھی حدیث

یہ بھی آتا ہے کہ ساتویں دن بچے کے بال کٹوا دو اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو، اور بچے کے ناخن کاٹ لو اور اس کی ختنہ کی چمڑی بھی کاٹ کر دفن کر دو۔

پانچویں حدیث

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: جب بچہ بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے اس کو قرآنِ مجید کی آیت سکھاؤ:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ (بني إسرائيل)

ترجمہ: اور تم کہہ دو کہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور سلطنت میں کوئی اس کا شریک بھی نہیں ہے اور عاجزی (کمزوری) سے بچانے کے لیے اس (اللہ تعالیٰ) کو کسی مدد کرنے والے کی ضرورت نہیں اور اس کی ایسی بڑائی بیان کرو جیسی بڑائی بیان کیے جانے کا اس کو حق حاصل ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبیٔ کریم ﷺ کے خاندان میں کوئی بچہ بولنا سیکھتا تھا تو سب سے پہلے نبیٔ کریم ﷺ اس کو یہ آیتِ کریمہ سکھاتے تھے۔

اسی طرح ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' بھی بچوں کو سکھایا جائے۔

چھٹی حدیث

حدیث میں آتا ہے کہ: جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دو، دس سال کا ہو جائے اور وہ نماز نہ پڑھے تو تم اس کو مارو، اس کی پٹائی کرو۔

جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ کر دو۔

لڑکے اور لڑکی کو ساتھ مت سلاؤ، یہ بھی حدیث میں حکم ہے۔

ساتویں حدیث

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ:

بچپن ہی سے ایسے کلمات سکھاؤ جن سے ان کے عقیدے درست ہوں۔

ان کو اچھی اچھی اور پاکیزہ باتیں سکھاؤ۔ گندی باتوں سے بچوں کی حفاظت کرو۔ اسلامی اخلاق سکھاؤ۔ پیار اور محبت کا ان کے ساتھ برتاؤ کرو۔

آٹھویں حدیث

ایک حدیث میں عجیب مضمون آیا ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بوسہ دے رہے تھے، وہاں حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا کہ: حضور! میرے تو دس بیٹے ہیں، میں نے تو کبھی ان کو بوسہ نہیں دیا۔

تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے ساتھ پیار و محبت، بوسہ، چوم لینے کا برتاؤ کرنا چاہیے۔

نویں حدیث

ایک اور حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر میں کوڑا لٹکا کر رکھو یعنی چابک، لکڑی لٹکا کر رکھو؛ تاکہ بچہ اس کو دیکھے اور اس کو تنبیہ ہو اور ضرورت کے موقع پر اس کو استعمال بھی کرو۔

دسویں حدیث

مسلم شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ: بچوں کے لیے بددعا مت کرو۔

گیارہویں حدیث

بخاری شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ: تمام اولاد کے درمیان برابری کرو۔ یعنی ایک بیٹے کو دو اور دوسرے بیٹے کو نہ دو، ایسا مت کرو، سب اولاد کے ساتھ

برابری کرو۔

بارھویں حدیث

ایک حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: لڑکیوں کے ساتھ خاص طور پر اچھا برتاؤ کرو، جس نے لڑکیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں کل قیامت کے دن جہنم کی آگ سے حفاظت کا ذریعہ بنیں گی۔

اپنی لڑکیوں کو پردہ کی عادت سکھاؤ۔

لڑکے لڑکی جس وقت چھوٹے ہوں تو ذرا ان کا خیال رکھو، ان پر زیادہ سختی مت کرو، نرمی کا برتاؤ کرو۔

ہاں! اگر شریعت کی کوئی بات ہو، دین کی کوئی بات ہو تو سختی سے بھی کام لو اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ اور ضرورت کے موقع پر ان پر لکڑی بھی استعمال کرو۔

ایک خاص بات یہ کہ ''کبھی بچوں پر احسان مت جتاؤ'' میں نے بہت محنت سے تجھے بڑا کیا، میں نے بہت محنت سے تجھے کھلایا، پلایا، بڑا کیا، ایسا احسان کبھی مت جتاؤ۔

ساتھ میں دعا بھی کرتے رہو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو نیک اور صالح بنائیں گے اور سب سے بڑی چیز اسلامی تعلیم اور اسلامی اخلاق ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی طرف دھیان دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دعا

درود شریف پڑھو، دعا کرتے ہیں:

الحمد لله رب العالمین، سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم، سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم،

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد کما تحب وترضیٰ، عدد ما تحب وترضیٰ یا کریم۔

اے اللہ! اے ارحم الراحمین خدا! اے اللہ تو ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دے۔

اے اللہ! ہم مجرم ہیں، ہم خطا کار ہیں۔

اے اللہ! ساری زندگی تیری نافرمانی میں گزاری ہے۔

اے اللہ! زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا جس دن ہم نے گناہ نہ کیے ہوں۔

اے اللہ! ہم گناہ کرتے ہیں، ہر رات گناہ کرتے ہیں، ہر وقت تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو معاف فرما دے تو معاف فرمادے، اے اللہ! معاف فرمادے، اے اللہ! معاف فرمادے۔

اے کریم خدا! زلزلے سے حفاظت فرمالے۔

اے اللہ! تو وہ خدا ہے جو سیکنڈوں کے اندر ہزاروں انسانوں کو ختم کر سکتا ہے۔

اے اللہ! ہم کمزور ہیں، تیری پکڑ کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

اے اللہ! تو عذاب کا معاملہ نہ فرما، پکڑ کا معاملہ نہ فرما۔

اے اللہ! تو معافی کا معاملہ فرما۔

اے اللہ! وہ گناہ جس کی وجہ سے تیرا عذاب زمین پر اُترتا ہے ان تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! جن نیکیوں کی وجہ سے تیری رحمت برستی ہے ان نیکیوں کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! آج اس مبارک مجلس میں بھیک مانگتے ہیں تو ہمارے گھروں سے ٹی وی کو نکال دے۔

اے اللہ! اس کی محبت کو ہمارے دل سے نکال دے۔

اے اللہ! ہم بار بار سُنتے ہیں؛ لیکن ٹی وی کے بغیر ہمیں چین نہیں پڑتا۔

اے اللہ! ٹی وی سے نفرت عطا فرما۔

اے اللہ! اے اللہ! تو ٹی وی سے مسلمانوں کے گھروں کو پاک کر دے۔

اے اللہ! تو شیطان کو ہمارے گھروں سے نکال دے۔

اے اللہ! غیبت سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! زنا سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! شراب سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! سود سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! تیری نافرمانی سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! ہم گندے ہیں۔

بُرے ہیں۔

گنہگار ہیں۔

خطا کار ہیں۔

مجرم ہیں، جیسے بھی ہیں تیرے بندے ہیں۔

تیرے پیدا کیے ہوئے ہیں۔

تیری نبی کی امت سے ہے۔

اے اللہ! ہم پر رحم فرما۔

دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال فرما۔

اے اللہ! ہم سب کا اپنے اپنے وقت پر ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

اے کریم خدا!

اے رحیم خدا!

ہماری دعا کو محض اپنے فضل سے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں قبول فرما، آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔